الخطاب
قاری محمد الدین نعیمی
مکتبہ نعیمیہ رضویہ
سنی رضوی جامع مسجد رضا آباد فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ (القرآن)
(سورۃ یوسف)

الخطیب
(حصہ سوم)

تاجدارِ مصر

قاری محمد الدین نعیمی

مکتبہ نعیمیہ رضویہ
سنی رضوی جامع مسجد
رضا آباد، فیصل آباد

کتاب ——— الخطیب حصہ سوم المعروف تاجدار مصر

مصنف ——— قاری محمد الدین نعیمی

کتابت ——— محمد عاشق حسین ہاشمی، چنیوٹ

طابع ——— محمد نعیم الدین

اشاعت ——— ایک ہزار

طباعت ——— مصطفےٰ مرتضےٰ ادریس پریس

بارِ اول — 7312238

ہدیہ ——— ۶۴ روپے

پروف ریڈنگ ——— مولانا شہباز علی قادری

ملنے کا پتہ

ضیاءُ القرآن پبلیکیشنز

گنج بخش روڈ۔ لاہور ۲

——— ناشر ———

مکتبہ نعیمیہ رضویہ، سنی رضوی جامع مسجد رضا آباد، فیصل آباد

تہدیہ

بحضور مرشدِ حقانی، عکسِ لاثانی، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت حضرت

پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی

جن کی نگاہِ فیض نے ہزاروں قلوب کو حبِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کی متاعِ بے کراں بخشی ع

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

گدائے کوچۂ لاثانی

قاری محمد الدین نعیمی نقشبندی

خطیب سُنی رضوی جامع مسجد رضا آباد

فیصل آباد

انتساب

تاجدارِ دوجہاں، سیدکون ومکاں، حضور سید المرسلین، امام اولین و آخرین
مالکِ کوثر، قسیمِ جنت، صاحب تاج ومعراج، شہریارِ مملکتِ حسن وجمال
آئینۂ حق نما، مظہرِ ذاتِ خدا، سرورِ انبیاء، حبیب کبریا، احمدِ مجتبیٰ

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے نام!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ و
اصحابہٖ وذریاتہٖ اجمعین ۰

اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلا نے حضور سید الانبیاء محبوب کبریا، ختم المرسلین، امام اولین و آخرین، سرورِ دو جہاں، باعثِ تکوینِ کون ومکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو باعثِ تخلیق کائنات بنایا۔ یہ فلک، یہ فرش، یہ سمایہ سمک، حور وملک، زمین وآسمان، مکین ومکاں، اشجار وانہار، نباتات وبحر وبر، جمادات وحیوانات، لیل ونہار، باغ وبہار، برگ وثمر، بحر وبر، خشک وتر، شمس وقمر، جن وبشر، یہ بزمِ ہستی کی رونقیں اسی محبوبِ رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مرہونِ منت ہیں، جن کی خاطر دونوں جہانوں کو پیدا کیا گیا ؎

ہے انہیں کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہیں

قارئینِ کرام! یہ چمنِ ہستی کی بہاریں، یہ ستاروں کی چمک، کہکشاں کی دمک، نسیمِ سحر، فضائے معطر، کلیوں کا تبسم، بلبل کا ترنم، قمریوں کی پکار، چہچہاتے پرندے، دریاؤں کی جولانیاں، سمندروں کا تلاطم، یہ مہکتے ہوئے سبزہ زار، یہ چمکتا ماہتاب، یہ دمکتا آفتاب ــــ یہ کائناتِ رنگ وبو، یہ رونقیں، یہ محفلیں، یہ صورتیں کیا ہمیشہ ہمیشہ باقی رہیں گی ــــ اللہ رب العالمین کے مقدس کلام سے جواب ملتا ہے،

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

جو زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے اور باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو صاحب جلال و عظمت ہے باقی رہے گی

فرمانِ خداوندی سے معلوم ہوا کہ کائنات عالم کی ہر شے فانی ہے۔ باقی رہنے والی صرف خداوند قدوس کی ذات گرامی ہے۔ ایک دن آئے گا یہاں نہ کوئی بلندی ہوگی نہ پستی: نہ کوئی شجر ہوگا نہ شبتی، نہ کوئی وجود ہوگا نہ ہستی، نہ تُم ہوگا نہ ستی، نہ سوز ہوگا نہ ساز، نہ ناز ہوگا نہ نیاز: نہ کوئی مقتدی ہوگا نہ امام، نہ کوئی آقا ہوگا نہ غلام۔ نہ تاج و تخت ہوگا نہ سطوتِ شاہی ہوگی۔ فقط۔ مالک الملک ذوالجلال والاکرام کی بادشاہی ہوگی۔

قارئین کرام! یہ ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے کہ اس دنیا میں نہ کوئی ہمیشہ رہا ہے اور نہ ہی رہے گا۔ ہماری حیثیت اس دارِ فانی میں ایک مسافر کی سی ہے، مگر نہ جانے ہم اس جہانِ فانی کو اپنا مستقل مسکن کیوں سمجھ بیٹھے ہیں۔ ہم اس عارضی جہان کی رنگینیوں میں گم ہو کر اپنی حقیقی منزل سے کیوں دُور ہو رہے ہیں؛ سفینۂ نوح سے اتر کر گمراہی کی کشتی میں سوار ہونے کی کیوں کوشش کرتے ہیں اس دنیا کے ساتھ والہانہ انداز سے پیار کیوں ہو چکا ہے؛ ہم اس کے حصول کے لیے شب و روز سرگرداں رہتے ہیں۔ اسی حال میں پیام اجل آ جاتا ہے اور پھر جس طرح ہم نے اس دنیا میں قدم رکھا تھا، اُسی طرح خالی ہاتھ یہاں سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

اس ناکامی محرومی اور دنیاوی اُخروی خسارہ کا سبب صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم نے اپنے خالق و مالک کی بندگی سے روگردانی کی ہم نے اپنے سچے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے اعراض کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نفس امارہ نے ہم پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اور ہم اپنی منزل سے بے خبر ہو گئے۔ اپنے منشورِ حیات سے غافل ہو گئے۔

تو آیئے اپنے مالک کی وفاداری کا عہد کریں اپنے آقا کی غلامی کا قلادہ اپنے گلے میں ڈالیں، ان مقدس ہستیوں کی زندگی کا مطالعہ کریں، جن کی اتباع دخولِ جنت کی ضمانت اور قربِ محبوب کا ذریعہ ہے، جن کی فرماں برداری سعادتِ ابدی و نجاتِ سرمدی ہے جن کی زندگی

کا ایک ایک لمحہ ہمارے لیے مشعلِ راہ اور نشانِ منزل ہے ۔ جن کی ذاتِ اقدس سفینۂ نوح اور نجوم الہدیٰ ہے ۔ آئیے زندگی گزارنے کا طریقہ و سلیقہ ان سے سیکھیں جنہوں نے اس باقی رہنے والی ذات میں خود کو فنا کر کے بقاء و دوام حاصل کرلی جو اس دنیا میں بھرے ہاتھ آئے اور بہت کچھ لٹانے کے بعد بھی بھرے ہاتھوں مسکراتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے اور ان کی داستانِ حیات جہان بھر کے لیے نمونہ بن گئی ۔ قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے ۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ — بیشک ان کے قصے میں عقلمندوں کے لیے عبرت کا سامان ہے

قرآن کریم ہمارے لیے راہبر و رہنما ہے اس میں ہماری زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے ۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں انسان کے لیے مہد سے لے کر لحد تک ابتدا سے لے کر انتہا تک زندگی کے ہر مرحلے میں رہنمائی موجود ہے ۔ قرآن حکیم نے ہماری نصیحت و موعظت کے لیے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی مقدس اور نورانی زندگیوں کا تذکرہ بڑی عظمت کے ساتھ کیا مگر قرآن کریم میں صرف جناب ماہِ کنعانی کریم ابن کریم ابن یعقوب یوسف علیہ السلام کی زندگی کے بیان ہی کو احسن القصص ہونے کا اعزاز حاصل ہے جس سورۃ کا نام سورۃ یوسف ہے ۔ یہ سورۃ اس مقدس ہستی کی داستانِ حیات ہے جس کی سیرت کو عظمت اس لیے ملی کہ اس کو تاجدار دو جہاں خاتم مرسلاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ پاک سے نسبت ہے ۔

اس سورۃ میں اس ماہ جبیں کے حسنِ جہاں افروز کا تذکرہ ہے جس کو قاسم حسن محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جمالِ جہاں آرا کے صدقہ سے خدا تعالیٰ کی بارگاہ سے حسن کمال عطا ہوا اس لیے ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جس کو جو کچھ بھی بارگاہِ صمدیت سے حاصل ہوا وہ جناب مصطفےٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ہی عطا کیا گیا ۔

قارئین کرام ! سورۃ یوسف میں تکمیلِ انسانیت کی منزلِ رفیع کے تمام راستوں کی راہنمائی موجود ہے ۔

بندۂ ناچیز نے اس مقدس سورت کو سُنی رضوی جامع مسجد رضا آباد فیصل آباد میں جمعہ شریف کے مقدس اجتماعات میں اوّل سے آخر تک بیان کیا، تو احباب و سامعین حضرات، بالخصوص پیر زادہ مولانا حافظ سید ہدایت رسول شاہ صاحب ابن حضرت مولانا علامہ پیر سید زاہد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حکم فرمایا کہ اس کو لکھا جائے اور انہوں نے ہی اس کتاب کا نام "تاجدار مصر" تجویز کیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ، کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس خالق و مالک نے یہ توفیق عطا فرمائی۔ یہ کتاب تکمیل کے مراحل طے کر گئی۔

آخر میں اللہ تعالیٰ مالک الملک ذوالجلال والاکرام کی بارگاہ بیکس پناہ میں دُعا ہے کہ وہ میری اس سعیٔ جمیل کو بوسیلہ سرورِ کونین سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قبول فرمائے اور میرے لیے اور والدین کے لیے توشۂ آخرت اور ذریعہ نجات بنائے۔ اور قارئین و سامعین کے لیے باعثِ ہدایت و بخشش و مغفرت فرمائے۔ آمین ثم آمین بحرمت سید المرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین، یا الٰہ العالمین۔

طالبِ دُعا:

قاری محمد الدین نعیمی

۱۰ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

فہرست

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ
وولدہ والناس اجمعین
یا ایہا النبی انا ارسلناک شاہدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا

مقدس خواب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلٰنَا وَمَلْجَانَا وَمَاْوٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ شَهَادَةً تَكُوْنُ لِلنَّجَاةِ وَسِيْلَةً وَلِعُلُوِّ الدَّرَجَاتِ كَفِيْلَةً شَهَادَةً تَكُوْنُ لَكَ رِضَاءً وَلِحَقِّهٖ اَدَاءً وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ وَمِلَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۰ صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلٰنَا الْعَظِيْمُ ۰ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ ۰

جو خیال آیا تو خواب میں وہ جمال اپنا دکھا گئے
یہ مہک لہک تھی لباس میں کہ مکان سارا بسا گئے
ہمیں دامِ غم سے چھڑا گئے، ہمیں معصیت سے بچا گئے
وہ نبی محمد مصطفےٰ کہ جو سوئے عرشِ علا گئے
یہ حلیمہ بھید کھلا نہیں، یہ مقام چون و چرا نہیں
تو خدا سے پوچھ وہ کون تھے تری بکریاں جو چرا گئے
کہیں حسن بن کے قبول میں، کہیں رنگ بن کے وہ پھول میں
کہیں نور بن کے رسول میں، وہ جمال اپنا دکھا گئے

معزز سامعین کرام! یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ وارثِ کون و مکاں، خالقِ دو جہاں، رازقِ جن و بشر، مالک بحر و بر، وارثِ ارض و سماء، پروردگارِ عالم، مالک الملک، احکم الحاکمین اللہ رب العالمین جلّ و علا نے ہمارے آقا و مولا ملجا و ماویٰ حضور سید المرسلین، رحمۃ للعالمین احمد مجتبےٰ، جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ساری مخلوق میں فضیلت و برتری، عظمت و سربلندی عطا فرمائی ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (پ ۳ ع ۱)

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر افضل کیا، ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا

تاجدارِ دو جہاں مجدد دین و ملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیۂ مقدسہ کی ترجمانی یوں فرمائی ہے ؎

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی　　سب سے بالا و والا ہمارا نبی
خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل　　اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب نبی شان والے ہیں اور انہیں عظمتیں و رفعتیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بخشی ہیں اور انہیں طرح طرح کے معجزات عطا کیے گئے ہیں۔ تمام نبی معجزہ لے کر آتے، مگر ہمارے نبی خود معجزہ بن کر تشریف لاتے ؎

دیئے معجزے انبیاء کو خدا نے
ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے :

يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ	اے لوگو! تمہارے پاس اللہ کی طرف سے
مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا	واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن
مُبِينًا (پ ۶ ع ۴)	نور اتارا۔

اللہ رب العزت جل و علا نے اس آیۂ مقدسہ میں ارشاد فرمایا : اے جہان والو! بیشک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلیل آئی۔ دلیل کو معجزہ کہتے ہیں تو اس آیۂ کریمہ سے معلوم ہوا کہ اور نبیوں کو تو معجزے دے کر بھیجا گیا اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجسم معجزہ بنا کر بھیجا گیا۔

نور مبین خداوند عالم نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لاتعداد معجزات بخشے، مگر تمام معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ منبع نور ہدایت اور لاریب کتاب قرآنِ حکیم بھی ہے جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا ۝

پچھلے انبیاء کرام کے معجزات ان کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں دیکھے جا سکتے تھے مگر ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہونے والی نور مبین کتاب وہ عظیم معجزہ ہے جو قیامت

تک باقی رہے گا۔ حضور سید المرسلین ساری کائنات کے لیے نبی ہیں۔ یہ کتاب پوری کائنات کے لیے ہادی ہے۔ حضور کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہوگیا۔ قرآن حکیم کے نزول کے بعد آسمانی کتب کی آمد کا بھی دروازہ بند ہوگیا۔

ختم المرسلین حضور سرور کائنات فخر موجودات، ختم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے بعد کوئی نیا نبی قیامت تک پیدا نہیں ہوگا۔ اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ہے:

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں۔

(پ ۲۲ ع ۲)

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ۔ میں نبیوں کا خاتم ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

تاجدار دوجہاں ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا اور اسی طرح قیام قیامت تک کوئی آسمانی کتاب نازل نہیں ہوگی۔ ٹیچی ٹیچی فرشتہ جو مرزا قادیانی کے پاس آتا تھا اور وحی لاتا تھا۔ نام سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کوئی انگریزی فرشتہ تھا، جو اس انگریز کے پالتو پر نازل ہوتا رہا۔

شانِ قرآن قرآن حکیم کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں، اس کے پانچ سو چالیس رکوع ہیں تیس پارے، سات منزلیں ہیں، ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ قرآن کا ہر حرف شان والا ہے، اس کا ہر رکوع عظمت والا، اس کا ہر پارہ برکت والا، اس کی ہر سورت رفعت و منزلت کی حامل ہے، مگر قرآن کریم میں ایک ایسی سورت بھی ہے جسے اللہ رب العالمین جل وعلا نے احسن القصص قرار دیا ہے جسے ہم سورۂ یوسف کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مجھے آپ حضرات کے سامنے اس مقدس سورت کی تشریح و تفسیر بیان

کرتا ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ اس بیان ذیشان کو علی الترتیب بیان کیا جائے گا۔ اللہ رب العزت کے حضور دُعا ہے کہ سرورِ کائنات حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ وطفیل سے قرآن پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

اس مقدس سورت کی آیات بینات کا ترجمہ و تشریح و تفسیر اور پیکرِ حُسن و جمال تاجدارِ مصر ابنِ یعقوب سیدنا حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کی سیرت مقدسہ بیان کرنے سے قبل ضروری ہے کہ پہلے اس سورت کا شانِ نزول بیان کیا جائے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر یوسف میں نقل فرماتے ہیں!

شانِ نزول

خاندانِ قریش میں ایک مالدار شخص نضر بن حارث تھا یہ بدبخت اسلام اور بانیٔ اسلام کا دشمن تھا اور مخالفت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا اور جب تجارت کی غرض سے عجم کی طرف جاتا تو وہاں سے مجوسیوں کے خود ساختہ قصے کہانیوں اور داستانوں کی کتابیں خرید کر لاتا" پھر مکہ مکرمہ پہنچ کر ان کا عربی میں ترجمہ کرواکر اہلِ مکہ کو سُناتا، پھر آخر میں لوگوں سے پوچھتا کہ بتاؤ قصہ گوئی میں افضل میں ہوں یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لوگ معاذ اللہ کہتے تو افضل ہے۔ اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ یوسف نازل فرمائی۔

صاحبِ تفسیر رُوح المعانی نقل فرماتے ہیں؛ علمائے یہود نے کفارِ مکہ سے کہا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد ملکِ شام سے مصر کیسے پہنچ گئی اور ان کے وہاں آباد ہونے کا سبب کیا تھا؟ چنانچہ اس موقع پر سُورۃ یوسف کا نزول ہوا۔
شانِ نزول کے بعد آپ کے سامنے سورۃ یوسف کی ابتدائی آیات و بینات کا ترجمہ و تشریح بیان کرتا ہوں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جل وعلا کا ارشاد ہے؛

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○ (پ ۱۲ ع ۱۱) — یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں

اللہ رب العزت جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے اس سورۂ پاک کو حروفِ مقطعات الٓرٰ سے

شروع فرمایا۔ علماء محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ حروف مہمل یعنی بے معنی نہیں ہیں۔ اہلِ نظر نے ان حروف میں بڑے بڑے عظیم رموز و اسرار بیان کیے مگر اس بات کا بھی اعتراف کیا ہے،

سِرٌّ بَیْنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ یہ وہ راز ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہے۔

ان حروف مقطعات کا صحیح مطلب و مقصد خدا کو معلوم ہے یا پھر ہادیٔ جہان محبوب دانائے علام الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں۔

علمِ مصطفےٰ مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا کٓھٰیٰعٓصٓ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عَلِمْتُ۔ (میں جان گیا) حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا، ھا۔ فرمایا عَلِمْتُ۔ عرض کیا یا فرمایا عَلِمْتُ پھر عرض کیا عین فرمایا عَلِمْتُ۔ عرض کیا صاد فرمایا عَلِمْتُ۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا آپ نے تو جان لیا، مگر مجھے کچھ خبر نہیں ہوئی کہ اللہ رب العالمین آپ سے کیا فرما رہا ہے اور آپ کیا سمجھ رہے ہیں۔ اللہ اکبر! قربان جاؤں حضور سید المرسلین کے علم مبارک پر۔

سامعین کرام! قرآن حکیم میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں، جن میں ۲۹ (انتیس) سورتوں کا آغاز حروف مقطعات سے ہوا ہے، جن کا صحیح مطلب خداوند قدوس اور ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

میانِ طالب و مطلوب رمزیست
کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

سامعین کرام: پندرھویں صدی ہجری کا آغاز ہو چکا ہے۔ آج تک کوئی مترجم، مفسر، محدث، محقق، مدقق ان حروف مقطعات کا ترجمہ کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکا۔ آج تک کوئی بھی قرآن کریم کے علوم کی حد کو نہیں پا سکا تو کون ہے جو صاحب قرآن کے علوم مبارکہ کی حد پا سکے اور پھر

یہ فہرست تیار کرنے کا دعویٰ کرے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فلاں شئی کا علم ہے اور فلاں شئی کا علم نہیں، جبکہ حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پڑھانے والا اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اَلرَّحۡمٰنُ ۔ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ۔ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۔ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ ۔ (پ ۲۷ - ع ۱۱)

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا ماکان وما یکون کا بیان انہیں سکھایا۔

قرآن حکیم دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

وَعَلَّمَکَ مَا لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ (پ ۵ ع ۱۴)

اور تمہیں سکھا دیا جو تم نہ جانتے تھے

سبحان اللہ! قرآنی آیات بیّنات سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پڑھانے والا خدا ہے اور پڑھنے والا مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء ہے، تو پھر کسی علم کی رہ سکتی ہے؟

میں بیان کر رہا تھا، الٓرٰ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۔ یہ کتاب کی روشن آیتیں ہیں۔ یہاں کتاب سے مراد قرآن حکیم ہے۔ قرآن مجید کو کتاب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس مقدس کتاب کے نزول کے ساتھ ساتھ اس کی کتابت کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید نزول سے پہلے لوح محفوظ پر تحریر شدہ تھا مبین اسے اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ عظمت کتاب ہے جو خود بھی نور ہے اور پڑھنے والوں کے دلوں کو بھی روشن اور منور کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۔

ہم نے اسے اتارا ہے، وہ پڑھی جانے والی کتاب عربی ہے تاکہ تم اسے خوب سمجھو

سامعین کرام! اللہ رب العزت نے قرآن کریم کو یہ عظمت بخشی کہ اس کو سب سے زیادہ پڑھا گیا اور یہ اس زبان میں نازل ہوئی جو اہل جنت کی زبان ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ

ہم تمہیں سب سے اچھا بیان سناتے ہیں اس لیے کہ ہم نے تمہاری طرف قرآن کی وحی بھیجی، اگرچہ

وَاِنۡ كُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِيۡنَ ۝ بیشک اس سے پہلے تمہیں خبر نہ تھی۔

احسن القصص اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیۂ مقدسہ میں ارشاد فرمایا اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم آپ سے ایک ایسا قصہ بیان کرتے ہیں جو احسن القصص ہے اور تمام قصوں سے بہتر ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے واقعات و حالات کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے احسن القصص ارشاد فرمایا۔ اس ذکر کے احسن ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں اُس پیکرِ حسن وجمال کا تذکرہ ہے جس کے حسن کی نظیر نہیں ملتی۔

تفریح الاذکیاء فی احوال الانبیاء کے صفحہ ۲۹۵ پر درج ہے :

پیکرِ حسن وجمال اللہ تبارک وتعالیٰ نے حسن کے ہزار حصے فرمائے۔ ایک حصہ تمام عالم کو دیا اور باقی حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا کیا۔ آپ کے حسن کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کلام فرماتے تو دانتوں سے نور چمکتا تھا اور جب پھل وغیرہ تناول فرماتے تو وہ شیشے کی طرح حلق سے اُترتا نظر آتا اور چہرۂ انور ایسا منور تھا کہ آپ جب کسی گلی کوچہ سے گزرتے، تو در و دیوار منور ہو جاتے اور آپ کی ایک جھلک دیکھنے والے غش کھا جاتے۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد مقدس ہے :

عَنۡ اَبِيۡ سَعِيۡدٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ رَاَيۡتُ لَيۡلَةَ اُسۡرِيَ فِي السَّمَآءِ يُوۡسُفَ كَالۡقَمَرِ لَيۡلَةَ الۡبَدۡرِ (تفسیر روح المعانی ۲۰۵/۱۲)

حضرت ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے معراج کی رات حضرت یوسف علیہ السلام کو آسمانوں میں دیکھا کہ وہ چودھویں کے چاند کی طرح تھے۔

تفریح الاذکیاء فی احوال الانبیاء ص ۲۹۵ ج ۱

بخاری شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف کی شان میں فرمایا :

قَالَ الۡكَرِيۡمُ ابۡنُ الۡكَرِيۡمِ ابۡنِ الۡكَرِيۡمِ ابۡنِ الۡكَرِيۡمِ يُوۡسُفُ بۡنُ يَعۡقُوۡبَ بۡنِ اِسۡحَاقَ بۡنِ اِبۡرَاهِيۡمَ (عَلَيۡهِمُ السَّلَامُ) (بخاری ص ۴۷۶ ج ۱)

تو جس نبیِ معظم کے حُسن کی عظمت قاسم حُسنِ شاہ خوباں، محبوب ربِّ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائیں، جس کے کریم ہونے کا اعلان منبع جود و کرم حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں، اُس نبی کی داستانِ حیات احسن القصص کیوں نہ ہوگی۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کا ذکر احسن القصص ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

بیانِ ذیشان قرآنِ حکیم میں دیگر پیغمبروں کے واقعات متفرق مقامات پر ارشاد ہوتے ہیں، چنانچہ آدم علیہ السلام کا ذکر بارہ سورتوں میں ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کا چھ سورتوں میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اٹھارہ سورتوں میں حضرت لوط علیہ السلام کا نو سورتوں میں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتیس سورتوں میں، حضرت شعیب علیہ السلام کا تین سورتوں میں، حضرت عزیر علیہ السلام کا دو سورتوں میں، حضرت سلیمان علیہ السلام کا چار سورتوں میں اور حضرت داؤد علیہ السلام کا پانچ میں اور حضرت زکریا علیہ السلام کا تین میں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نو میں اور حضرت یوسف علیہ السلام کا مسلسل ایک سورت میں بیان ہوا ہے۔ اس لحاظ سے یہ قصہ احسن القصص ہے اور اس کے احسن القصص ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

قرآنِ حکیم میں سابقہ انبیاء کرام و مرسلین عظام کی پُرنور اور درخشاں زندگیوں کے حالات و واقعات موجود ہیں، جن کا ہر پہلو رشد و ہدایت کے انوار برسا رہا ہے، مگر جناب یوسف علیہ السلام کی مقدس حیاتِ طیبہ کے ذکر کو ایک امتیازی شان حاصل ہے۔ یہ ذکر اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ اس واقعہ میں جس قدر عبرتیں، حکمتیں، مواعظ، نصائح یکجا ہوگئی ہیں، کسی واقعہ میں نہیں۔ یہ ایک فرد کے ذریعے قوموں کے بننے اور بگڑنے، گرنے اور اُبھرنے کی ایک ایسی منہ بولتی تصویر ہے جو کسی تشریح و توضیح کی محتاج نہیں۔ یہ واقعہ درس رشد و ہدایت کے ساتھ ساتھ ابتلاء اور مصیبتوں کے زمانے کے پیچ و خم، نشیب و فراز اور منزل سے دل برداشتہ کر دینے والی سنگین منزلوں پر صبر و استقامت، تسلیم و رضا کا سبق دیتا ہے۔

پھر اس سے کٹھن سفر اور طویل مسافت کو طے کرنے کے لیے مسافر کو جیسے صبر و حوصلہ، عزم مصمم، توکل و تقویٰ کا سبق حاصل ہوتا ہے۔ خود انصاف کیجیے کہ جس ذاتِ اقدس کی داستان اپنے دامن میں ایسے انمول حقائق سمیٹے ہوئے اس کے ذکر کو احسن القصص نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے؟ بلاشبہ یہ سورت احسن القصص ہے۔ یہ کتاب ماضی کا وہ حسین ورق ہے جو اپنی شانِ زیبائی و رعنائی میں منفرد و یکتا ہے۔

سامعین کرام! اس واقعہ کے احسن القصص ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ حضرت یوسف کے حالات و واقعات کو ہمارے آقا و مولیٰ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبت ہے۔ صحیح قول کے مطابق یہ ساری سورت یوسف مکۂ مکرمہ میں نازل ہوئی اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بتا کر تسلی دی کہ جس طرح برادرانِ یوسف کے تمام ناروا اور غلط منصوبے ناکام ہوئے، وہ اپنے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر نہ کر سکے اور انہیں چار و ناچار حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ اسی طرح ایک دن وہ بھی آئے گا جب قریشِ مکہ آپ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے اور آپ کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہونے ہی میں اپنی نجات سمجھیں گے۔

میں بیان کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تم سے قصوں میں سے بہتر قصہ بیان کرتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر کو احسن القصص قرار دینے کے بعد فرمایا، وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ٥

لَمِنَ الْغَافِلِيْن کا مطلب

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قصہ کو بیان کرنے سے پہلے یہ نہیں فرمایا، وان کنت لمن الجاھلین کہ تمہیں اس واقعہ کا علم نہیں تھا، بلکہ فرمایا لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ٥ کہ تمہاری توجہ اس جانب نہ تھی۔ تو سنیے! جاہل ہونا اور چیز ہے اور غافل ہونا اور ہے۔ جاہل اسے کہتے ہیں جسے علم نہ ہو اور غافل اسے کہتے ہیں

جسے علم تو ہو، مگر اس واقعہ، اس مسئلہ کی طرف توجہ نہ ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے آقا و مولا کو علم ماکان ومایکون سے سرفراز فرمایا ہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

سر عرش پر ہے تیری گزر، دلِ فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شئے نہیں، وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت مقدسہ سے آگاہ تھے۔ مگر آپ کی توجہ اس جانب نہیں تھی، اس لیے اللہ رب العزت نے فرمایا،

وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ اے محبوب! پہلے تمہاری توجہ اس واقعہ کی جانب نہ تھی، اب ہم تمہاری توجہ اس طرف مبذول کراتے ہیں۔

عظیم خواب

اللہ تبارک و تعالیٰ جل وعلا کا ارشاد ہے،

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ	یاد کرو جب یوسف نے اپنے والد سے کہا ابا
اِنِّیْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا	میں (خواب میں) گیارہ ستاروں اور سورج اور
وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ	چاند کو دیکھا ہے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ وہ مجھے
لِیْ سٰجِدِيْنَ ۝ (پ ۱۲ - ع ۱)	سجدہ کر رہے ہیں۔

خواب کی حقیقت

اس سے پیشتر کہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر کا ذکر کروں، ضروری ہے کہ خواب کے متعلق کچھ بیان کر دیا جائے، چنانچہ خواب کے متعلق حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی ہے کہ ہر خواب حقیقتاً خواب نہیں ہوتا اور خواب من جانب اللہ بھی ہوتا ہے اور وساوس شیطانی بھی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

اِذَا رَاٰی اَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يُحِبُّهَا	جب تم میں سے کوئی اچھا خواب دیکھے تو وہ اللہ
فَاِنَّمَا هِیَ مِنَ اللّٰهِ فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ تَعَالٰی	کی طرف سے ہے پس اسے اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی

وَلْيُحَدِّثْ بِهَا۔ وَاِذَا رَاٰی غَيْرَ ذَالِكَ مِمَّا يَكْرَهُ فَاِنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطٰنِ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَمِنْ شَرِّهَا وَلَا يَذْكُرْهَا لِاَحَدٍ فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ۔ (بخاری شریف ص۱۰۳۴ ج ۲)

چاہیئے اور خواب کو بیان کرنا چاہیئے جب بُرا خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے پس اُسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شیطان مردود سے پناہ مانگے اور اس (خواب) کے شر سے اور اُس کا تذکرہ کسی سے نہ کرے تو وہ خواب ضرر رساں نہیں ہوگا۔

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاٰی اَحَدُكُمُ الرُّؤْيَاءَ يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ ثَلَاثًا وَلْيَسْتَعِذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ (مشکوٰۃ شریف ص۳۹۴)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی ایسا خواب دیکھے کہ جس میں بُرائی معلوم ہو تو تین بار اپنی بائیں طرف تھوکے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے شیطان لعین سے اور کروٹ بدل لے جس پر تھا۔

خواب میں دیدارِ رسُول

سامعین کرام! ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ خواب اچھے بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی۔ اچھا خواب دیکھے تو اپنے محب سے بیان کر سکتا ہے اور بُرا خواب دیکھے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کی جائے۔ بعض لوگوں کو بہت زیادہ خواب نظر آتے ہیں عموماً انہیں تبخیر معدہ کی بیماری ہوتی ہے۔ خواب جھوٹے بھی ہوتے ہیں اور سچے بھی۔ ہر خواب جھوٹا ہو سکتا ہے مگر ایک خواب ایسا ہے جو کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ لَا يَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ (مشکوٰۃ)

جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے فی الواقع مجھے ہی دیکھا۔ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانِ عالیہ سے معلوم ہوا کہ شیطان ہر صورت میں لوگوں کو خواب میں نظر آسکتا ہے مگر مصطفےٰ کریم علیہ السلام کی صورت اور آپ کا مثل نہیں بن سکتا۔

اب یہاں ان لوگوں کو سوچنا چاہیے جو والی دو جہاں سید مرسلاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ حضور کی مثل ہونے کا دعویٰ تو شیطان مردود بھی نہ کر سکا۔ تم اگر مثل بنو گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو کام شیطان سے بھی نہ ہو سکا، وہ تم نے سرانجام دے دیا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے بزرگان دین کا مشاہدہ ہے کہ جس مقام پر آقا جلوہ فرما کر اپنے غلام کو شرف زیارت عطا کرتے ہیں۔ وہ مقام معطر ہو جاتا ہے ؎

جو خیال آیا تو خواب میں وہ جمال اپنا دکھا گئے
یہ مہک لہک تھی لباس میں کہ مکان سارا بسا گئے

اللہ رب العالمین کی بارگاہِ اقدس میں دعا ہے کہ ہمیں خواب میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہو۔ یہ تو درست ہے کہ ہم اس کے قابل نہیں، مگر ؎

برستا نہیں دیکھ کر ابر رحمت
بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے

کہاں تقدیر ہے میری کہ میں پہنچوں مدینے تک
الٰہی خواب ہی میں شاہ کا دیدار ہو جائے
توسل ہر نبی کا ہر ولی کا اسے مر بطحیٰ!
مرا سینہ تیرے جلووں سے پر انوار ہو جائے

سامعین کرام! ہمارا خواب میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنا سچا خواب ہوتا ہے، اور دوسرے خواب عموماً جھوٹے بھی ہوتے ہیں اور سچے بھی، مگر اللہ تعالیٰ کے نبی جو خواب میں دیکھتے ہیں وہ خواب بھی وحی الٰہی ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا خواب بڑی تفصیل سے موجود ہے جو انہوں نے بوقت ذبح اپنے نورِ نظر سے بیان کیا۔

سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کا خواب

قرآن کریم میں باری تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے خواب کی کیفیت یوں بیان فرمائی ہے:

إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ٥

بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ گویا تم کو ذبح کر رہا ہوں، تو تم بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے۔ انہوں نے کہا کہ اباجان جو حکم آپ کو ملا ہے وہی کیجئے خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں پائیں گے

چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خواب کو وحی الٰہی سمجھ کر اپنے نورِ نظر کی گردن پر چھری رکھ دی۔

حبیب اللہ علیہ السلام کا خواب

اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ سے پہلے ایک خواب دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفہا میں داخل ہو رہے ہیں، چنانچہ قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب کی عظمت اور صداقت کو اس طرح بیان فرمایا:

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ ﴿پ ۲۶ - ع ۱۳﴾

بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا کہ اگر تم مسجد حرام میں خدا نے چاہا تو امن امان کے ساتھ داخل ہو گے۔

ان قرآنی واقعات سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کے خواب وحی الٰہی ہوتے ہیں۔

یوسف علیہ السلام کا خواب

چنانچہ جب سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے والد گرامی سے عرض کیا ۔

اے بابا میں سورج ڈٹھا چند ستارے یاراں
اینہہ سب مینوں سجدہ کرکے کرکر عجز ہزاراں

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب یہ خواب سنا تو آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے ۔

سُن یعقوب نبی غش کھادا، رو دھرتی تے جھڑیا
صبر تسلی دل تھیں اوہدے تھم درداں کڈھ کھڑیا

اس عظیم خواب کو سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے آنے والے تمام حالات وواقعات سمجھ لیے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ خداوند عالم جس پر اپنے لطف وکرم کی بارش کرتا ہے، اسے آزمائش میں بھی مبتلا کرتا ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے معزوہ والدگرامی کی پریشانی دیکھ کر رنجیدہ ہو گئے اور عرض کی اباحضور! اس خواب میں پریشان ہونے کی کون سی بات ہے۔ یہ تو بہت اچھا خواب ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا جس کی ترجمانی شاعر نے یوں کی ہے۔

فرمایا ہن خوشیاں جیتے اول غم اُو تھائیں
خار گلیں سرناگ خزانے وچہ تہنگ بلائیں

خواب بیان نہ کرنا

چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر بیان کرنے سے قبل اپنے نور نظر سے فرمایا

قرآن حکیم میں ہے،

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤی اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝	فرمایا بیٹا اپنے خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا، نہیں تو وہ تمہارے حق میں کوئی فریب کی چال چلیں گے۔ کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

فرمایا اے میرے پیارے یوسف! اس نورانی خواب کو اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا اس لیے کہ وہ بے سمجھ نہیں، وہ تو پیغمبر زادے ہیں، وہ فوراً تیرے خواب کی تعبیر کو سمجھ جائیں گے اور شیطان ان کے دلوں میں حسد پیدا کر دے گا۔

ہے شیطان بندے دا دشمن دسیا نبی پیارے
بھائیاں کولوں ویر پیارے پل وچہ جدا کرا دے

یہ نصیحت کرنے کے بعد سیدنا یعقوب علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بیان فرمائی

تعبیر جسے قرآن حکیم نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ	اور اسی طرح خدا تمہیں برگزیدہ کرے گا اور خواب
يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ	کی باتوں کی تعبیر کا علم سکھائے گا اور جس طرح
وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى	اس نے اپنی نعمت پہلے تمہارے دادا سیدنا
اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى	ابراہیم و اسحٰق (علیہم السلام) پر پوری کی تھی اسی
اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ	طرح تم پر اولادِ یعقوب پر پوری کرے گا۔ بیشک
اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝	تمہارا پروردگار جاننے والا حکمت والا ہے

سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: اے جانِ پدر، اے نورِ نظر تیری اس عجیب و غریب خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تیرا پروردگار تجھے میری اولاد میں سے عظمت و شان عطا فرمائے گا اور تجھے خوابوں کی تعبیریں بتانے کا علم مرحمت کیا جائے گا جیسے میرے مالک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام پر انعام و اکرام فرمائے تھے اور انہیں اپنی نعمتوں سے سرفراز کیا تھا اسی طرح تجھے بھی نوازے گا۔ تیری اولاد میں سے بڑے بڑے اولوالعزم نبی پیدا ہوں گے اور انہیں بھی اپنی نعمتوں سے مالا مال فرمائے گا۔

ام شمعون کو خبر ہو گئی سامعین کرام! ادھر حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے لختِ جگر سے محوِ گفتگو تھے۔ ادھر دیوار کی آڑ میں ام شمعون حضرت یوسف علیہ السلام کی سوتیلی والدہ باپ بیٹے کے درمیان ہونے والی باتیں سُن رہی تھیں۔

اس مقام پر چند باتیں قابلِ غور ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے سیدنا یوسف علیہ السلام کا خواب سُن کر آنے والے تمام حالات بیان کر دیئے۔ بھائیوں کے حسد کے متعلق بھی بتا دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا مجتبیٰ ہونا، خوابوں کی تعبیر جاننا، خدا تعالیٰ کی بارگاہ سے انعام و اکرام کا حصول ہونا سب کچھ بتا دیا، مگر ام شمعون جو دیوار کے پاس کھڑی باتیں سُن رہی تھیں، اس کی

آپ کو خبر کیوں نہ ہوتی؟ پھر لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا اگر ان کو خبر ہوتی تو اپنے بیٹے یوسف سے فرما دیتے کہ بیٹا ذرا چپ ہو جاؤ، یہ راز کی باتیں ہیں، اُمِ شمعون کے کان میں پڑ جائیں گی۔ آپ کو اُمِ شمعون کی خبر نہ تھی، جبھی تو حضرت یوسف علیہ السلام سے محوِ گفتگو رہے۔ لہٰذا یہاں سے معلوم ہوا کہ نبی کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہوتا (معاذ اللہ) یہ ان لوگوں کا قیاس ہے یہ دلیل شرعی نہیں ہے۔ تو توجہ فرمایئے، انشاء اللہ مسئلہ سمجھ میں آ جائے گا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام دیوار کے پیچھے کا علم تو کجا، قرآن بتا رہا ہے کہ آپ کو آنے والے تمام حالات کی خبر تھی، جبھی تو بھائیوں کے حسد اور یوسف علیہ السلام پر ہونے والے انعام و اکرام کا ذکر قبل از وقت بیان فرما دیا۔

باقی رہا اُمِ شمعون کا دیوار کے پیچھے کھڑے ہو کر باتوں کو سننا اور آپ کا اس کی طرف دھیان نہ دینا تو یہ آپ کی بے خبری کی دلیل نہیں، اللہ کے نبیوں کو خبر تو ہوتی ہے، مگر بعض اوقات اس طرف توجہ نہیں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبیوں پر بعض اوقات ایسی محویت طاری ہوتی ہے کہ ان کی توجہ کسی امر پر نہیں رہتی اور ہونے والا کام ہو جاتا ہے۔

سامعین کرام! جناب یعقوب علیہ السلام اپنے نورِ نظر کے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے مستقبل کے حالات میں ایسا کھو گئے کہ ان کی اُمِ شمعون کی طرف توجہ نہ رہی اور ہونے والی بات ہو گئی۔ اس لیے کہ مشیتِ ایزدی یہی تھی کہ اس بات کی خبر اُمِ شمعون کو ہو جائے اور آنے والے پیش آمدہ واقعات حضرت یوسف علیہ السلام کا مقدر بن چکے تھے۔ ورنہ آپ کو علم تھا، تبھی تو آنے والے حالات بیان فرما رہے تھے کہ میرا یوسف بھائیوں کے بغض و حسد کا شکار ہو جائے گا اور پھر اس امتحان کی منزل سے گزر کر مقام رفیع پر فائز ہو جائے گا۔ آپ ان کے مستقبل کے حالات میں ایسا کھو گئے کہ اُمِ شمعون کی طرف توجہ نہ رہی۔

عدم توجہ کی بنا پر کا نہ ہونا لاعلمی کی دلیل نہیں، مثلاً آپ نماز پڑھ رہے ہوں، آپ کو علم ہوتا ہے کہ چار رکعتیں ہیں لیکن نماز پڑھتے پڑھتے ذرا دھیان اور طرف گیا۔ نماز سے ذرا توجہ ہٹ

گئی، تو مشتابہ لگ گیا۔ غلطی سے کھڑے ہوناتھا، بیٹھ گئے، بیٹھنا تھا، تو کھڑے ہو گئے۔ تو کیا آپ کو علم نہ تھا؟ تو آپ کہیں گے علم تو تھا، مگر توجہ نہ رہی، جس کی وجہ سے غلطی ہو گئی۔

اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ کے نبیوں کو علم ہوتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ جو کام کرنا چاہتا ہے، تو اللہ اپنے مقبول بندوں کی توجہ اس طرف سے پھیر دیتا ہے اور وہ ہونے والا کام ہو جاتا ہے۔

بہرحال ام شمعون کو یوسف علیہ السلام کے مقدس خواب اور اس کی تعبیر کا علم ہو گیا اور اُس نے اس خواب پر برادرانِ یوسف علیہ السلام کو مطلع کر دیا۔

اس سے آگے اگلے وعظ میں بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

وما علینا الا البلاغ المبین

الفراق

اخلاقِ حسنہ انسان کا زیور ہے' اس سے ہر مومن کو آراستہ و پیراستہ ہونا چاہیے۔ قرآن کریم نے عمدہ اخلاق کی جو تعلیم ارشاد فرمائی' وہ اپنی مثال آپ ہے۔ کیوں نہ ہو یہ قرآن ہمارے آقاو مولیٰ کے اخلاقِ عالیہ کا مظہر ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کی مقدس سیرت بھی اُس بلند کردار اخلاق ہی کا تو ایک باب ہے۔ بھائیوں کے ناروا سلوک پر صبر کرنا اور پھر صاحبِ اقتدار ہوتے ہوئے انہیں معاف کر دینا' کتنی بڑی عالی ظرفی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِينَ ۝ — ہاں یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا تذکرہ پوچھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں

سیدنا یوسف علیہ السلام کی داستانِ حیات میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے انمول درس اور رشد و ہدایت ہے۔

افشائے خواب

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام کی سوتیلی والدہ نے سُن لی۔ جن کا نام ولیا تھا، اُس نے یہ خواب برادرانِ یوسف کو سُنا دیا ؎

مادرِ یوسف دی متریئی، شمعو نے دی مائی آ
ایہہ گلاں سب اس نے سنیاں بھایاں خبر پہنچائی

جناب سیدنا یوسف علیہ السلام کے خواب اور اس کی تعبیر کو سن کر برادرانِ یوسف علیہ السلام آپے سے باہر ہو گئے۔ چنانچہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں برادرانِ یوسف روبیل

گے گھر اکٹھے ہوئے اور مشورہ کرنے لگے ۔ یوسف علیہ السلام کے لیے کیا تدبیر اختیار کی جائے ۔

مشاورت

سامعین کرام! آپ سُن چکے ہیں کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کی گفتگو اُم شمعون نے سُن لی، چنانچہ اس وقت یوسف علیہ السلام کا خواب اور تعبیر برادرانِ یوسف سے بیان کر دی ۔

حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے، جن میں سب سے چھوٹے حضرت بنیامین سیدنا یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے ۔ دوسرے دس بھائیوں نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب اور اس کی تعبیر سُنی، تو آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے غضب کی بات ہے کہ ہمارا چھوٹا بھائی والدِ گرامی کو جھوٹے خواب سُنا سُنا کر اپنا گرویدہ کر رہا ہے اور ہم سے سجدہ کروانے کے ابھی سے خواب دیکھ رہا ہے ۔ شمس و قمر، یعنی ماں باپ سے بھی سجدہ کروا رہا ہے اور والدِ گرامی جناب یوسف اور اس کے بھائی بنیامین سے زیادہ محبت فرماتے ہیں ؎

دونوں بھائی ساتھیں چنگے ہوئے ایہہ راجیلے جائے
دس بھائی اسیں شیر بہادر کس گنتی وچہ آئے

قرآن حکیم نے اس جذبۂ رقابت کو اس طرح بیان فرمایا:

اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۚ ۝ (پ ۱۲، ع ۱۲)

جب بولے کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو زیادہ پیارے ہیں اور ہم ایک جماعت ہیں ۔ بے شک ہمارے باپ صراحۃً ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں ۔

کہنے لگے کہ ہمارے والدِ گرامی یوسف اور اس کے بھائی کو ہم سے زیادہ محبت کرتے ہیں، جبکہ قوت و طاقت، ہمت و جرأت میں ہم یوسف اور اس کے بھائی سے زیادہ ہیں ۔ ہم اگر لاٹھی لے کر کھڑے ہو جائیں، تو کس کی مجال ہے کہ ہمارا مقابلہ کر سکے ۔ جب ہم مشکل وقت میں باپ کے زیادہ کام آ سکتے ہیں ۔ پھر جو خدمت ہم ان کی کر سکتے ہیں، یہ دونوں چھوٹے بچے تو

نہیں کرسکتے۔ دمعلوم ابا حضور ہماری طرف توجہ کیوں نہیں کرتے، وہ ہم سے انصاف نہیں فرماتے۔ یہ شیطانی وسوسہ تھا جو شیطان نے ان کے دلوں میں ڈال دیا تھا، حالانکہ یہ ایک فطری عمل ہے' ماں باپ کو اپنی ساری اولاد پیاری ہوتی ہے، مگر چھوٹے بچے سے والدین کو پیار زیادہ ہوتا ہے۔ بڑے بچوں سے بھی محبت ہوتی ہے، مگر ان سے محبت کا انداز بچوں کی محبت سے کچھ مختلف ہوتا ہے، مثلاً چھوٹے بچے کے رخسار والدین چوم لیتے ہیں' اُسے گود میں بٹھا لیتے ہیں، جبکہ بڑے بچے سے محبت کرنے کا یہ انداز نہیں ہوتا۔ بنیامین اور جناب سیدنا یوسف علیہ السلام عمر میں چھوٹے بچے تھے اور ان کی والدہ ماجدہ کا بھی انتقال ہو چکا تھا، اس لیے اگر باپ ان یتیموں سے محبت نہ کرتا' تو پھر انہیں کون پیار کرتا ؟

دوسری بات یہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نبی تھے۔ نگاہِ بصیرت سے دیکھ رہے تھے کہ یوسف میرا جانشین بنے گا جو وراثت یعنی نبوت و حکمت باپ دادا سے یعقوب علیہ السلام کے حصے میں آئی تھی، وہ آگے چل کر یوسف علیہ السلام کے حصے میں آئے گی' یہ ایک فطری بات ہے جو بیٹا صالح ہو مرتبہ میں زیادہ ہو' باپ کی توجہ دوسری اولاد کی نسبت اس کی طرف زیادہ ہوتی ہے ـــ تو یہ چند وجوہات تھیں جن کی بنا پر جناب سیدنا یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین سے زیادہ محبت کرتے تھے، مگر شیطان لعین نے برادرانِ یوسف کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈال دیا کہ والدِ گرامی ہم سے پیار نہیں کرتے ـــ بلکہ یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی سے پیار کرتے ہیں۔

قتل کر ڈالو

برادرانِ یوسف علیہ السلام نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ اگر ہم سب باعزت زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو اس کا صرف ایک ہی راستہ ہے'

اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا	یوسف کو قتل کر ڈالو یا کہیں زمین میں پھینک
یَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِیْكُمْ وَ	آؤ کہ تمہارے باپ کی توجہ صرف تمہاری
تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا	طرف ہو جائے گی، اس کے بعد تم نیک

صٰلِحِیْنَ ۝ ہو جانا۔

اس توں جانوں مار مکاؤ بے ہو راضی سبھے
یا کسے دیس دوراڈے سٹو جتھوں خبر نہ لبھے

برادرانِ یوسف نے باہم مشورہ کیا کہ کسی طرح یوسف علیہ السلام کو باپ کی نگاہوں سے دُور کر دو اور جب یوسف (علیہ السلام) نہیں ہوگا، تو باپ کی ساری توجہ ہماری طرف ہی ہوگی۔ یوسف کے ساتھ ناروا سلوک کر لو۔ ہے تو یہ گناہ کا کام، مگر تم بعد میں اس گناہ کی معافی مانگ کر نیک ہو جانا ؎

رب کریم گناہ اساڈے بخشے کر غفاری
پھر نیکاں وچہ نام اساڈا ایویں رہسی جاری

بھائی کو قتل نہ کرو

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب یہ مشورہ طے کیا تو یہودا بول اٹھا جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے:

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ط

ان میں سے ایک بولا یوسف کو قتل نہ کرو اور اسے اندھے کنوئیں میں ڈال دو تاکہ کوئی چلتا اسے آ کر لے جائے ۔۔۔ اگر تمہیں کچھ کرنا ہے۔

یہو دانے کہا کہ تم یوسف کو قتل نہ کرو، بلکہ کسی ویران جگہ پرانے کنوئیں میں ڈال آؤ کہ کوئی راہ چلتا مسافر پانی پینے کے لیے آئے گا، وہ اسے کنوئیں سے نکال کر لے جائے گا پھر

دینہ وطن گھر پالے اس نوں رکھے وانگ غلاماں
ایہہ تدبیر یہودے والی ہوئی پسند تماماں

چنانچہ یہودا کی تدبیر پر تمام بھائی متفق ہو گئے تو یہ بات طے پائی کہ والد گرامی کی

خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی جائے کہ ابا جان ہم سب مل کر جنگل میں شکار کے لیے جایا کرتے ہیں، آپ بھی یوسف کو سیر و تفریح کے لیے ہمارے ساتھ بھیج دیں — اس بات کے ساتھ ہی مجلس برخاست ہو گئی۔

سیر و تفریح

برادرانِ یوسف والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے ابا حضور! آج کل موسم بڑا خوش گوار ہے۔ ہمارا ارادہ سیر و شکار کا ہے۔ ہم نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ اس دفعہ ہم اپنے پیارے بھائی یوسف کو بھی ساتھ لے کر جائیں گے۔ ہمارا چھوٹا بھائی گھر میں قید رہے اور ہم سب جنگل کی سیر سے لطف اندوز ہوں، یہ مناسب نہیں۔

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ۝ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

کہنے لگے ابا جان کیا وجہ ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کے خیر خواہ ہیں کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجیے کہ مزے سے کھائے اور کھیلے اور بیشک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

کل آپ یوسف کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے تاکہ کھائے پیے اور کھیلے اور ہم اس کی پوری پوری حفاظت کریں گے اور خیال رکھیں گے ؂

ایہہ گل سُن یعقوب نبی دا بدن گیا ہل سارا
یوسف طرف دھیان کیتا سو ڈٹھا نازک تارا
تھر تھر کنبیا بدن مبارک ویکھ حقیقت ساری
اج سر تے آون لگی کجھ مصیبت بھاری

جونہی برادرانِ یوسف نے خفیہ منصوبے کے تحت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کی درخواست ابا جان سے کی، تو آپ نے فوراً فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ تم میرے یوسف کو لے جاؤ گے وہ کہیں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے — یعنی جو بات انہوں نے واپسی پر کہنا تھی، وہ جانے سے پہلے

بتادی۔ کہتے ہیں نبی کو مستقبل میں ہونے والے واقعات کی خبر نہیں ہوتی۔ اگر آپ کو خبر نہ ہوتی تو یہ کبھی نہ فرماتے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے۔

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ○

فرمایا بیشک مجھے رنج دے گا کہ اسے لے جاؤ اور ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھالے اور تم اس سے بے خبر رہو۔

باپ کہے جی ڈرد امیرا جے تُسیں نال لے جاؤ
گرگ پوے کھوہ کھاوے اسنوں تسیں نہ خبراں پاؤ

غافلون کی تشریح حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر یوسف میں اس آیۃ مقدسہ کے تحت لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے برادرانِ یوسف کو غافل اس لیے کہا تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں اس فعل پر گرفت نہ فرماتے اور جو گناہ بندے سے غفلت اور بھول کی حالت میں ہو جاتے اللہ تعالیٰ اس گناہ پر پکڑ نہیں فرماتا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ میں دس اشارے ملتے ہیں،

پہلا، یہ کہ تم یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو باپ کو محبت ہے، تم اس سے غافل ہو۔

دوسرا، تم اللہ تبارک و تعالیٰ سے بھی غافل ہو۔

تیسرا، تم اپنی جزا سے غافل ہو۔

چوتھا، تم اپنے انجام سے غافل ہو

پانچواں: تم اپنے رب کے فضل سے غافل ہو۔

چھٹا، تم یوسف علیہ السلام کی سعادت و بادشاہت سے غافل ہو۔

ساتواں، تم یوسف علیہ السلام کے سامنے زیر ہونے سے غافل ہو

آٹھواں: تم اس بات سے غافل ہو کہ یوسف علیہ السلام کے محتاج ہو گے۔

ناںواں، تم ترکِ خدمت سے غافل ہو۔

دسواں: تم اس بات سے غافل ہو کہ یوسف علیہ السلام تمہارے حسد، مکر و فریب کو بخش دیں گے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ غفلت کا عذاب ندامت کا باعث ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا سوال سن کر فرمایا اے برادران یوسف میں یوسف کو تمہارے ساتھ تو بھیج دوں، مگر اس کا تمہارے ساتھ روانہ کرنا میرے اوپر ایک غم کا پہاڑ گرانا ہے پھر مجھ کو یہ اندیشہ بھی ہے کہ تم اس سے غافل ہو جاؤ اور اسے بھیڑیا کھا جائے۔ برادران یوسف نے جواب دیا جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے۔

قَالُوْا لَئِنْ اَکَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّا اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ — کہنے لگے اگر اسے بھیڑیا کھا جائے اور ہم ایک جماعت ہیں، جب تو ہم کسی مصرف کے نہ رہے

جے یوسف بگھیاڑے کھادا سب کجھ اساں گوایا
اسیں زیانی جے اس ویلے زورا کم نہ آیا
فرزنداں دی عرض پدر تے موڑن مشکل ہوئی
دل وچہ جاتا تیر قضاؤں ڈھال علاج نہ کوئی

حضرت یعقوب علیہ السلام نے برادران یوسف کے ساتھ یوسف علیہ السلام کو بھیجنے کا فیصلہ کرنے سے پہلے سوچا کہ میں اپنے یوسف کا ارادہ بھی پوچھ لوں۔ چنانچہ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اے یوسف! بتاؤ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ کیا تم اپنے بھائیوں کے ساتھ جانا چاہتے ہو یا نہیں ۔

یوسف عرض کرے یا حضرت دیہہ رخصت ہو راضی
میں راضی ہاں سیر جنگل تھیں بھایاں ویکھ فیاضی
میرے ویر نہ ویری میرے کر دے عرض پیاروں
خوش میرا دل نال بھراواں سیر کراں گلزاروں

حضرت یوسف علیہ السلام نے عرض کیا ابا جان! میں اپنے بھائیوں کے ساتھ سیر کو جانے کے لیے تیار ہوں۔ آپ مجھے اجازت دے دیں ؎

سُن یعقوب رُنا بھر اکھیں فرزنداتوں جاویں
دل وچہ میرے نتیں تسلی خبر نہیں کدآویں
ہردم تیرے حاضر ہوندیاں دل نوں صبر نہ آوے
کیونکر تیرے وچہ وچھوڑے سارا روز وہاوے
سختی جنگل تدھ نہ معلم نازاں دے وچہ پلیوں
مینوں چھوڑ اکلا مجھرے توں یوسف اُٹھ چلیوں
جے نہ تیری مرضی ہوندی گھلدا نہ کدائیں
اج جدائیاں سرتے آیاں وقت مقدر تائیں

فرمایا اچھا بیٹا اگر تو اپنے بھائیوں کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہے تو پھر میں تجھے اجازت دیتا ہوں کہ کل صبح تم بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ چلے جانا۔ یہ بات سُن کر برادرانِ یوسف کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ دل ہی دل میں کہنے لگے کہ ہمارا کام بن گیا، اب ہمارا منصوبہ کامیاب ہو جائے گا۔ اور رات گزر گئی۔

تیاری

صبح ہوئی تو سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے نورِ نظر کا سر دھلایا اور نہلایا، پھر اچھے اچھے کپڑے پہنائے اور خوشبو لگائی اور تبرکاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیراہن جو کہ آپ کو نمرود کی آگ میں گرتے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جنت میں سے لا کر آپ کو پہنایا تھا، تعویذ کر کے پیارے یوسف علیہ السلام کے بازو پر باندھ دیا اور تبرکاً حضرت اسحٰق علیہ السلام کا عمامہ سر پر رکھا

پھر گلے لگا کر آہ سرد کھینچی اور پھر کلیجے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے ؎

کرچکا سی اس دلبر دی پُشتاں نال تیاری
ٹُرن نوں دل چاہے ناہیں فراق دسے دشواری
اک زنبیل خلیل اللہ دی توشہ خورش وکھائی
میوے کجھ طعام رکھا کر فرزنداں پکڑائی
تے اک بوتل شربت والی دے اونہاں فرمایا
پاس رکھو ایہہ یوسف کاسن ہوئے نہ ترہایا
نال گئے خود رخصت کرنے شہروں باہر آئے
بھائیاں گود لیا چا یوسف ظاہر لطف وکھائے

جُدائی شہر کنعان کے باہر سرِ راہ ایک نہایت سایہ دار عالی شان درخت تھا کہ جہاں تمام کنعانی لوگ مسافروں کو لینے اور پہنچانے کے لیے جایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام بھی اپنے تمام فرزندوں کے ساتھ پیارے یوسف علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر اس درخت تک تشریف لائے۔ دل فراقِ یوسف میں گریہ کناں تھا، آخر بے قرار ہو کر اپنے نورِ نظر کو گود میں اُٹھا لیا ؎

ویکھ لئو دیدار اونہوں مڑ مجب ہتھ نہ آوے
غم بھنے نت وہندے رہنے تسیں دوویں چہرا ہے

پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس درخت کے سائے میں بیٹھ کر اپنے فرزندوں کو آخری نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے فرزندو! دیکھو یوسف تمہارے باپ کی امانت ہے، اسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچانا۔ جہاں یہ کہے، وہاں اسے ٹھنڈا پانی پلانا۔ اور اے میرے بیٹو! اسے دھوپ میں زیادہ نہ پھرانا کہ کہیں یہ تھک نہ جائے، اس کے پھول سے رخسار کملا نہ جائیں۔ والدِ گرامی کے ارشادات سن کر تمام برادرانِ یوسف نے پورا پورا یقین دلاتے ہوئے عرض کیا، ابا جان! آپ بالکل فکر نہ کریں، ہم اس کا پورا پورا خیال رکھیں گے۔

پھر سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے یہودا سے فرمایا: اے یہودا! تم خاص طور پر یوسف کا خیال رکھنا۔ میں اپنے نورِ عین کو تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ دیکھنا اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے؛ یہودا نے یوسف علیہ السلام کی نگہبانی کرنے کا ذمہ اُٹھایا، تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام اور برادرانِ یوسف کو رخصت ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی ؎

چھوڑ چلے بل چھیکڑواری بلسن پھیر کد امیں
جاں یوسف ہو رخصت چلیا کردا باپ دعائیں
جا فرزند احوالے رب دے جنگل باشش بلائیں
جھب مڑیں مت اساں وساریں آویں ترت پچھائیں
یوسف پیو تھیں رخصت ہویا ہو نے سختی جھلی
تے یوسف نوں رخصت کردیاں رخصت ہوئی تسلی

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے نورِ نظر کو رخصت کر دیا۔ برادرانِ یوسف نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو بڑی محبت سے کندھوں پر اُٹھایا اور محبت بھری باتیں کرتے ہوئے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر یوسف میں لکھتے ہیں،

بہن کا خواب

اسی اثنا میں حضرت یوسف علیہ السلام کی بہن حضرت زینب نے خواب میں دیکھا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام بھیڑیوں کے ہاتھ لگ گئے ہیں اور بھیڑیئے انہیں کھا رہے ہیں۔ وہ گھبرا کر اور ڈر کر بیدار ہوئی اور روتی ہوئی والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، میرے بھائی یوسف کے ساتھ آپ نے کیا کیا ہے؟ فرمایا، میں نے اسے تیرے بھائیوں کے ساتھ بھیج دیا ہے۔ بہن نے کہا، آپ نے یوسف کو بھائیوں کے ساتھ بھیج دیا ہے کہ وہ اس سے غلاموں کی طرح خدمت لیں۔ آپ نے یوسف کو ان کے ساتھ بھیج کر اچھا نہیں کیا۔ پھر وہ برادرانِ یوسف کے پیچھے دوڑی اور ان کے پاس پہنچ کر یوسف علیہ السلام کے دامن کو

پکڑ لیا اور کہا ؎

میں لے ویر نہ جاون دیساں بھلا تیں تیں جاناں
باپ سنے میں روندی رہساں کر کجھ ہوش ٹھکاناں
تیرے باجھوں میں مر جاواں تے کی باپ کرے گا
بابا مین تیرے وچھڑ رہاں میرے وانگ مرے گا
یوسف کہندا بھین پیاری نہ کر گریہ زاری
نال بھراواں جلدی آواں خیر منگو سرداری

چنانچہ برادرانِ یوسف حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے اور بہن روتی ہوئی واپس گھر آگئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا "بیٹی! تم کیوں رو رہی ہو؟" عرض کی "اباجان تھوڑی دیر بعد آپ بھی میرے ساتھ روئیں گے۔"

سنگدلی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب اُن کے بھائی لے گئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سیدنا یوسف علیہ السلام کی طرف دیکھتے رہے اور حضرت یوسف بھی والدِ گرامی کی طرف مڑ مڑ کر دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی نگاہوں سے غائب ہو گئے۔ جب تک حضرت یوسف حضرت یعقوب علیہ السلام کی نگاہ میں رہے ہر ایک بھائی یوسف علیہ السلام کو بڑے اکرام سے اپنے اپنے کندھے پر اٹھاتا رہا، جب انہیں یقین ہو گیا کہ اب ہم باپ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں، تو ؎

جاں پوشیدہ ہوئے نظروں یوسف سٹیا دھرتی
تن نازک جاں ڈنگاں دوں کی کہواں جو ورتی

صاحب تفسیر روح المعانی نقل فرماتے ہیں،

فَلَمَّا خَرَجُوْا بِهٖ يَحْمِلُوْنَهٗ عَلٰى رِقَابِهِمْ وَيَعْقُوْبُ يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ فَلَمَّا بَعُدُوْا عَنْهُ وَصَارُوْا بِهٖ اِلَى الصَّحْرَاءِ اَلْقَوْهُ اِلَى الْاَرْضِ وَاَظْهَرُوْا لَهٗ مَا فِيْ اَنْفُسِهِمْ مِنَ الْعَدَاوَةِ وَبَسَطُوْا لَهُ الْقَوْلَ وَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَهٗ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ اِلٰى وَاحِدٍ مِّنْهُمْ وَاسْتَغَاثَ بِهٖ ضَرَبَهٗ۔ (روح المعانی ص۱۴۶)	جب حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائی لے کر نکلے تو انہوں نے آپ کو کندھوں پر بٹھالیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام ان کے اس رویے کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ جب چلتے چلتے اتنی دور ہو گئے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نظروں سے اوجھل ہو گئے، تو انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو زمین پر دے مارا اور اپنی دلی عداوت کا اظہار کر دیا۔

پکڑ بھراواں مار چپیڑاں لال کیتے رخسارے
چک چک مار یا دھرتی اتے زخم لگے تن سارے

پھر طمانچے لگانے لگے اور پکڑ کر گھسیٹنے لگے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے جو کھانا حضرت یعقوب علیہ السلام نے دیا تھا، وہ کتوں کے آگے ڈال دیا اور پانی پھینک دیا۔ شمعون نے یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے چھری نکالی۔ یوسف روبیل کے دامن سے لپٹ گئے۔ روبیل نے دھکا دیا اور خوب مارا۔ اسی طرح یوسف ہر بھائی کے پاس گئے، سبھی نے یہی سلوک کیا۔ اس وقت سیدنا یوسف علیہ السلام کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی۔ یہودا نے یوسف علیہ السلام سے پوچھا: یہ خوشی کا کونسا مقام ہے؟ اس پر سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں نے ایک دن تمہاری قوت و طاقت کو دیکھ کر دل میں خیال کیا کہ جس کے بھائی ایسی ہمت و طاقت کے مالک ہوں، اس کے نزدیک دشمن بھلا کیسے آسکتا ہے اور اس پر کس کا زور چل سکتا ہے۔ سو آج خدا نے میرے اس خیال کے سبب تمہیں میرا دشمن بنا دیا۔ بندے کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی پر

بھروسہ نہ کرے ؎

ایہہ گل سُن یہودا ویار رحم دلے وچہ آیا
پکڑ کلاوے یوسف تائیں دامن ہیٹھ چھپایا

یہودا کے دل میں جذبۂ رحم بیدار ہو گیا اور کہا "اے یوسف! تم میرے دامن کے نیچے آجاؤ میں تمہاری حفاظت کروں گا۔" بھائیوں نے یہودا سے کہا "کیا تو اپنے عہد سے پھر گیا" یہودا نے کہا "جس عہد میں خدا تعالیٰ کی رضا شامل نہ ہو، اس عہد سے پھرنا اس پر قائم رہنے سے بہتر ہے۔ اگر تم یوسف کو قتل کرنا چاہتے ہو تو پہلے مجھے قتل کرو ؎

تسیں بے مار و یوسف تائیں میں پہلے لڑمرساں
ویر پیارے یوسف اُتوں جان تصدق کرساں

برادرانِ یوسف نے یہودا سے بڑی منت سماجت کی کہ تم یوسف کی طرفداری نہ کرو۔ اگر ہم آج اسے قتل کر دیں گے، تو ہماری زندگی راحت و آرام سے گزرے گی۔ جب یہودا نہ مانا تو وہ کہنے لگے کہ چلو پھر یوسف اور یہودا دونوں کو قتل کر دو ؎

اِکا تیغ دوہاں سر کاٹی مار دفن کر چھلو
کٹ کوشالا عمراں والا، دو گھڑیاں ڈکھ جھلو
جدوں یہودے جاتا آخر ویر نئیں ٹل دے
ہن یوسف تے میرے تائیں قتل کرن نیں چل دے
تاں کیہا مت مار دجہانوں خون نہ سر تے آوے
اس نوں وچہ اندھیرے کھو ہے سُٹ چلو مرجاوے

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ ۚ

اور پھر اسے لے گئے اور سب کی رائے یہی ٹھہری کہ اسے اندھے کنوئیں میں ڈال دیں۔

کنوئیں میں ڈال دو

آخر سب بھائی اس بات پر متفق ہوگئے کہ اس کو کسی اندھیرے کنوئیں میں ڈال دیا جائے، چنانچہ انہوں نے اس ماہ جبینِ پیکرِ حسن و جمال کے پاؤں کو باندھ لیا اور ایک رسی کمر پر باندھ دی، پھر سے

رل مل او نہاں یوسف اتوں جامے پکڑا تارے
بدن مبارک ننگا ہویا چڑھے فلک لشکارے

آنسو رواں ہوگئے

جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالنے لگے، تو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ باپ کی محبت بہن کا پیار اور بنیامین کی ننھی صورت یاد آگئی۔ روتے ہوئے فرمایا، مجھے کنوئیں میں مت ڈالو سے

مارو تیغ کرو دو ٹکڑے اک واری مرجاواں
ایہہ تکلیف جو کھوہ دے والی زندہ مول نہ پاواں
مرن سوکھالا نظری آوے کھوہ ہے قید مندیری
ویر میرے چا تیغ وگاؤ عرض قبولو میری

انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی ایک نہ سُنی اور ایک رسّی کمر سے باندھ دی اور پھر سوائے یہودا سب نے مل کر کنوئیں میں لٹکا دیا اور پھر رسّی کو نہایت بیدردی سے چھوڑنا شروع کیا۔ جب آدھی مسافت تک یوسف کنوئیں میں پہنچے تو انہوں نے چھری سے رسّی کاٹ دی۔ اُدھر یوسف کی رسّی کٹی اور تن نازک کنوئیں میں گرنے لگا، ادھر عرشِ معلیٰ سے جبریل کو حکم ہوا سے

قرآن حکیم میں ہے،

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

تو ہم نے یوسف کی طرف وحی بھیجی (ایک وقت آئے گا) تم ان کو جتلاؤ گے اور وہ تم کو پہچانیں گے بھی نہیں۔

اس آیۂ مقدسہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو تسلی دی گئی کہ امتحان بڑا سخت ہے۔ اس نازک مرحلہ پر گھبرانا نہیں، مٹانے والے اگر قوت والے ہیں تو بچانے والا سب سے طاقتور اللہ ہے۔ یہ تجھے ختم کرنا چاہتے ہیں، مالک تمہیں خلعتیں عطا کرنا چاہتا ہے۔

جاں بھائیاں کٹ رسّی یوسف کھوہے وچہ ڈگیا
جبرائیل مقرب تائیں حکم الٰہی آیا

چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں پر لے کر نہایت راحت و آرام سے کنوئیں میں ایک صاف اور عمدہ پتھر پر بٹھا دیا۔ نیز وہ اندھیرا کنواں سیدنا یوسف علیہ السلام کے گرتے ہی آپ کے حسن و جمال کی شعاعوں سے روشن اور منور ہو گیا۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کی برکت سے کنوئیں کا کھاری پانی میٹھا ہو گیا۔ تمام موذی جانور جو کہ کنوئیں میں موجود تھے، بحکم خداوندی اپنے اپنے سوراخوں میں داخل ہو گئے۔

ملاقات ایک شخص یہودا نامی اپنے زمانے میں بڑا متقی اور پرہیزگار تھا اور بارہ سو برس اس کی عمر تھی۔ اُس نے حضرت شیث علیہ السلام کے حسن و جمال کا حال دیکھا اور یہ یہود علیہ السلام کی قوم میں سے ایک نہایت مستجاب الدعوات شخص تھا۔ اُس نے جب یہ بیان پڑھا تو اللہ رب العالمین کی بارگاہِ اقدس میں یہ دُعا کی کہ اے اللہ رب العزت میری عمر اتنی دراز ہو جائے کہ میں یوسف علیہ السلام کی زیارت کر لوں۔ ہاتف نے اسے غیب سے آواز دی کہ جو کنواں شداد بن عاد نے کھدوایا ہے اس کنوئیں میں جا کر ٹھہر جا۔ حضرت یوسف علیہ السلام تیرے پاس خود پہنچ جائیں گے۔

پس وہ شخص اس کنوئیں میں جا کر ٹھہر گیا اور خداوند قدوس کی عبادت کرنے لگا۔

نت فرشتے حکم خدا تھیں غیبوں خورش لیاون
اس عابد نوں کھوہے اندر عزت نال کھلاون

جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں میں پہنچے، تو فی الفور وہ شخص اپنی جگہ سے اٹھا اور اُس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سینے سے لگالیا اور آہ سرد بھری اور عرض کیا ایک طویل عرصہ سے آپ کی زیارت کا مشتاق ہوں۔

حضرت امام غزالی تفسیر سورۃ یوسف میں فرماتے ہیں کہ اُس نے عرض کی؛

یا نبی اللہ لا تشك عن اخوتك الیٰ احد

اے اللہ کے نبی ؛ تو بھائیوں کی شکایت کسی سے نہ کر۔ خدا تعالیٰ نے تجھے میرے شوق کی وجہ سے یہاں بھیجا ہے۔

بھائیاں دا توں گلہ شکایت یوسف کریں نہ کائی

ایہہ سب میرے ملنے کارن تدہ مصیبت پائی

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جو کرتا بطور تعویذ پیارے یوسف علیہ السلام کے بازو پر بندھا ہوا تھا، کھول کر معصوم یوسف کے گلے میں پہنا دیا اور قسم قسم کے کھانے بہشت بریں سے لاکر ان کے سامنے چن دیتے۔

منزلِ رضا

معزز سامعین حضرات! زندگی ایک ایسا کٹھن سفر ہے، جس کو طے کرنے کے لیے انسان کو سینکڑوں نشیب و فراز سے گزرنا پڑتا ہے، کبھی سُکھ ہے تو کبھی دُکھ، کبھی خوشی ہے تو کبھی غم، کبھی راحت ہے تو کبھی الم، کبھی آسانی ہے تو کبھی تنگی، کبھی صحت ہے تو کبھی بیماری، کبھی امیری ہے تو کبھی فقیری یہ قانونِ قدرت ہے کہ انسان کو ان منازل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ (پ۲۰ - ع ۱۳)

کیا لوگ یہ خیال کیے ہوتے ہیں کہ یہ کہنے سے ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔

قرآن حکیم میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل و علا کا ارشاد ہے ؎

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (پ ۲، ع ۲)

اور ہم ضرور کسی قدر خوف اور بھوک اور مال و جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو خوش خبری سُنا دو صبر کرنے والوں کو۔

اللہ ربّ العزت نے ان آیات بیّنات میں اپنے نظامِ قدرت کا بیان فرمایا کہ ہم اپنے بندوں کی آزمائش کرتے ہیں کبھی خوف سے کبھی بھوک سے، کبھی اموال کی کمی سے کبھی جانوں کی کمی سے اور کبھی پھلوں کی کمی سے ـــــ خوش بخت ہیں وہ لوگ جو مولا کریم کی رضا جوئی کیلیے

ہر حال میں صابر و شاکر رہتے ہیں۔

صبر کا اجر

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر صبر کرنے کا حکم اور صابر کے مقام رفیعہ کا ذکر موجود ہے:

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ (پ۲، ع۲)	اور خوشخبری سنا دو صبر کرنے والوں کو
اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (پ۲۳ع۱۴)	جو صبر کرنے والے ہیں، ان کو بے شمار ثواب ملے گا
وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (پ۱۴ ع۱۹)	اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم ان کو ان کے اعمال کا نہایت اچھا بدلہ دیں گے
وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (پ۴، ع۱۰)	اور اگر تم صبر اور پرہیزگاری کرتے رہو گے تو یہ بڑی ہمت کے کام ہیں
وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (پ۲۱ ع۱۱)	اور جو مصیبت تجھ پر واقع ہو اس پر صبر کرنا، بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں
وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ (پ۱۴، ع۲۲)	اور اگر صبر کرو، تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت اچھا ہے
سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (پ۱۳ ع۹)	تم پر سلامتی ہو، یہ تمہارے صبر کا بدلہ ہے، اور عاقبت کا گھر خوب ہے
اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا (پ۱۹ ع۴)	اُن لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے اونچے محل دیئے جائیں گے اور وہاں فرشتے ان سے دعا و سلام کے ساتھ ملاقات کریں گے۔
اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا (پ۲۰ ع۹)	اُن لوگوں کو دوگنا بدلہ دیا جائے گا، کیونکہ وہ صبر کرتے رہے

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝ (پ ۲۹، ع ۱۹)
اور ان کے صبر کے بدلے اُن کو بہشت اور ریشم کے ملبوسات عطا کرے گا

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (پ ۲۱، ع ۹)
پس تم صبر کرو، بے شک خدا کا وعدہ سچا ہے

اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے ان آیات بیّنات میں صبر کرنے والوں کو اجر وثواب اور آخرت میں ملنے والے انعام واکرام کا ذکر فرمایا۔

صابروں کو بے شمار اجر ملے گا۔ صبر عزم الامور میں سے ہے، صبر ایک اعلیٰ عبادت ہے۔ صابروں کو دوگنا اجر وثواب ملے گا۔ صابرین کا مقام جنت میں اونچے اونچے محلات ہیں انہیں ریشم کے ملبوسات عطا کیے جائیں گے۔ جنت کے دروازوں پر ملائکہ ربانی ان کا استقبال تحیۃ و سلام سے کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے صبر کرو تمہارے پروردگار کا وعدہ سچا ہے۔ صابرین کو دنیا و آخرت میں سب سے بڑا انعام یہ ملتا ہے کہ دونوں جہان کا خالق ومالک ان سے محبت فرماتا ہے اور ان کو اپنا قرب خاص عطا فرماتا ہے، جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے :

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ (پ۴ ع ۶) — اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (پ۲ ع ۲) — بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اسی لیے تو پیر رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہیچ تسبیح نہ دارد آں درج
صبر کن الصبر مفتاح الفرج

صبر ہی حصولِ برکات وحسنات کا ذریعہ ہے، صبر ہی ذریعہ نجات ہے، صبر ہی کا بدلہ جنت ہے۔ صبر ہی نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی کٹھن منزلوں کو آسان کیا۔ صبر ہی سے سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے نورِ نظر کی جدائی کو برداشت کرکے مقام رفیع حاصل کیا۔

سامعین کرام! سیدنا یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنوئیں میں گرادیا تو اب ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اب اپنے کیے پر پردہ کیسے ڈالا جائے، چنانچہ انہوں نے باہمی مشورہ کرکے یہ طے کیا کہ ہمارے پاس جو یوسف (علیہ السلام) کا کرتہ ہے، اسے ایک بکری کا بچہ ذبح کرکے اس کے خون سے رنگین کرلیا جائے اور پھر اُس کرتے کو لے کر رات کے وقت ابا حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر روتے ہوئے عرض کی جائے کہ اباجان! یوسف کو بھیڑیے نے کھالیا ہے ؎

لے گیا یوسف کو آکر بھیڑیا ہائے ہم پر حشر برپا ہوگیا
لُٹ گیا جنگل میں اپنا قافلہ ہاتھ ملتے رہ گئے وا حسرتا

واپسی اس منصوبے پر اتفاق رائے ہونے کے بعد انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے مقدس کُرتے کو خون سے رنگین کیا اور رات کے وقت اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوگئے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝ اور رات کو اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے حاضر ہوگئے

رات پئی تے روندے پٹدے گھر دی طرف سدھلے
بیٹھا باپ اڈیکے اگے اندر شوق سواتے

سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں پہلے ہی بے حد پریشان تھے، ایک ایک لمحہ بڑے کرب سے گزر رہا تھا —— جوں ہی برادرانِ یوسف کے رونے کی آوازیں سُنیں تو آپ کی حالت عجیب ہوگئی۔ پھر جب وہ سارے کے سارے حاضر ہوئے اور اُن میں یوسف علیہ السلام کو موجود نہ پایا تو پوچھا:

قَالَ مَا اَصَابَكُمْ وَاَيْنَ يُوْسُفَ فرمایا تمہیں کیا مصیبت پیش آئی اور یوسف کہاں ہیں؟ (تفسیر روح المعانی ج۱۲)

کی ہویا کیوں روندے آئے کس آفت نے مارے
یوسف کتھے لے فرزندو مڑ مڑ باپ پکارے

بھائیوں نے روتے ہوئے اپنے والدگرامی کی خدمت میں عرض کیا:

قَالُوْا یٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَھَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ	کہنے لگے اے ابا حضور ہم چلے گئے دوڑتے ہوئے
تَرَکْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا	اور چھوڑ گئے یوسف کو اپنے سامان کے پاس تو
فَاَکَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ	اُسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ ہمارا یقین نہ کریں گے
بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ کُنَّا صٰدِقِیْنَ ۔	اگرچہ ہم سچے ہیں۔

وگی کلام پتاں دی ایسی لگی تیز کٹاری

سُن پیغمبر غش کھا ڈھرتی آن پیا یک واری

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے نورِ نظر کی جدائی کی خبر سُنی تو صبح تک بیہوش رہے۔ آپ کی اس حالت کو دیکھ کر برادرانِ یوسف ایک دوسرے سے کہنے لگے:

قَالُوْا بِئْسَ مَا فَعَلْنَ بِیُوْسُفَ وَ	کہنے لگے ہم نے یوسف اور اس کے باپ کے
وَالِدَہٗ فَاَیُّ عُذْرٍ لَّنَا بَیْنَ	ساتھ برا کیا، اب خدا کے سامنے ہمارے پاس
یَدَیِ اللّٰهِ تَعَالٰی ،	کیا جواب ہوگا۔
وَیْلٌ لَّنَا مِنْ دَیَّانِ یَوْمِ الدِّیْنِ	خرابی ہے اب ہمارے لیے قیامت
ضَیَّعْنَا اَخَانَا وَقَتَلْنَا اَبَانَا ۔	تک کہ بھائی کو ہم نے ضائع کیا اور باپ
(روح المعانی ص ۱۶۹/۱۲-۲۰)	کو مار ڈالا۔

روون تے کرلاون سبھے ویلا ہتھ نہ آوے

حال نبی دیں کی کہواں قلم لکھے جل جاوے

باپ پیا ایہہ جا بھاون پھر ڈگے وچہ دم دے

تے آرام قرار نہ دیون دل وچہ غم الم دے

روون ویکھ احوال دکھاں دے پیغمبر دے گھر دے

کہن پسر اس سختی نالوں اسیں جنگل وچہ مردے

بِدَمٍ کَذِب

حضرت یعقوب علیہ السلام ساری رات فراق یوسف کے غم میں بیہوش رہے۔ جب صبح ہوئی تو فرمایا اے برادرانِ یوسف! اگر میرے نورِ نظر کو بھیڑیئے نے کھایا ہے، تو تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ اس پر انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کا خون آلودہ مقدس کرتہ پیش کیا۔ قرآنِ حکیم میں ہے،

وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ کَذِبٍ ؕ اور وہ اس کے کرتے پر جھوٹا خون لگا کر لائے

برادرانِ یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کا خون سے رنگین کرتہ روتے ہوئے پیش کیا۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے پیراہن یوسفی کو دیکھا تو آپ کو غش آگیا۔ پھر جب ہوش آیا تو اس کرتے کو بغور دیکھا...

وَلَمَّا جَآءُوْا بِهٖ جَعَلَ یُقَلِّبُهٗ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو وہ قمیص دیا

فَیَقُوْلُ مَا اَرٰی بِهٖ اَثَرَ نَابٍ تو آپ نے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا تو فرمایا کہ

وَلَا ظُفُرٍ اِنَّ هٰذَا السَّبُعَ رَحِیْمٌ اس قمیص پر نہ تو دانت لگے ہیں نہ ناخن بیشک

(تفسیر روح المعانی ج۱۲ ص۱۲۹) یہ درندہ بڑا رحم دل تھا۔

نہ پیراہن خاک آلودہ، نہ پھٹیا وچہ دنداں
کیڈک گرگ پیارا اُس دا جی کھے فرزنداں

تن یوسف دے زخم نہ لایا نہ وچہ خاک رُلایا
لا کرتہ جے نے گیا زندہ پھیر کس ایہہ رنگ چڑھایا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر بھیڑیا میرے یوسف کو کھاتا، تو یقیناً یوسف کا کرتا پھٹ جاتا، کہیں دانتوں کے نشان ہوتے، کہیں اس کے پنجے کے نشان ہوتے اور یہ مقدس کرتا خاک آلود بھی ہوتا، مگر حیرت کی بات ہے کہ بھیڑیئے نے میرے یوسف کو تو کھالیا، مگر کرتے کو خراش تک نہ آنے دی۔ اگر تم یہ کہو کہ اُس نے میرے یوسف کو کھانے سے پہلے کرتا اتار لیا تھا اور بعد میں یوسف کو کھایا تھا، تو پھر کرتے کو خون

سے رنگین کس نے کیا تھا ؛ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:
قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا۔ فرمایا بلکہ تمہارے نفسوں نے یہ بات گھڑلی ہے

سُن فرزند پیارے وچہ حیرت بھُل گئے تدبیروں
کہن لگے اسیں گرگ لیایے پچھے ہاں تقریروں
جا جنگل تھیں گرگ ملا اوداؤنویں پکڑ لیاستے
کرکے قید زنجیروں اس نوں پاس پدر دے آتے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اے بھیڑیے! تونے یہ کیسا برا کام کیا۔ تونے اُس چہرۂ انور کو کھالیا جو مثلِ بدر تھا۔ تجھے اس معصوم پر رحم نہ آیا؟ تجھے میری ضعیفی کا خیال نہ آیا۔؟
اللہ تعالیٰ نے اسی وقت بھیڑیے کو قوتِ گویائی عطا فرمائی اور اُس نے عرض کیا،

السلام علیك یا نبی الله الاان	السلام علیک یا نبی اللہ نبیوں کا گوشت ہم پر
لحوم الانبیاء محرمة علینا و	کھانا حرام ہے، جو کچھ آپ کو وہم ہوا، میں اس
انا بری منا توهمت (تفسیر یوسف للغزالی)	سے بری الذمہ ہوں۔

نہ میں تیرا یوسف کھادا مینوں قسم الٰہی
مینوں بے تقصیر انہاں نے پکڑ لیا گھت پھاہی
آتش آب وچ ہیاں تاہیں دُھوں حکم ربانان
پیغمبر دا بدن مُبارک روا نہ آیا کھانان۔

صبر جمیل سیدنا یعقوب علیہ السلام حقیقتِ حال سمجھ گئے۔ اولاد کو جھڑکنے اور طعن و تشنیع کرنے اور حقارت و نفرت کا طرزِ عمل اختیار کرنے کی بجائے پیغمبرانہ علم و فراست کے ساتھ فرما دیا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے،

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا	فرمایا تمہارے نفسوں نے تمہارے لیے ایک
فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ	بات بنالی، تو صبر اچھا ہے اور اللہ ہی سے مدد

عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ۔ چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بنا رہے ہو۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندوں سے فرمایا کہ اس بات میں صداقت نہیں کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا، بلکہ یہ سارا منصوبہ تمہارا خود ساختہ ہے اور تمہارے نفس کی فریب کاری ہے۔ آپ نے واضح طور پر بتا دیا کہ میرے یوسف کو بھیڑیئے نے نہیں کھایا اس لیے کہ آپ ہی نے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر بیان فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کو تاجِ نبوت عطا فرمائے گا، خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا، سلطنت و حکومت عطا فرمائے گا اور ابھی ان میں سے کوئی بات پوری نہیں ہوئی تھی۔ اگر یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا جاتا تو یہ تعبیر کیسے پوری ہوتی؟ آپ کو یقین تھا کہ میرا یوسف زندہ ہے اور اس کو علم و حکمت اور نبوت و سلطنت سے نوازا جائے گا۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم ہوتا کہ میرا یوسف کنوئیں میں زندہ ہے تو آپ کو چاہیئے تھا کہ رونے کی بجائے اپنے یوسف کو نکال کر گھر لے آتے۔ لیکن آپ فراقِ یوسف میں روتے رہے اور یوسف کو کنوئیں سے بھی نکال کر نہ لا سکے۔ تو یہاں سے معلوم ہوا کہ آپ کو علم نہ تھا۔

تو سُنیئے سیدنا یعقوب علیہ السلام کا علم صرف کنوئیں تک ہی نہیں تھا بلکہ ان کا علم تختِ مصر تک بھی تھا۔ اگر وہ اپنے یوسف کو کنوئیں سے نکال کر لے آتے، تو آپ مصر کے تخت تک کیسے پہنچتے۔ آپ جانتے تھے کہ میرا یوسف ان کٹھن منزلوں اور سخت امتحانوں سے گزر کر ہی مصر کے تخت پر بیٹھے گا۔ آپ نے صبرِ جمیل اختیار کیا اور اللہ سے استعانت طلب کی اے مولا کریم تو ہی میرا مددگار ہے، تو مجھے صبرِ جمیل عطا فرما اور میرے لختِ جگر کو بھی اس امتحان کی منزلوں میں کامیاب فرما۔ آپ کو علم تھا تبھی تو فرمایا:

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا

سامعین کرام، برادرانِ یوسف نے اپنے والدِ گرامی سے روتے ہوئے عرض کیا، فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا اور پھر خون آلودہ پیراہنِ یوسفی پیش کیا۔ جس کے بعد آپ نے حقیقتِ حال کو سمجھ کر یہی فرمایا، بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ۔ قرآن کریم کے بیان سے ظاہر ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں صبر کروں گا۔ آپ نے نہ کوئی تفتیش فرمائی، نہ جائے وقوع پر پہنچے۔

خدانہ کرے آج کسی کا بچہ دوستوں کے ساتھ سیر و تفریح کے لیے چلا جاتے اور وہ بچے کے ساتھی اور دوست واپس پیاس کے والد سے کہیں کہ جناب تمہارے بچے کو بھیڑیا کھا گیا، اور وہ کہے کہ اچھا میں صبر کرتا ہوں اور وہ اپنے گھر پر بیٹھا رہے، بلکہ وہ یہ خبر سُن کر بچے کے ساتھی دوستوں سے کہے گا کہ مجھے اس مقام پر لے چلو، جہاں بھیڑیے نے میرے لختِ جگر کو کھایا۔ میں وہاں جاکر پتہ کروں گا کہ وہاں کوئی بھیڑیا رہتا بھی ہے؟ اگر ہے تو اس نے میرے بچے کو سارا تو نہیں کھایا ہوگا، جسم کا کوئی حصہ، کوئی ہڈی، کوئی ڈھانچہ تو وہاں موجود ہوگا تو چلو موقع پر چلتے ہیں، وہاں سے کچھ نہ کچھ تو حاصل ہوگا۔ مگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرزندوں کی بات سننے کے بعد نہ تو کوئی تفتیش فرمائی اور نہ ہی جائے وقوع پر پہنچے۔ یہ کام تو تب کیے جاتے اگر آپ کو علم نہ ہوتا۔ آپ جانتے تھے کہ میرا یوسف زندہ ہے، میرے اور یوسف کے درمیان ایک مدت کے لیے جدائی ڈال دی گئی ہے اور وہ راضی برضائے مولا تھے۔

اگر یہ بات نہ ہوتی، تو آپ آگے سُنیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک قافلے والے کنوئیں سے نکال کرلے گئے اور پھر آپ نے عزیزِ مصر کے محل میں اپنی زندگی کا ایک حصہ قیدی کی حیثیت سے نہیں، بلکہ شہزادگی میں گزارا۔ بادشاہ کا گھر تھا، سینکڑوں قافلے مصر سے کنعان اور کنعان سے مصر آتے جاتے ہوں گے۔ آپ کسی کے ہاتھ پیغام بھیج دیتے کہ ابا جان! میں زندہ ہوں، عزیزِ مصر کے گھر رہتا ہوں، میرے بھائیوں نے میرے ساتھ سنگ دلی کا مظاہرہ کیا، آپ مصر تشریف لاکر مجھے یہاں سے لے جائیے۔ چالیس سال تک نہ یوسف علیہ السلام

نے کوئی پیغام بھیجا نہ یعقوب علیہ السلام نے جستجو کی۔ بات دراصل یہ تھی کہ خبر تو اسے کی جاتی ہے جو بے خبر ہو۔ سیدنا یوسف علیہ السلام جانتے تھے کہ میرے والدِ گرامی نبی ہیں اور وہ مجھ سے حالات سے بے خبر نہیں۔ سامعین کرام! باپ بھی نبی اور بیٹا بھی نبی، دونوں امتحان کی منزلوں کو رضائے الٰہی کے مطابق طے کر رہے تھے۔

سیدنا یوسف علیہ السلام شب و روز فراقِ یوسف میں آنکھوں سے آنسو بہاتے۔ ادھر برادرانِ یوسف روزانہ اس جنگل میں کنوئیں پر جاتے اور اس کی نگرانی رکھتے تاکہ کبھی ایسا نہ ہو کہ کوئی قافلہ آئے اور یوسف کو کنوئیں سے نکال لے اور پھر یوسف والدِ گرامی کی خدمت میں پہنچ جائے اور ہمیں ساری زندگی کے لیے ندامت و شرمندگی اٹھانی پڑے اور باپ کی نگاہوں میں ہماری عزت ختم ہو جائے اور لوگ ہمیں جھوٹا اور کذاب کہیں، اس لیے وہ کنوئیں کی نگرانی کرتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں جب تین دن گزر گئے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کنوئیں میں ملتجی ہوتے۔ اے اللہ! مجھے یہاں سے رہائی مرحمت فرما۔ تو حکم باری تعالیٰ ہوا جس کی ترجمانی شاعر نے یوں کی ہے ؎

غم نہ کر یوسف نہ ڈر گھبرا نہیں
ساتھ تیرے ہے الٰہ العالمیں
تجھ پہ یوسف اب ہوا وہ فضلِ رب
تیرے قدموں پر جھکیں گے بھائی سب
صبر تھوڑا سا ابھی درکار ہے
تُو ہی تو پھر مصر کی سرکار ہے

قافلے کی آمد

جب تین دن گزر گئے اور چوتھا دن آیا، تو اس جنگل سے مصر جانے والے ایک قافلے کا گزر ہوا۔ پانی کی ضرورت کے پیشِ نظر سالارِ قافلہ نے دو آدمیوں کو پانی لانے کے لیے بھیجا، وہ پانی کی تلاش میں اس کنوئیں تک پہنچ گئے اور اپنا ڈول اس

میں لٹکایا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے یہ ڈول دیکھا تو ایک لمحہ کے لیے خوفزدہ ہوگئے کہ شاید میرے بھائی اب مجھے نکال کر ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ اس خیال سے آپ نے ڈول کو نہ پکڑا، اور پتھر پر ایک سمت تشریف فرما رہے۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس ڈول کو پکڑ کر باہر آجاؤ اور پھر ہماری قدرت کاملہ کا نظارا دیکھو۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ڈول کو پکڑا، ادھر قافلہ والوں نے ڈول کو اوپر کھینچا۔ وہ حیران تھے کہ پانی سے ڈول اتنا وزنی تو نہیں ہوتا جتنا یہ محسوس ہو رہا ہے، چنانچہ دونوں نے مل کر پوری قوت سے ڈول کھینچا۔ اب جو ڈول کنوئیں سے باہر نکلا تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ ایک نوری چہرے والا حسین وجمیل لڑکا ڈول کو پکڑے کنوئیں سے باہر آگیا۔ قرآن حکیم میں ہے:

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَٰبُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَٰعَةً ۚ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ

(پ ۱۲ - ع ۱۲)

اور آیا ایک قافلہ انہوں نے (پانی کے لیے) اپنا سقا بھیجا اس نے کنوئیں میں ڈول لٹکایا) تو یوسف اس سے لٹک گئے) وہ بولے کیسی قسمت یہ تو نہایت حسین لڑکا ہے اور اس کو قیمتی سرمایہ سمجھ کر چھپالیا، اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے تھے۔

یہ قافلہ مدین سے مصر جا رہا تھا۔ پانی کی غرض سے کنوئیں میں ڈول لٹکایا، پھر جب باہر نکالا گیا تو پانی کی بجائے ایک حسین وجمیل بچہ دیکھا جس کے حسن جہاں افروز نے آنکھیں خیرہ کر دیں۔ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے کر قافلہ میں آیا اور خوشخبری سنائی۔ يَٰبُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ سب نے یہ دیکھ کر فیصلہ کیا کہ مصر میں پہنچ کر اسے گراں قدر قیمت پر فروخت کیا جائے، چنانچہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے قافلہ میں چھپالیا ؎

تن دن تنے تن راتاں، پچھوں کھوہوں باہر آیا
کرواناں نے جا پردے اندر یوسف نبی چھپایا

جب صبح ہوئی تو یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے معمول کے مطابق کنوئیں پر پہنچے اور جھانک کر

دیکھا، تو کنوئیں کو خالی پایا اور پھر جو انہوں نے کنوئیں کے قریب ایک قافلہ دیکھا تو شبہ ہوا کہ شاید ان قافلے والوں نے یوسف کو نکال لیا ہے، چنانچہ برادرانِ یوسف نے اس قافلے والوں کو گھیر لیا اور کہا کہ ہمارا غلام فرار ہو گیا ہے اور لوگوں نے ہمیں بتایا کہ وہ اس کنوئیں میں چھپا بیٹھا ہے۔ سچ بتاؤ کہ اس کنوئیں سے نکال کر تم اسے لائے ہو، جلدی کرو، اپنے مال واسباب سے ہمارا غلام نکال کر ہمارے حضور پیش کر دو، ورنہ ہم اتنی طاقت والے ہیں کہ اگر ایک کڑک ماریں گے تو تمہاری جانیں نکل جائیں گی۔ قافلے والوں پر ایسی ہیبت چھائی کہ ان رعنا جوانوں کے سامنے انہوں نے بلا چون وچرا جلدی سے یوسف علیہ السلام کو پیش کر دیا اور یوسف علیہ السلام لرزتے کانپتے بھائیوں کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

بھائیوں نے پھر قافلے والوں سے کہا یہ ہمارا غلام ہے کسی کام کا نہیں، نافرمان ہے۔ اگر تم اسے خریدنا چاہو تو ہم اسے ارزاں قیمت پر فروخت کرنے کے لیے تیار ہیں، اسے خرید لو کہیں دور جا کر اسے فروخت کر دینا جہاں سے اس کی خبر ہمارے کان نہ سنیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھائیوں کی اس گفتگو کو سن رہے تھے اور خاموش رہے۔

سالارِ قافلہ مالک ابن ذعر اور اس کے ساتھیوں نے برادرانِ یوسف کی یہ گفتگو سنی تو اس نے کہا ؎

اوہ یوسف دے بھائیاں تائیں ویکھ کہن اے یارو
ایہہ فرشتہ نور سرشتہ تسیں نہ لافاں مارو
ایہہ سرور کو صورت نوری بردہ کہو نہ مُولے
تساں کہیا اعتبار نہ سانوں ٹُنے سو نہ قبولے

وَفِی رِوَایَۃٍ اَنَّھُمْ قَالُوْا بِالْعِبْرَانِیَّۃِ لَا تُنْکِرِ الْعُبُوْدِیَّۃَ نَقْتُلُکَ۔ برادران یوسف نے عبرانی زبان میں یوسف علیہ السلام سے کہا کہ ہماری غلامی سے انکار نہ کرنا ورنہ ہم تجھے قتل کر دیں گے

سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی دھمکی سن کر خاموشی اختیار کر لی، چنانچہ مالک ابن ذعر نے آپ سے پوچھا اے فرزند! جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں کیا یہ درست ہے کہ تم واقعی ان کے غلام ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ درست کہتے ہیں ؎

میں بندہ ہاں مالک سندا والی اللہ میرا
یوسف کہندا میں ہاں بندہ کنب گیا سُن ڈیرا
واقعی جو کچھ یہ کہتے ہیں تمام
فی الحقیقت ہوں میں اللہ کا غلام

چنانچہ قافلے والوں کو برادرانِ یوسف کی باتوں پر یقین کرنا پڑا۔

دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ

مالک ابن ذعر نے ان سے کہا، تو پھر یہ غلام تم کتنی قیمت میں فروخت کرو گے۔ برادرانِ یوسف نے کہا اگر تم اس کو عیوب کے ساتھ خریدو، تو ہم تمہارے ہاتھ میں بیچ دیں گے۔ مالک نے کہا اس میں کیا عیوب ہیں؟ بھائیوں نے کہا چور، جھوٹا اور جھوٹے خواب بیان کرنے والا اور بھگوڑا ہے۔ مالک نے کہا کہ ان عیبوں کے ساتھ تم کتنی رقم میں بیچنے کو تیار ہو؟ حضرت یوسف علیہ السلام کبھی اپنے بھائیوں کی طرف ایک نظر دیکھتے اور کبھی مالک کی طرف دیکھتے۔ مالک نے کہا کہ میرے پاس ان کھوٹے درہموں کے سوا اور کوئی رقم نہیں ہے۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اُن کے پاس سترہ درہم تھے بعض کہتے ہیں کہ بیس درہم تھے بھائیوں نے کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے دے دو، وہ ہمیں منظور ہے، چنانچہ قرآن حکیم میں ہے ؛

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ۔	اور بھائیوں نے اسے کھوٹے داموں کے بیے چند درہموں پر بیچ ڈالا اور انہیں اس سے کچھ رغبت نہ تھی۔

مالک وتہبہ درم دے کھوٹے یوسف مُل چکایا

لے درم اونہاں یوسف تائیں پھڑ باہوں پکڑایا

مُل دراھم معدودۃ کر اللہ نے فرمایا

بھائیاں دا مطلوب نہ قیمت، صاحب بردہ پایا

مولانا غلام رسول عالم پوری رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر فرماتے ہیں ؎

جے یعقوب کریندا قیمت مُل زلیخا لیندی

جان دیندی اوہ اک دیداروں ایہہ پسند پیندی

نادانی کے سبب برادرانِ یوسف نے اپنے پیارے اور نازنین بھائی کو چند کھوٹے درہموں پر فروخت کر دیا۔ اگر انہیں یوسف علیہ السلام کی معرفت حاصل ہو جاتی تو کبھی بھی اس ماہِ کنعانی کو فروخت نہ کرتے مالک نے بیس کھوٹے درہم برادرانِ یوسف کو پیش کرنے کے بعد کہا اے صاحبو! مجھے اپنے ہاتھوں سے دستاویز لکھ دو کہ ہم نے یہ غلام فلاں شخص کے ہاتھ اتنے درہم پر فروخت کر دیا ہے ؎

لے شمعون قلم تے کاغذ لکھیا میٹھ او تھائیں

ونج دتا اساں یوسف بندہ مالک مصری تائیں

رخصتی

بھائیوں نے دستاویز مالک ابن ذعر کے سپرد کی اور چلتے وقت مالک سے کہا اسے مضبوط رسی سے باندھ لو تاکہ کہیں فرار نہ ہو جائے اور گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پہنائے بغیر سفر نہ کرنا ؎

پا زنجیر سنگل گل اس دے کھڑ یو گھت کچاوے

ہو ہوشیار رکھو ہے اس نوں تاں قابو وچ آوے

اے مالک ہم نے یہ سب نصیحتیں تیری بہتری کے لیے کی ہیں۔ پھر بھائی یوسف علیہ السلام کو چھوڑ کر جانے لگے تو سیدنا یوسف علیہ السلام انہیں آخری مرتبہ دیکھ کر زار و قطار رونے لگے مالک ابن ذعر نے برادرانِ یوسف کی موجودگی میں ہی اس نازنین کو بیڑیاں پہنا دیں۔

آخری ملاقات

حضرت یوسف علیہ السلام نے قافلہ والوں سے کہا کہ مجھے آپ تھوڑی دیر کے لیے اجازت دے دیں تاکہ میں اپنے آقاؤں کو رخصت کروں، شاید پھر کبھی میری ملاقات ان سے نہ ہو سکے۔ مالک نے کہا اے غلام! تو شریف اور نیک ذات ہے کہ تو ان سے پھر بھی محبت کرتا ہے جنہوں نے تجھے کھوٹے درہموں پر فروخت کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ان کا کام تھا اور یہ ہمارا کام ہے۔ آپ کو چند لمحوں کے لیے بھائیوں سے ملاقات کی اجازت مل گئی۔ اس موقع پر مولانا غلام رسول عالم پوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

یوسف کرے بلند پکاراں اتک ذرا مل جاؤ
اے فرزندو باپ میرے دیو رحم میرے پر کھاؤ
یوسف بہت ندایاں کردا اوہ ہو گئے رواناں
جاں یوسف نوں روندا ڈٹھا نیر چھٹے کروناں
یوسف کہندا مالک تائیں اذن ہوئے مل آواں
مالک اذن دتا اٹھ نسیا یوسف طرف بھراواں
طوق گلے ہتھ کڑیاں بیں بیڑیاں پیریں پیاں
یوسف دوڑے دوڑ نہ ہوئے اڑیاں نے چڑیاں

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام بآگریہ بھائیوں کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ خدا تم پر رحم کرے اگرچہ تم نے مجھ پر رحم نہیں کیا۔ اللہ رب العزت تمہیں عزت دے، خدا تمہارا حامی و ناصر ہو۔ اگرچہ تم نے مجھے فروخت کر دیا مگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے، اگرچہ تم نے میری مدد نہیں کی پھر حضرت یوسف علیہ السلام زار و قطار روئے اور فرمایا اے برادران عزیز!

اج جدائیاں نے سر میرے بھار چوائے بھارے
بن کہ باپ ملے مڑ میںنوں جھوڑ مراں دیدارے

پردیساں دے واسیاں دے وس پیا نتھاواں ہو کے
باپ نہ ملیا جاندی واری میں ٹر چلیا رو کے
میں راضی جاں رب نے چاہیا جو میرے سر ورتی
لکھیا ہویسی مدفن میرا وچہ پرائی دھرتی

پھر فرمایا اے برادران عزیز تم والد بزرگوار کی خدمت کرنا۔ تم نے میرے ساتھ جو نارو اسلوک لیا، میں تمہیں معاف کرتا ہوں، آئندہ خطا کاری سے بچتے رہنا۔ برادران یوسف آپ کی دردمندانہ گفتگو سن کر رونے لگے اور عرض کیا سے

بے نہ خوف پدر دا ہوندا سن اے یوسف بھائی
گھر ول موڑ لے جاندے تینوں تیری سخت جدائی

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر سورہ یوسف میں نقل فرماتے ہیں،

ماں کی قبر برادران یوسف اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے اور قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی کڑی نگرانی رکھی گئی۔ قافلہ چلتا رہا جب آدھی رات کا وقت ہوا تو اس قافلہ کا گزر سیدنا یوسف علیہ السلام کی والدہ محترمہ کی قبر کے پاس سے ہوا، جونہی آپ کی نگاہ والدہ محترمہ کے مزار مقدس پر پڑی، تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور پھر خود کو سواری سے نیچے گرا لیا اور عرض کیا امی حضور! بھائیوں نے مجھے باپ سے جدا کر دیا۔ اے اماں اگر تو میری یہ حالت دیکھ لیتی تو بہت روتی۔ اے امی جان میرے بھائیوں نے میرے اُن رخساروں پر طمانچے مارے جنہیں تو پیار سے چوما کرتی تھی۔ مجھے پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹا، اے اماں انہوں نے مجھ پر چھریاں نکالیں اور مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اے امی جان اس چھوٹی سی عمر میں مجھے کتنی مصیبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ اگر تو مجھے دیکھتی تو تیری آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ جس وقت تیرے نازوں کے پالے کا کرتا اتارا گیا اور پھر رسی سے باندھ کر اندھیرے کنوئیں میں ڈالا گیا اور پھر کنوئیں کے اوپر سے سنگ باری کی گئی، مجھے ٹھنڈے پانی سے پیاسا رکھا گیا،

سخت گرمی میں پیدل چلنے کو کہا گیا اور میرے معاملے میں خدا سے نہ ڈرے اور مجھ پر رحم نہ کیا گیا مجھے کھوٹے درہموں کے عوض غلام بنا کر فروخت کیا گیا، مجھے چور، جھوٹا اور بھگوڑا کہا گیا میرے بھائی مجھے روتا ہوا چھوڑ کر چلے گئے۔ مجھے والد گرامی کی نظر رحمت اور سایۂ عاطفت سے محروم کر دیا گیا۔ ان قافلے والوں نے میرے پاؤں میں لوہے کی بیڑیاں ڈال رکھی ہیں اور مجھے قیدی بنا کر ساتھ لے جایا جا رہا ہے۔ ؎

اے مادر فرزند تیرا میں جو ناداں وچہ پلیا
پردیساں دے پندھ دوراڈے ظلموں بدھا چلیا
پردیساں وچہ بندے چلے مینوں دیس پرائے
ہو پردیسی میں ٹرچلیا درد جگر نوں کھا دسے
ویکھ میرا دُکھ جھیکڑوا ری میں مُڑ ملنا ناہیں
خاک قدم میں گئی نصیبوں زار رو دیساں آہیں
تربت پاک تیری دی ویدوں جب تھیں پئی پرے سے
کی جاناں ہن ہوسن میرے کس دھرتی وچہ ڈیرے
ایہہ آوازہ سُن کے یوسف غش ہو تھڈیا تارہ
پھیر قبر تھیں دوجی واری پیا بلند آوازہ
نور اکھیں دل میرے داتوں فرزندا ہیں داری
واد لگے میں جان چھوڑاں نوں سُن سُن گریہ زاری

حضرت یوسف علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے، پھر جب ہوش آیا تو آواز آئی صبر کرو۔ اسی دوران مسعود جو آپ کی نگرانی کے لیے متعین تھا اُس نے دیکھا کہ یوسف علیہ السلام اونٹ پر موجود نہیں ہیں، اس نے قافلہ میں بآواز بلند پکارا۔

هرب الغلام فصح وقال	غلام بھاگ گیا اور قافلہ والوں سے
للسيارة سوقفوا مكانكم	کہا تم ذرا رکو

اور ملیح اسود پیچھے واپس گیا اور حضرت یوسف خود اس کے پاس آگئے۔ پھر اُس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا تیرے مالکوں نے ہمیں بتایا تھا کہ تو چور ہے، جھگڑالو ہے اور جھوٹا ہے، ہم نے ان کی بات کا یقین نہ کیا تھا، اب تو بھاگا ہے، تو ہمیں یقین ہوگیا ہے کہ جو تیرے مالکوں نے کہا تھا وہ سچ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم میں جھگڑالو نہیں ہوں، بلکہ راستہ میں میرا گزر والدہ کی قبر کے پاس سے ہوا اور میں بے اختیار ہو کر ماں کی قبر اُوپر گر گیا۔ اس پر سنگدل ملیح اسود کو غصّہ آگیا اور اُس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے حسین اور نوری چہرہ پر بے دردی سے طمانچے مارے اور پاؤں پکڑ کر منہ کے بل گھسیٹا۔ حضرت یوسف علیہ السلام بے ہوش کر گر پڑے۔

فریاد ملیح اسود نے آپ سے بدسلوکی کی، آپ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا، مولا کریم میرے اور اس ظالم کے درمیان فیصلہ فرمائے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام یہ عرض کرتا تھا کہ اُسی وقت سیاہ ابر نمودار ہوا اور بڑے بڑے وزنی اولے پڑنے شروع ہوگئے۔ قافلہ والوں کو اپنی ہلاکت یقینی محسوس ہونے لگی۔ سالار قافلہ مالک بن ذعر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہم میں سے کسی نے کوئی ایسا گناہ ضرور کیا ہے جس کے سبب یہ مصیبت نازل ہوئی۔ لہٰذا میں استدعا کرتا ہوں کہ وہ شخص توبہ کرے تاکہ یہ عذاب ٹل جائے۔

اس وقت اسود نے کہا گناہ مجھ سے ہوا ہے کہ میں عبرانی غلام کے ساتھ ظلم کا مرتکب ہوا ہوں۔ اُس نے زبان سے دو کلمات کہے اور یہ کالے بادل آگئے۔ مالک حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں فوراً حاضر ہوا اور عرض کیا میرا خیال ہے کہ تمہیں بارگاہِ خداوندی میں قرب حاصل ہے، ہم پر رحم کیجئے۔ یہ سُن کر حضرت یوسف علیہ السلام کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی اور آپ نے دُعا فرمائی اور بادل اسی وقت چھٹ گئے اور عذاب اٹھ لیا گیا۔ مالک نے کہا کہ عرش و فرش کے خالق و مسجودِ برحق کی بارگاہ میں جو تجھے مقام حاصل ہے، وہ ہمیں معلوم ہوگیا۔ اب ہم آپ کو اس حال میں نہیں رکھیں گے، چنانچہ اسی وقت طوق اور بیڑیاں اتار کر آپ کو عمدہ لباس پہنا دیا گیا اور سارے قافلے کو حکم دے دیا گیا کہ یوسف علیہ السلام کو آگے رکھو اور کوئی بھی اُن سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے۔ (تفسیر سورۃ یوسف للامام غزالی علیہ الرحمہ)

ابتلاء

سرزمین مغرب کا شہنشاہ طیموس نامی ایک شخص تھا، اس کی بیٹی راحیل جو کہ زلیخا کے لقب سے مشہور تھی، وہ ایک رات اپنے باپ کے شاہی محل میں بسترِ استراحت پر محوِ خواب تھی، اُسے خواب میں ایک نوری چہرے، سرمگیں آنکھوں، زلفِ عنبریں والے ماہِ منور کی زیارت ہوئی۔ زلیخا نے جب اُسے خواب میں دیکھا تو اُس کے حسن و جمال پر دل و جاں سے فدا ہوگئی۔ جونہی اُس کی آنکھ کھلی تو دل و جان اُس ماہِ منور کے دیدار کے لیے تڑپنے لگے۔ خواب میں دیدار کرانے والی اس مقدس ہستی کو کہاں تلاش کیا جا سکتا تھا، جس کا نام معلوم نہیں، مقام کا پتہ نہیں۔ ہر چند کوشش کی گئی کہ ضبط سے کام لیا جائے اور اس راز کو کسی پر افشا نہ کیا جائے، چنانچہ یہ درد دل ہی دل میں برداشت ہوتا رہا۔ خواب میں نظر آنے والی ہستی کے فراق میں زلیخا جسمانی طور پر نہایت کمزور، نحیف و لاغر ہوگئی۔ مولانا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عشق ایہا ڈِچہ لگھاں، آتش بھکھ بھکھ لاٹاں مارے ۔
عشق لوکایاں لُک دا ناہیں آخر جوش کھلارے
آپ زلیخا عشق لوکاوے، دل دا بھید چھپاوے
پر ایہہ کیویں چھپایا جاوے کدرے ڈِچہ آوے

قیاس آرائیاں

زلیخا نے ہر چند ضبط کیا لیکن اس کے چہرے کی اداسی نے اہلِ خانہ اور دوسری خواتین کو قیاس آرائیاں کرنے پر مجبور کر دیا۔ کوئی کہتا کہ اس شہزادی کو نظر لگ گئی۔ کوئی کہتی کہ کسی نے جادو کر دیا۔ کوئی کہتی کہ اس پر آسیب یا پری کا اثر ہو گیا ہے۔ شاہ طیموس کی ایک عمر رسیدہ خادمہ نے جب شہزادی کا یہ حال دیکھا تو تنہائی میں زلیخا سے پوچھنے لگی "اے شہزادی! یہ تو نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے؟ میں عمر رسیدہ عورت ہوں اور سب لوگوں کا خیال ہے کہ تو بیمار ہے۔ کوئی سمجھتا ہے تجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے مگر میرے نزدیک ان امراض اور مصائب میں سے تو کسی بھی تکلیف میں مبتلا نہیں۔ سچ سچ بتا اس وقت یہاں کوئی اور سننے والا نہیں کہ تجھے کیا دکھ پہنچا ہے۔

کس نے تینوں سی کیتا دردکیہ مرے وچہ بیتوں
خوشیاں ردی تا نہ بہہ پلی کس آفت تپ تپیوں

حقیقتِ حال

جب زلیخا نے سمجھا کہ اب خواب کی صورتِ حال بتائے بغیر چارہ نہیں اور ضبطِ غم محال ہے۔ شاید اسی طرح دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے تو کہا۔

نہ پچھو ماں میں کی کجھ دساں کس دا نام سناواں
کن لٹی میں کس تے پھٹی جرم کیہڑے سرلاواں
کون کہاں اوہ کیہڑے تھاؤں کس دھرتی دا والی
کتول بندا کتھے ہوندا کس پتے کس ڈالی
وچھڑیاں دا ملن سوکھا لا ایہہ اس تھیں ول بچارا
جس دا نام نشان نہ ظاہر حال کہاں کی سارا

زلیخا نے باچشمِ تر اپنا سارا حال اس خاتون سے بیان کر دیا کہ میں نے خواب میں ایک نورانی چہرے والے کو دیکھا ہے۔ بس اسی کی صورت میرے دل میں گھر کر چکی ہے۔ آنکھ اُس کے دیدار کو ترستی ہے، مگر اس نے اپنا جمال جہاں آرا مجھے پھر نہیں دکھایا۔ شہزادی

کی دکھ بھری داستان سن کر اس بوڑھی خاتون کی آنکھ پرنم ہو گئی اور تسلی دیتے ہوئے کہنے لگی
اے زلیخا! خواب تو جھوٹے بھی ہوتے ہیں، خوابوں پر یقین نہیں لایا کرتے ؎

کہے زلیخا جھوٹیاں تائیں آون جھوٹیاں خواباں
میں پیہی وی خواب نہ جھوٹی جھوٹ بلے کذاباں

اور پھر اس ضعیفہ خاتون نے اس ساری صورتِ حال سے شاہ طیمرس کو آگاہ کر دیا۔ تاہم اس
درد مند باپ کے پاس سوائے پریشان ہونے کے کیا علاج تھا؟

ماہ جبیں کی زیارت

اسی کرب والم اور درد وغم میں ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔
زلیخا کو پھر خواب میں اُس ماہ جبیں کی زیارت نصیب ہوئی
تو اس کی خدمت میں عرض کیا ؎

جس دن دا میں تینوں ڈٹھا اپنا آپ بھلایا
جس دن دا میں تینوں پایا خودنوں روہڑ گوایا
نہ میں موئی نہ میں زندہ پکڑ وچہ لٹکائی
سال پچھے بن کرم کیا دتی آن وکھائی

عرض کی اس ذاتِ مقدس کی قسم جس نے تمہیں نوری صورت بخشی اور مجھے اس پر فریفتہ بنایا۔

اَخْبِرْنِي مَنْ اَنْتَ وَمِنْ اَيْنَ — تو مجھے بتا کہ تو کون ہے اور میں تجھے کہاں سے
اَمْلِكُكَ وَلِمَنْ اَنْتَ (تفسیر امام غزالی) — تلاش کروں اور تو کس کے لیے ہے

اُس خواب میں نظر آنے والے ماہ جبیں نے جواب دیا۔

قَالَ اَنَا اِنْسٌ وَقَالَ اَنَا لَكَ — میں انسان ہوں اور میں تیرے لیے ہوں اور
وَاَنْتِ لِيْ فَلَا تَخْتَارِيْ عَلٰى سِوَائِيْ — تو میرے لیے ہے اور تو میرے سوا کسی اور کو
(تفسیر یوسف للامام الغزالی) — پسند نہ کر

رکھ پچھان اساڈی صورت بنھ نقشہ وچہ دل دے
یاریاں والے سخت کوشا لے یار نہ سو کھے مل دے

ابھی اُس نے اتنا ہی کلام کیا تھا کہ زلیخا کی آنکھ کھل گئی اور سسکیاں لے کر رونے لگی۔ زلیخا کے باپ نے یہ حال دیکھا تو کہا بیٹی کہو کیا بات ہے؟ عرض کی ابا حضور! میں نے خواب میں وہی صورت دیکھی ہے جو پہلے دیکھی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے تو اس نے جواب دیا میں انسان ہوں اور تیرے لیے ہوں! اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور وہ صورت میری نگاہ سے غائب ہو گئی اور میرا یہ حال ہو گیا جو آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ زلیخا کی حالت دیوانوں کی سی ہو گئی اور شاہ طیموس نے اسے مکان میں بند کر دیا۔

برس پچھے اک رات زلیخا رو رو کر دی زاری
جھل پیا سو غم دا جھولا صبر قرار وں ہاری

وُہی صورت نظر آئی تیسرے سال جب اس پیکر حسن و جمال کی زیارت ہوئی تو جناب زلیخا نے عرض کیا: تیری محبت میری جنت ہے قسم ہے اس حق کی جس نے تجھے نورانی صورت بخشی، تو مجھے بتا دے کہ میں تجھے کہاں تلاش کروں تو اس نے زلیخا سے کہا،

اطلبینی بمصر فانی ملك مصر — تو مجھے مصر میں ڈھونڈنا میں ملکِ مصر کا بادشاہ ہوں۔

تفسیر یوسف للامام غزالی۔

بیٹھی اُٹھ زلیخا خوابوں دل نوں پیا سہارا
غمی گئی دل شادی آئی چمکیا بخت ستارا

جناب زلیخا کی طبیعت اس خواب سے سنبھل گئی اور اپنے والد سے عرض کی کہ اب آپ میرے پاؤں کی زنجیریں اتار دیں، میں ٹھیک ہو گئی ہوں۔ خواب میں نظر آنے والے نے اب اپنا ٹھکانا اور جائے مسکن مجھے بتا کر میری اور آپ کی مشکل آسان کر دی ہے۔

پیام نکاح اسی سال کئی شہزادگان نے زلیخا کے ساتھ عقد کرنے کے لیے پیغام بھیجے۔ بادشاہ نے تمام آنے والے قاصدوں کو واپس کیا اور عزیزِ مصر کی طرف ایک پیغام بھیجا: "اے عزیزِ مصر! ایک شہزادی بہت نیک سیرت اور خوبرو ہے، کئی شہزادوں نے اس کے لیے پیغام بھیجا ہے، مگر میری بچی کی خواہش ہے کہ اس کا نکاح عزیزِ مصر سے ہو۔ اگر تو اسے پسند کرے، تو جو کچھ میرے ملک مال ہے، میں تجھے دے دوں گا۔"

جب یہ خط عزیزِ مصر کو پہنچا تو اس نے جواب میں لکھا: "جو شخص ہم کو چاہتا ہے ہم اس کو چاہتے ہیں اور ہم سے محبت رکھتا ہے، ہم اُس سے محبت رکھتے ہیں۔ ہم آپ کی بیٹی کے سوا کسی مال و دولت کی حاجت نہیں رکھتے۔" زلیخا کے باپ نے زلیخا کے لیے عمدہ عمدہ زیورات اور ملبوسات تیار کرائے اور نہایت کرّوفر سے شادی کر دی۔ شادی کے بعد جب زلیخا مصر میں داخل ہوئی، تو بہت خوش تھی کیونکہ وہ اس ماہ جبیں کو خواب میں دیکھ چکی تھی، جو ملنے والا تھا۔

مُدعا نہ ملا جب زلیخا اپنے مکان میں بیٹھی، تو قطفیر عزیزِ مصر اُس کے پاس آیا، تو اُس کی صورت دیکھتے ہی اپنا چہرہ دونوں آستینوں سے چھپا لیا اور جو لونڈی پاس بیٹھی تھی اُس سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ اس نے کہا تیرا خاوند ہے۔ یہ سنتے ہی زلیخا کو غش آگیا اور صبح تک بے ہوش رہی۔ جب صبح ہوئی تو اپنے دل میں کہا صد افسوس! اتنی کوشش اور درازیِ سفر اور مشقت پر ــــ زلیخا کی خادمہ نے عرض کی اس غشی اور بے ہوشی اور پریشانی کا کیا سبب ہے؟ زلیخا نے کہا یہ میرا شوہر نہیں، جس کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔

ہاتف نے جنابِ زلیخا کو غیب سے آواز دی: اے زلیخا! مت گھبرا، اگر تو صبر کرے گی تو مراد کو پہنچے گی اور اس شوہر سے محبت کے سوا کچھ ظاہر نہ کر کیونکہ تیرا یہ خاوند اُس شوہر کے ملنے کا سبب ہے جسے تو نے خواب میں دیکھا تھا۔ اس آواز کو سُن کر زلیخا خاموش ہو گئی۔ چنانچہ شاہِ مصر زلیخا کے حُسن و جمال پر فریفتہ ہو گیا، مگر وہ جنابِ زلیخا سے وصل پر قادر نہ ہو سکا، اس لیے کہ زلیخا یوسف ہی کے لیے پیدا کی گئی تھی اور یوسف زلیخا کے لیے تھے۔

مصر میں جلوہ گری

مالک ابن ذعر کا قافلہ چلتے چلتے جب مصر کے قریب پہنچ گیا۔ ابھی ایک منزل باقی تھی کہ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے درخواست کی کہ تم غسل کر لو تاکہ سفر کا گرد وغبار دُور ہو جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے غسل فرمایا تو آپ کے حسن وجمال میں کئی گُنا اضافہ ہو گیا۔ مالک نے ایک زریں تاج حضرت یوسف علیہ السلام کے سرِ انور پر رکھا اور ایک اونٹنی پر سوار کر کے دروازے پر لے آیا۔

پُکار

مصر میں پہنچتے ہی کسی منادی کرنے والے نے منادی کر دی کہ اے مصر والو! اُٹھو، تمہارے شہر میں ایک ایسا ماہ جبیں تشریف لا رہا ہے جو شخص اس کی زیارت کرے گا، سعادت مند اور خوش بخت ہو گا۔ اس کو مالک ابن ذعر کے گھر تلاش کرو۔

محرم کی ۹ تاریخ کو شام کے وقت مالک ابن ذعر خزاعی کا قافلہ مصر میں داخل ہوا۔ اُدھر یہ قافلہ مصر میں داخل ہو رہا تھا کہ حسنِ اتفاق سے اِدھر زلیخا اپنے خاوند سے اجازت لے کر شام کے وقت سیر کرنے کے لیے اس طرف آنکلی۔ جونہی اس کی نظر اس قافلے پر پڑی اور اُن میں سیّدنا یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو پہچان لیا کہ یہی میری زندگی کا حاصل ہے۔ یہی وہ نورانی چہرے والا ہے جس نے مجھے خواب میں جمال جہاں آرا سے نوازا تھا۔ سیّدنا یوسف علیہ السلام کو دیکھتے ہی زلیخا بے ہوش ہو گئی۔

شوقِ دیدار

حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت کے لیے مصری لوگوں کا بے پناہ ہجوم جمع ہو گیا تو مالک نے لوگوں کو یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ جب اس غلام کو ہم فروخت کریں گے، تم اس وقت آ جانا۔ اگلی صبح مخلوقِ خدا کا ہجوم سیّدنا یوسف علیہ السلام کی زیارت کے لیے جمع ہو گیا، تو مالک ابن ذعر نے لوگوں سے کہا کہ جو شخص یوسف علیہ السلام کی زیارت کرنا چاہتا ہے مجھے ایک دینار دے کر زیارت کرے۔ دوسرے دن دو دو دیناروں کا اعلان کیا تو لوگوں نے دو دو دینار دینے شروع کر دیئے۔ اس طرح سے مالک ابن ذعر کے پاس بے شمار دولت جمع ہو گئی۔

خریداروں کا جھرمٹ

تیسرے روز منادی کرادی کہ ہم یوسف علیہ السلام کو فروخت کرنا چاہتے ہیں جو خریدنا چاہے، خرید لے۔

اس اعلان پر مخلوق خدا کا عظیم ہجوم جمع ہو گیا۔ ہر ایک کی تمنا تھی کہ وہ یوسف کو خرید لے۔ اپنی اپنی بساط و ہمت کے مطابق جو کچھ بھی جس کے پاس تھا لے کر حاضر ہو گیا۔ روایات میں ہے:

بڈھی اک مسکین بے چاری آئی سوت لپائی
ہے لتے نوں آوے یوسف دیہو عرض سنائی

حضرت یوسف علیہ السلام کو فروخت کرنے سے پہلے ایک بہترین جگہ آپ کے بیٹھنے کے لیے بنائی گئی، اور پھر مالک ابن ذعر آپ کو زریں لباس پہنا کر وہاں لے گیا تاکہ آپ کو فروخت کر دیا جائے سے

ایہہ گل سن دل یوسف دا غم دی بھرا اوچھالے
وکن لگا میں وچہ بازار ے باپ نہ ویکھے حالے
باپ میرے نوں کہیں صباتے دردیں نیہے میرے
یوسف تیرا او کدا پھر دا کرواناں دے ڈیرے

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب فروخت کرنے کے لیے باہر لایا گیا تو مالک نے کہا،

مَنْ يَّشْتَرِىْ هٰذَا الْغُلٰمَ الْحَسِيْبَ
مَنْ يَّشْتَرِىْ هٰذَا الْغُلٰمَ اللَّبِيْبَ

کون ہے جو اعلیٰ حسب و نسب والے غلام کو خریدے۔ کون ہے جو صاحب عقل غلام کو خریدے

یہ سن کر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا،

مَنْ يَّشْتَرِىْ هٰذَا الْغُلٰمَ اللَّبِيْبَ
مَنْ يَّشْتَرِىْ هٰذَا الْغُلٰمَ الْغَرِيْبَ

کون ہے جو اس جفاکش غلام کو خریدے۔ کون ہے جو غریب الوطن مسافر کو خریدے

زلیخا نے عزیز مصر سے کہلا بھیجا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ غلام ہاتھ سے نکل جائے اسے

ضرور خرید لینا، خواہ سارے خزانے کیوں نہ خرچ کرنے پڑیں۔ مولانا غلام رسول عالم پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جس نوں یار وکیندا لبھے قیمت ہووس پلے
اس دے جیڈ نہ طالع والا اس دے کرم سوتے

چنانچہ عزیز مصر نے گراں قیمت ادا کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کو خرید لیا۔

کم نصیبی مالک ابن ذعر الخزاعی جب حضرت یوسف علیہ السلام کو فروخت کر چکا تو پھر اس کی نگاہوں پر پردے لٹکے اور اُسے ماہ کنعانی کی عظمت و جلالت کا احساس ہوا تو اپنے کیے پر بہت پشیمان ہوا کہ مجھ سے بڑی سخت غلطی ہوئی کہ میں نے ایک مقدس سیرت اور بابرکت ذات سے دنیا کے مال کی خاطر محروم ہو گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرۂ انور کی طرف دیکھ کر کہنے لگا ؎

ہے جاناں ایہہ صورت تیری مل نہ کراں کمائیں
زمیں فلک سے قیمت اندر مل دے میرے تائیں
شوق تیرے ہن روندواں ترلیاں مینوں صبر نہ آوے
کیوں میں زر دا طالب ہویا عقل میری ڈب جاوے

حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر کے ہاتھ فروخت کر کے مالک ابن ذعر کی پھر آنکھ کھلی کہ میں نے کتنے خسارے کا سودا کیا ہے۔ بھلا یوسف علیہ السلام کے مقابلہ میں دنیا کے مال کی کیا حقیقت تھی؟ لیکن اب اس کے پاس اپنی محرومی اور بدبختی کا کیا علاج تھا ؎

اب پچھتائے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

مستجاب الدعوات مالک ابن ذعر نے حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضرت میری بیٹیاں ہی بیٹیاں ہیں اور بیٹا کوئی نہیں اور آپ مستجاب الدعوات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا فرما دیجئے کہ خداوند کریم مجھے بیٹے

عنایت فرمائے حضرت یوسف علیہ السلام نے دُعا فرمائی ،

فَاسْتَجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَهٗ فَرَزَقَهٗ اللّٰهُ اَرْبَعَةً وَعِشْرِيْنَ ذَكُوْرًا (تفسیر یوسف للغزالی)	اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور مالک ابن ذعر کو چوبیس بیٹے عنایت فرمائے۔

پھر مالک نے کہا کہ اے یوسف! اپنے مالکوں اور آقاؤں کا حال بیان فرمائیے وہ کون تھے؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا، وہ میرے بھائی تھے۔ مالک نے کہا کہ تمہارے بھائیوں نے تمہیں کیوں فروخت کیا؟ سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا، تو مجھ سے ان کا حال دریافت نہ کر، میں ان کا بھید ہرگز ظاہر نہ کروں گا۔"

بیع نامہ پھر سیدنا یوسف علیہ السلام نے مالک ابن ذعر سے فرمایا کہ میرے برادران نے مجھے فروخت کرتے وقت جو تحریر تمہیں لکھ کر دی تھی، وہ مجھے دے دو تاکہ کسی وقت کام آئے۔ وہ نوشتہ مالک نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔

عزیزِ مصر کا حُسنِ سلوک حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیزِ مصر بڑے اعزاز و شان و شوکت کے ساتھ اپنے محل میں لے گیا۔ زلیخا نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے گھر پایا، تو اُس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ آپ کی عقل و فراست اور فہم و ذکاوت کو دیکھ کر عزیزِ مصر نے اپنی زوجہ سے کہا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا	اور مصر میں جس شخص نے اسے خریدا، اس نے اپنی بیوی سے کہا اس کو عزت و اکرام سے رکھو یا اس سے ہمیں نفع پہنچے یا اس کو ہم اپنا بیٹا بنالیں

اس زمانہ میں مصر کا بادشاہ ریان بن ولید تھا، اس نے اپنی عنانِ سلطنت قطفیر مصری کے ہاتھ میں دے رکھی تھی۔ تمام خزائن اس کے زیرِ تصرف تھے اور اس کو عزیزِ مصر کہتے تھے اور وہ بادشاہ کا وزیرِ اعظم تھا۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو خرید کر گھر لایا تو اس پیکرِ حسن و جمال کے ظاہری

و باطنی حسن کو دیکھ کر اپنی بیوی زلیخا سے کہنے لگا کہ اس کو نہایت عزت و وقار سے رکھو۔ عمدہ لباس پہناؤ، اعلیٰ خوراک اور نفیس قیام گاہ پر رکھو۔ عزیز مصر کے ہاں اولاد نہیں تھی، اس لیے اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ اس سے ہمیں نفع پہنچے اور اس کو ہم اپنا بیٹا بنا لیں۔

صبر کا پھل

سیدنا یوسف علیہ السلام نے شاہی محلات میں پہنچنے سے قبل کتنے مصائب و آلام کو صبر سے برداشت کیا۔ چھوٹی سی عمر میں والدہ نے داغ مفارقت دیا، تو والد گرامی نے اپنی آغوش محبت میں لیا، آخر اس سے بھی محروم ہو گئے۔ وطن سے بھی جدائی ہو گئی۔ بھائیوں نے بے وفائی کی، آزادی کی بجائے غلامی حاصل ہوئی۔ ان تمام تکالیف کو برداشت کیا، نہ کوئی واویلا کیا، نہ جزع فزع، نہ الحاح وزاری بلکہ قسمت پر شاکر، مصائب پر صابر اور خدا تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی برضا رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے صبر کا اجر دیا اور شاہی محل حضرت یوسف علیہ السلام کا مسکن بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۭ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓي اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور اسی طرح ہم نے یوسف کو مصر میں جگہ دی اور اس لیے کہ اسے باتوں کا انجام سکھائیں اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے اُن کو دانائی اور علم بخشا اور نیکو کاروں کو ہم اسی طرح بدلا دیا کرتے ہیں۔

ایک اور آزمائش

اللہ رب العزت تبارک و تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک امیر کبیر اور رئیس گھر کا مالک بنا دیا۔ غلامی سے آقائی تو اسے ہی کہتے ہیں۔ اب ایک اور کٹھن آزمائش شروع ہو گئی کہ یوسف علیہ السلام کی جوانی کا عالم تھا۔ حُسن و خوبروئی کا کوئی ایسا پہلو نہ تھا جو آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود نہ ہو۔ جمالِ خلاقی کا پیکر مجسم، رخِ انور شمس و قمر کی مانند منور، عصمت و حیا کی فراوانی سونے پر سہاگہ اور پھر ہمہ وقتی کا

قرب۔ عزیزِ مصر کی بیوی اپنے دل پر قابو نہ پا سکی اور وہ یوسف علیہ السلام پر پروانہ وار نثار ہونے لگی، مگر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا پوتا اور حضرت اسحاق و یعقوب علیہ السلام کا نورِ دیدہ خاندان نبوت کا چشم و چراغ، منصبِ نبوت کے لیے منتخب، بھلا اس سے کس طرح ممکن تھا کہ ناپاکی اور بُرائی کی جانب توجہ کر کے عزیزِ مصر کی بیوی کے بُرے عزائم کو پورا کرے۔ لیکن جب عزیزِ مصر کی بیوی نے دیکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نگاہِ پاک اس کی طرف نہیں اٹھتی اور آپ ہر وقت یادِ الٰہی میں مصروف رہتے ہیں اور فارغ وقت میں اپنے والدِ گرامی کے فراق میں آنسو بہاتے ہیں، پھر کوئی تدبیر سوچنے لگی۔

دروازے بند کر دیئے

مؤرخین نے لکھا ہے کہ اسی طرح سات سال کا عرصہ گزر گیا۔ زلیخا اپنے ارادوں میں کامیابی حاصل نہ کر سکی۔ بالآخر اس سجیلے جوان کے حسن کی تابانیوں میں کھو کر اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکی۔ حضرت یوسف ـ سلام کو حیلے بہانے سے پچھلے کمرے میں لے گئی اور سارے دروازے مقفل کر دیئے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا	تو جس عورت کے گھر میں رہتے تھے اُس نے اس
عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ	کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا اور دروازے بند کر کے
وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ	کہنے لگی آ میرے پاس۔

عزیزِ مصر کی بیوی نے تمام دروازوں کو مقفل کیا اور اندر ایک بُت رکھا تھا، اس پر کپڑا ڈال دیا اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو دعوتِ گناہ دی اور کہنے لگی یوسف ادھر دیکھ اب یہاں کوئی دیکھنے والا نہیں۔

خدا کی پناہ

زلیخا کے پیہم اصرار پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا، مخلوق میں تو دیکھنے والا کوئی نہیں، مگر خالقِ دو جہاں کے سامنے کون پردہ ڈال سکتا ہے، میرا خدا یہاں بھی مجھے دیکھ رہا ہے۔ وہ علیم بذات الصدور ہے۔

سمیع و بصیر اور ہر چیز پر قادر ہے۔ ابھی تو نے اپنے بُت پر چادر ڈالی ہے، تو اپنے جھوٹے بُت سے حیا کرتی ہے اور میں اپنے سچے رب سے حیا نہ کروں جس کے سامنے کوئی راز راز نہیں کوئی حجاب حجاب نہیں، کوئی پردہ پردہ نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جیسا کہ قرآنِ حکیم میں ہے:

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

کہا اللہ کی پناہ وہ (عزیز) تو میرا پرورش کرنے والا ہے، اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔ بے شک ظالموں کا بھلا نہیں ہوتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تو جس بات کی طرف مجھے بلاتی ہے میں اُس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، تحقیق عزیزِ مصر میرا مالک ہے اس نے مجھے عزت سے رکھا اور میری تعلیم کی اور میں اس کے گھر میں خیانت نہیں کروں گا، اس لیے کہ ظالم لوگ فلاح نہیں پایا کرتے۔

اللہ کی بُرہان

عزیزِ مصر کی بیوی نے ہر چند اپنے ارادے میں کامیاب ہونے کی بجد کوشش کی، مگر کامیابی حاصل نہ کر سکی۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ۝

اور بیشک اُس عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے، ہم نے یونہی کیا کہ اس سے بُرائی اور بے حیائی کو پھیر دوں۔ بے شک وہ ہمارے چُنے ہوئے بندوں میں سے ہے۔

اس آیہ مقدسہ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عزیزِ مصر کی بیوی اپنی نفسانی خواہشات سے مغلوب ہو کر آمادہ ہو چکی تھی وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ اور بے شک اس عورت نے اس کا ارادہ کیا، وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ اور یوسف بھی آمادہ ہو جاتا اگر اپنے رب کی دلیل

نہ دیکھ لیتا، یعنی عزیز مصر کی بیوی نے بُرا ارادہ کیا مگر قربان جاؤں اُس پیکرِ عصمت امین نبوت پر کہ آپ نے بُرائی کا ارادہ بھی نہ فرمایا۔

بُرہان کیا تھی صاحب تفسیر رُوح المعانی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

اَیْ حُجَّةً بَاھِرَةً الدَّالَّةُ عَلٰی	یعنی حجت باہر دلیل کا مشاہدہ اگر نہ ہوتا کہ زنا
کَمَالِ قُبْحِ الزِّنَا وَسُوْءِ سَبِیْلِهٖ	فعل قبیح علی وجہ الکمال ہے اور بُرا راستہ ہے
وَالْمُرَادُ بِرُؤْیَتِهٖ لَهَا کَمَالُ	بُرہان کا دیکھنا مراد اس سے کمالِ ایقان ہے
اِیْقَانِهٖ وَمُشَاهَدَتُهٗ لَهَا	اور مشاہدہ سے مراد حق کا مشاہدہ ہے جو
مُشَاهَدَةً وَاصِلَةً اِلٰی مَرْتَبَةِ	حق الیقین کے مرتبہ تک ہو
عَیْنَ الْیَقِیْنِ۔	

ایک قول یہ ہے کہ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِیْلًا ۔ چھت پر لکھا ہوا ملاحظہ فرمایا۔

اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں؛

اِنَّهٗ مُثِّلَ لَهٗ یَعْقُوْبُ عَلَیْهِ السَّلَامُ	اور حضرت یعقوب علیہ السلام انگشت بدنداں
عَاضًا عَلٰی اِصْبَعِهٖ۔	نظر آتے۔

قفل ٹوٹ گئے کنوئیں کے اندھیروں سے نکال کر شاہی محلات میں پہنچانے والے ربِ قدیر نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو اپنی بُرہان دکھائی اور آپ نے بُرائی تو کجا بُرا ارادہ بھی نہ فرمایا، جان کو امان بخشنے والے مالک نے یہاں بھی یوسف علیہ السلام کی آن کی بھی حفاظت فرمائی۔ اس مقام سے دوڑنا یوسف علیہ السلام کا کام تھا اور یوسف علیہ السلام کے لیے ساتوں دروازوں کے مقفل تالوں کو کھولنا وارثِ دوجہاں کا کام تھا، چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بُرہانِ ربی دیکھی تو اس مقام سے

بھاگے اور ساتوں دروازوں کے تالے ٹوٹ کر نیچے گرتے گئے اور آپ بے داغ وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ زلیخا پیچھے دوڑتی آ رہی تھی تاکہ کسی طرح یوسف علیہ السلام جانے نہ پائیں، چنانچہ اُس نے آپ کے مقدس کرتے کی آستینِ مبارک کو پیچھے سے پکڑا اور وہ پھٹ گیا۔ اس عورت نے پیغمبر کے کرتے کے جس حصے کو ناپاک ارادے سے ہاتھ لگایا، اللہ تعالیٰ نے کرتے کا وہ حصہ اپنے پیغمبر کے بدن سے الگ کر دیا۔

ادھر سیدنا یوسف علیہ السلام بھاگتے بھاگتے آخری

دروازے پر عزیزِ مصر

دروازے سے باہر نکلے، اُدھر عزیزِ مصر دروازے پر آ پہنچا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ	دونوں دروازے کی طرف بھاگے آگے یوسف
قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّأَلْفَيَا	پیچھے زلیخا، اور عورت نے ان کا کرتا پیچھے سے
سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ط	پھاڑ ڈالا اور دونوں کو دروازے کے پاس عورت کا خاوند مل گیا

حضرت یوسف علیہ السلام جب زلیخا کے پاس سے بھاگے، تو زلیخا آپ کے پیچھے دوڑی اور آپ کے پیراہن مبارک کو پیچھے سے پکڑا۔ آپ اتنی تیزی سے دوڑ رہے تھے کہ پیچھے سے زلیخا نے پکڑا تو آپ کا کرتا پھٹ گیا۔ یوسف علیہ السلام باہر نکل آئے، تو ان کے پیچھے پیچھے زلیخا بھی آ رہی تھی۔ جب دونوں دروازے پر پہنچے، تو ان کے سامنے عزیزِ مصر کھڑا تھا۔ وہ ان دونوں کو اس کیفیت میں دیکھ کر سوچ ہی رہا تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے، زلیخا جلدی سے بولی،

اے عزیزِ مصر! دیکھ جس کو تو نے محبت اور چاہتوں سے پالا ہے، اس کی جوانی تیری آبرو کے خلاف ہو گئی ہے۔ یہ مجھے بے آبرو کرنا چاہتا تھا، مگر میں نے خود کو اس سے بچا لیا۔۔۔۔
قرآن حکیم کے بیان سے ظاہر ہے کہ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ادھر دونوں دروازے پر پہنچے تو جونہی عزیزِ مصر کی نظر ان دونوں پر پڑی تو زلیخا فوراً بولی،

قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءً اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

تو عورت بولی کہ جو شخص تمہاری بیوی کے ساتھ برا ارادہ کرے۔اس کے سوا اس کی کیا سزا ہے کہ یا تو قید کیا جائے یا دردناک عذاب دیا جائے۔

جب زلیخا نے عزیز مصر سے یہ بات کہی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اے عزیز مصر!

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ

یوسف نے کہا اس نے مجھے اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا

گھر کا گواہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے اتنی بات کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے گھر سے ہی ایک وکیل صفائی پیش کر دیا جس نے دلائل کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کی برئت کو ثابت کر دیا۔ قرآن حکیم میں ہے۔

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝

اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی اگر اس کا کرتا آگے سے پھٹا ہے تو یہ سچی اور وہ جھوٹا

وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

اور اگر کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو یہ جھوٹی اور یوسف سچا

عزیز مصر کے گھر چار مہینے کا ایک بچہ جو زلیخا کے ماموں کا لڑکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قوت گویائی عطا فرمادی اور اس نے عزیز مصر سے کہا اے عزیز مصر! ذرا سوچ و بچار سے کام لے سنی سنائی باتوں پر عمل کرنے کی بجائے آنکھوں سے ملاحظہ کرکے پھر کوئی فیصلہ کریں کہ یوسف علیہ السلام کا کرتا کدھر سے پھٹا ہے۔ اگر کرتا آگے سے پھٹا ہے تو زلیخا سچی ہے اگر پیچھے سے پھٹا تو وہ جھوٹی۔

فصاحت و بلاغت

قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت دیکھیے کہ فَصَدَقَتْ پہلے آیا ہے — وہ بچی ہے اگر کُرتا آگے کی طرف سے پھٹا ہوا ہے، اور اگر کُرتا پیچھے کی طرف سے پھٹا ہے تو وہ جھوٹی — اگر وہ بچہ پہلے کہہ دیتا کہ اگر کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو زلیخا جھوٹی — تو فوراً عزیز مصر کہہ دیتا، بس خاموش چھوٹا منہ بڑی بات ہے چپ رہو۔ تو پہلے بچے کے منہ سے فَصَدَقَتْ کہلوایا تاکہ وہ خاموش رہے کہ بچہ بھی میرے حق میں گواہی دے رہا ہے کہ میں سچی ہوں۔

پھر بچے نے کہا اگر اس معصوم کا کُرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو یہ جھوٹی ہے۔ اب جو عزیز مصر نے پیراہنِ یوسفی کو ملاحظہ کیا، تو ساری صورت حال ظاہر ہوگئی اور سارا معاملہ سمجھ گیا۔

قرآن حکیم میں ہے :

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ	جب اس کا کُرتا دیکھا تو پیچھے سے پھٹا ہوا
قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ	تھا، تو اُس نے کہا یہ تمہارا ہی فریب ہے۔
كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۔	بیشک تم عورتوں کے فریب بہت بڑے ہوتے ہیں

پھر عزیز مصر حضرت یوسف علیہ السلام سے مخاطب ہوا اور معذرت کے ساتھ کہنے لگا،

يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا	اے یوسف اس بات کا خیال نہ کرو

مجھے اعتراف ہے کہ تمہارے جذبات کو مجروح کیا گیا ہے تم پر بلاوجہ الزام تراشی کی گئی ہے جس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں اور زلیخا سے کہا،

وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ اِنَّكِ	اور (اے زلیخا) تو اپنے گناہ کی بخشش مانگ
كُنْتِ مِنَ الْخَاطِـِٕيْنَ ۔	بیشک خطا تیری ہی ہے

حسن وجمال

عزیز مصر کی بیوی نے سیدنا یوسف علیہ السلام پر الزام تراشی کی اور آپ کی بریت اور پاک دامنی کی گواہی ایک چھوٹے سے بچے نے ایسے مضبوط دلائل کے ساتھ پیش کی کہ جس سے عزیز مصر پر ساری حقیقتِ حال واضح ہوگئی اسے سیدنا یوسف صدیق علیہ السلام کی صداقت اور اپنی بیوی کے مکر کا علم ہوگیا، اور اس معاملہ کو ختم کرنے کے لیے اور رسوائی سے بچنے کے لیے اس نے خود بھی معذرت کی اور زلیخا کو بھی معافی مانگنے کے لیے کہا۔

طعنہ زنی یہ بات ہوتے ہوتے شاہی خاندان کی عورتوں کے درمیان پھیل گئی۔ قرآن حکیم میں ہے:

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۖ اِنَّا لَنَرٰهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (پ ۱۲)

اور شہر کی عورتیں باتیں کرنے لگیں کہ عزیز مصر کی بیوی اپنے غلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے اور اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے۔

جب زنانِ مصر نے زلیخا کو طعن و تشنیع کرنے کو اپنا موضوعِ سخن بنایا تو آخر کار زلیخا کو بھی اس بات کا علم ہوگیا کہ زنانِ مصر اس پر طعن و تشنیع کرتی ہیں تو اس نے ایک تدبیر سوچی۔

ضیافت چنانچہ زلیخا نے لوگوں کی زبان بند کرنے کے لیے عمائدین شہر اور شاہی خاندان کی چالیس عورتوں کو دعوتِ طعام دے دی اور جب

وہ سب زلیخا کے گھر جمع ہوگئیں تو اُن کے بیٹھنے کے لیے مسندیں آراستہ کی گئیں اور پُر تکلف کھانے کا اہتمام کیا گیا جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے :

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا

پس جب عزیز کی بیوی نے ان عورتوں کے مکر کو سُنا تو ان کو بلا بھیجا اور ان کے لیے مسندیں آراستہ کیں اور ہر ایک کو ایک ایک چھری دی۔

ہاتھ کاٹ لیے

چنانچہ جب کھانے کے لیے سب عورتوں نے چھریاں ہاتھوں میں پکڑ لیں اور پھل وغیرہ کاٹنے لگیں، تو زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا :

وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ

پھر یوسف سے کہا ان سب کے سامنے نکل آ

تو حضرت یوسف علیہ السلام باہر نکلے، تو تمام عورتیں جمالِ یوسفی کو دیکھ کر حیران رہ گئیں اور رخِ انور کی تابانی دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئیں کہ اپنے آپ کی بھی خبر نہ رہی۔ ارشادِ ربانی ہے :

فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ

پھر جب یوسف کو ان عورتوں نے دیکھا تو اس کی بڑائی کی قائل ہوگئیں اور انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔

(پ ۱۲۔ ع ۱۲)

اور بے ساختہ پکار اٹھیں کہ ایسا حسن و جمال ہم نے کسی بشر میں دیکھا ہی نہیں اور اس کے ساتھ نفس کی طہارت کا یہ عالم ہے کہ شاہی خاندان کی حسین و جمیل عورتیں زریں لباسوں میں ملبوس اور زیورات سے آراستہ و پیراستہ ہو کر آئیں، مگر اس ماہ جبین نے کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ قرآن کریم میں ہے :

وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ

اور پکار اٹھیں یہ تو انسان نہیں، یہ تو کوئی بڑے مرتبے والا فرشتہ ہے۔

جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن صباحت کا تو یہ عالم تھا کہ زنانِ مصر نے آپ کے چہرۂ انور کا بے نقاب

مشاہدہ کیا تو پھل کاٹنے کی بجائے اپنے ہی ہاتھوں پر چھریاں چلا دیں، مگر حضور تاجدارِ انبیاء محبوبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن و جمال پر تو حُسنِ یوسف بھی فدا ہے — حضرت یوسف علیہ السلام کا حُسن تو ہمارے آقا و مولیٰ، ملجا و ماویٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بے مثال جمالِ دل نشین کے بحرِ بیکراں کا ہی ایک قطرہ ہے۔

زنانِ مصر کا حُسنِ یوسف کی رعنائیوں میں گم ہو کر اپنی انگلیاں کاٹ لینا بڑی بات سہی مگر میرے محبوب کے چہرے پر غیرتِ الٰہیہ کے ستر ہزار پردے ہونے کے باوجود آپ کی جلوہ آفرینیوں کا یہ عالم ہے ؎

حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

سرکارِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ عرض کرتے ہیں اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگرچہ حضرت یوسف علیہ السلام بڑی شان والے تھے، پیکرِ جمال تھے، انہیں دیکھ کر مصر کی عورتوں نے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں — مگر تمہیں خداوند قدوس جل و علا نے وہ حُسنِ کامل بخشا کہ تمہیں دیکھے بغیر عرب کے مردوں نے تمہارے نام پر اپنی گردنیں کٹوا لیں۔ اُدھر دیدارِ عام ہے اور اِدھر صرف نام ہے — ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، زنانِ مصر نے یوسف علیہ السلام کا ایک جلوہ دیکھا تو ہاتھ کاٹ ڈالے، اگر میرے محبوب کریم! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھ لیتیں تو اپنے دل کاٹ ڈالتیں ؎

زلیخا ایس نوں جے ویکھ لیندی

کدے تکّے نہ یوسف شامی دے پیندی

حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

خالق نے تجھے ایسا طرحدار بنایا

یوسف کو تیرا طالبِ دیدار بنایا

حضور سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن وجمال کو دیکھنے والا یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے:

لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ۔ (مشکوٰۃ ص۵۱۷) یعنی ایسا حسین وجمیل نہ آپ سے پہلے کبھی دیکھا نہ اس کے بعد۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر عرض کرتے ہیں ؎

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِيْ
وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

(میرے محبوب! میری آنکھ نے آپ جیسا حسین کبھی دیکھا ہی نہیں اور صرف میری آنکھ کے دیکھنے پر ہی موقوف نہیں، آپ جیسا حسین وجمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔

(یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ ہر عیب سے پاک پیدا فرمائے گئے۔ گویا آپ نے جیسا چاہا ویسا ہی پیدا فرمایا گیا)

سرکارِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے ہوئے بارگاہِ محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کرتے ہیں ؎

لَمْ يَاْتِ نَظِيْرُكَ فِيْ نَظَرٍ مثلِ تو نہ شد پیدا جاناں
جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

حُسنِ محبوب کی تعریف کا حق کیسے ادا کیا جا سکتا ہے، جبکہ آپ مظہرِ ذات، وصفاتِ خداوندی ہیں۔ آپ کے جلوے حق تعالیٰ کے جلوے ہیں۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

مَنْ رَاٰنِيْ فَقَدْ رَاَى الْحَقَّ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق تعالیٰ ہی کو دیکھا

مولانا حسن رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ!

یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

ہمارے آقا و مولا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آرا کو کون بیان کر سکتا ہے۔ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

مَا رَأَیْتُ اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ (مشکوٰۃ)

میں نے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین و جمیل نہیں دیکھا۔ گویا سورج آپ کے رُخِ انور میں گردش کر رہا ہے

چودھویں کا چاند

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چاند کی چودہ تاریخ تھی اور چاند کی آب وتاب پورے شباب پر تھی اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے سُرخ رنگ کا دھاری دار لباس زیب تن فرما رکھا تھا۔ میں کبھی آسمان کی طرف دیکھتا اور کبھی مدینے کے چاند کے رُخِ انور کو دیکھتا اور موازنہ کرتا، آخر یہ کہنے پر مجبور ہو گیا:

فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ (مشکوٰۃ ص۵۱۸)

میرے نزدیک آپ چاند سے بھی زیادہ حسین ہیں۔

اسی لئے تو کسی عاشق نے کہا ہے ؎

چاند سے تشبیہ دینا یہ کہاں انصاف ہے

اُس کے منہ پہ داغ ہے، احمد کا چہرہ صاف ہے

سرکارِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے ؎

ہے جو مہر و ماہ پہ اطلاق آتا نُور کا

بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نُور کا

حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کا حُسن و جمال لوگوں پر ظاہر ہی نہیں کیا گیا ورنہ کس کی

طاقت تھی کہ جمالِ مصطفٰے انوارِ مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نظارے کی تاب لاسکے۔
اسی لیے تو مولانا حسن رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ؎

اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

جمالِ مستور کہ ایک مرتبہ خواب میں تاجدارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، تو عرض کی اے آقا! یوسف علیہ السلام کا حسن وجمال دیکھ کر مصری عورتوں نے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے، مگر آپ کو دیکھ کر کسی کی ایسی حالت نہیں ہوتی۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَالِيْ مَسْتُوْرٌ عَنْ اَعْيُنِ النَّاسِ غَيْرَةً مِنَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَلَوْ ظَهَرَ لَفَعَلَ النَّاسُ اَكْثَرَ مِمَّا فَعَلُوْا حِيْنَ رَاَوْا يُوْسُفَ۔
(الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ﷺ)

تو فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا جمال لوگوں کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے چھپا رکھا ہے اگر وہ ظاہر ہو جاتے تو لوگوں کی حالت اس سے زیادہ وارفتہ ہوتی، جیسا کہ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوتی تھی۔

یعنی فرمایا کہ میں خالقِ دوجہاں ربّ العالمین کا محبوب ہوں اور محب کی غیرت کا تقاضا ہے کہ اس کے محبوب کو اس کے سوا کوئی نہ دیکھے۔

حضراتِ محترم: میں بیان کر رہا تھا کہ مصری عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن وجمال دیکھ کر وارفتگی میں پھل کاٹنے کی بجائے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں اور کہنے لگیں یہ تو بشر نہیں، بلکہ کوئی معزز فرشتہ ہے ؎

اک جھلک نے ہم کو دیوانہ کیا — حال دل کب کچھ ہمارا ہو گیا
آفریں تجھ پر زلیخا آفریں — صبر تیرا ضبط تیرا آفریں

پاس رکھ کے تو اسے ثابت رہی — ابتلک بھی تو نہ دیوانی ہوئی
اے زلیخا بس یہ ہے حصہ تیرا — صبر تو نے حد کو بس پہنچا دیا

جب زلیخا نے زنانِ مصر کی یہ حالت دیکھی تو کہا، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے،

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ؕ (پ ۱۲ - ع ۱۴) — کہا یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم سب مجھے طعنہ دیتی تھیں۔

پھر اُن سے اپنی حالت بیان کرتے ہوئے کہا،

وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَلَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ ۝ — اور بیشک میں نے اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا، مگر یہ بچا رہا اور اگر یہ وہ کام نہ کرے گا جو میں اسے کہتی ہوں، تو ضرور قید کر دیا جائے گا اور اپنی عزت کھو بیٹھے گا۔

یہ بات زلیخا نے زنانِ مصر کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کی موجودگی میں کی کہ میں نے اس پیکرِ حسن و جمال ماہ جبیں کو ہر چند کوشش کی کہ یہ میری طرف مائل ہو جائے، لیکن اس نے میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، تو اب اگر یہ میرا کہا نہیں مانے گا تو اسے قید کرا دوں گی۔ اگر میں اس کے فراق میں مضطرب اور بے چین ہوں، تو یہ بھی حریر کے ملبوسات میں شاہی بستر پر آرام کی نیند نہیں سوئے گا اس کو بھی سکون میسّر نہیں ہوگا۔ یہ بات زنانِ مصر کے سامنے اس لیے کی گئی تاکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کہیں کہ وہ زلیخا کی بات مان لیں۔

صاحب تفسیر روح المعانی نے اس مقام پر روایت نقل کی ہے،

فَقَدْ رُوِیَ اِنَّهُنَّ قُلْنَ لَهٗ اَطِعْ مَوْلَاتَكَ وَاقْضِ حَاجَتَهَا لِتَاْمَنَ مِنْ عُقُوْبَتِهَا۔ (تفسیر روح المعانی ج ۱۲ ص ۲۱۱) — روایت کیا گیا ہے کہ ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ اپنی مالکہ کی فرمانبرداری کرو اور اس کی حاجت پوری کر تاکہ تو اس کی سزا سے بچے۔

وَرُوِیَ اِنَّ کُلًّا مِّنْهُنَّ طَلَبَتِ الْخَلْوَةَ لِنَصِیْحَتِهٖ فَلَمَّا خَلَتْ بِهٖ دَعَتْهُ اِلٰی نَفْسِهَا۔

اور یہ بھی روایت ہے ان میں سے ہر ایک عورت نے خلوت طلب کی تاکہ اسے نصیحت کریں، جب وہ خلوت میں جاتی تو انہیں اپنے نفس کی طرف دعوت دیتی۔

(تفسیر روح المعانی صـ۲۱۱ ج ۱۲)

زنانِ مصر نے زلیخا سے اجازت لے کر یوسف علیہ السلام سے خلوت میں اپنے نفس کی طرف گناہ کی دعوت دی اور زلیخا کے بارے میں بھی کہا کہ تم اُس کا کہا مان لو ورنہ وہ تمہیں قید کروادے گی۔

حکم اوہدے وچ تابع رہ کے رہ توں خوشیاں کردا
یوسف کہندا خوشیاں کرلوں من میرا دل ڈردا

ان کی یہ باتیں سن کر اللہ تعالیٰ کے پاک پیغمبر ابن یعقوب سیدنا یوسف علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو جاری ہوگئے اور بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ پھیلا کر روتے ہوئے عرض کی، جس کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح موجود ہے؛

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ۝

عرض کیا اے پروردگار جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں، اس کی نسبت مجھے قید زیادہ پسند ہے۔ اگر تو مجھ سے ان کا فریب نہ ہٹائے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں داخل ہو جاؤں گا۔

(پ ۱۲ - ع ۱۴)

قید چنگی لکھ واری مینوں تے ایہہ درد مندیرا
کر میرا اوچہ زنداں ڈیرا، مڑ کراں نہ پھیرا

دُعا قبول ہوگئی

حضرت یوسف علیہ السلام نے زنانِ مصر کی فریب کاریوں سے بچنے کے لیے دعا فرمائی،

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ

تو خدا نے ان کی دُعا قبول کرلی اور ان سے

كَيْدَهُنَّ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ (پ ۱۲ - ع ۱۴) — عورتوں کا مکر دفع کردیا، بیشک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلا اپنے بندوں کی دُعا کو قبول فرماتا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي	اور اے محبوب! جب تم سے میرے بندے میرے
فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ	متعلق پوچھیں تو (کہہ دو) میں تمہارے نزدیک ہوں
دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ	جب کوئی پکارنے والا پکارتا ہے، تو میں اس کی
فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي	دُعا قبول کرتا ہوں، تو ان کو چاہیئے کہ میرے حکموں
لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝ (پ ۲ ع ۷)	کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ راہ پائیں۔

خداوند قدوس جل وعلا اپنے بندوں کی فریادیں، التجائیں قبول فرماتا ہے اور اپنے مقبول بندوں کے قریب ہے اور خصوصی طور پر انبیاء کرام علیہم السلام کی دعاؤں کو زیادہ شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے۔ قرآن کریم میں انبیاء کرام کی دُعاؤں اور ان کی قبولیت کا ذکر بڑی تفصیل سے موجود ہے۔

سیدنا نوح علیہ السلام کی دُعا

حضرت نوح علیہ السلام نے تقریباً ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو تبلیغ فرمائی اور سوائے چند افراد کے کسی نے بھی آپ کی دعوتِ حق و رشد و ہدایت کو قبول نہ کیا۔ اس گمراہ قوم نے اللہ پاک کے پیارے نبی کی برابر مخالفت کی۔ خداوند قدوس کی توحید کا انکار کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے منکر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کو طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں، بالآخر جب آپ نے انہیں راہِ راست پر آتے نہ پایا تو بارگاہِ ایزدی سمیع و بصیر کے حضور اپنے ہاتھ پھیلائے اور عرض کی:

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي	اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو
لَيْلًا وَنَهَارًا ۝ (پ ۲۹ ع ۹)	دن رات بلایا۔

اے مولا کریم! میں نے انہیں تیری طرف دعوت دی اور یہ تیرے در بارے راہِ فرار اختیار کیے ہوئے ہیں۔ مولا! یہ غرور و تکبر میں مبتلا ہیں۔ یہ انکار کی اُس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ اب ہدایت کی طرف ان کے راغب ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ نہ تو تیرے فرمانبردار اور نہ ہی میرے اطاعت گزار ہیں۔

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِينَ دَيَّارًا ۝ (پ ۲۹ ع ۱۰)

اور نوح نے عرض کی اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔

اللہ پاک کے برگزیدہ پیغمبر نے اُن کے مستقبل کے حالات پر نظر کرتے ہوئے عرض کی۔

إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ (پ ۲۹، ع ۱۰)

بے شک اگر تو انہیں رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان سے جو اولاد ہوگی، وہ بھی بدکار اور ناشکر گزار ہوں گے۔

اللہ رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ایک طوفان آیا، جس سے تمام کفار غرق ہو کر نیست و نابود ہو گئے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دُعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رضائے الٰہی کی خاطر اپنی بیوی اور بچے سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو ایک بے آباد جنگل میں ٹھہرایا اور یہ دُعا مانگی۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ

اے پروردگار! میں نے اپنی اولاد میدان (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت و ادب کے گھر کے پاس لا بسائی ہے۔ اے پروردگار! یہ نماز پڑھیں تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں سے روزی دے

الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝ تاکہ تیرا شکر ادا کریں۔

(پ ۱۳- ع ۱۸)

آپ نے دُعا مانگی مولا انہیں نمازی بنا' وہ قبول ہوئی۔ عرض کیا لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے۔ ہزاروں سال گزر چکے ہیں، اہلِ ایمان اس مقام کی زیارت کر رہے ہیں۔ آپ نے پھلوں کے رزق کی دُعا مانگی۔ آج بھی جو لوگ مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہا کی حاضری دیتے ہیں وہ دعائے خلیل اللہ علیہ السلام کی قبولیت کے جلوے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرتے ہیں کہ وہ زمین تو نا قابلِ زراعت ہے مگر بازار میں ہر قسم کے تازہ میوہ جات وافر موجود ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں دُعا مانگی :

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (پ ۱، ع ۱۵) اے پروردگار ان میں سے ایک رسول مبعوث فرما

اللہ رب العزت نے آپ کی دعا کو بھی شرفِ قبولیت عطا فرمایا کہ حضور رحمۃ للعالمین ختم المرسلین سید الاولین و آخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مقدس شہر (مکہ مکرمہ) میں جلوہ افروز فرمایا

سیدنا ایوب علیہ السلام کی دُعا

جب سیدنا ایوب علیہ السلام مرضِ جسمانی میں مبتلا ہوئے تو بارگاہِ خداوندی میں دُعا کی :

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ (پ ۱۷، ع ۶) اور ایوب کو (یاد کرو) جب انہوں نے اپنے پروردگار سے دُعا مانگی کہ مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

سیدنا ایوب علیہ السلام نے بارگاہِ شافع الامراض میں دُعائے صحت کی تو رب کریم نے اپنے نبی کی دُعا کو شرفِ قبولیت بخشا جس کا تذکرہ قرآن کریم نے اس طرح فرمایا ہے :

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ (پ ۱۷، ع ۶) تو ہم نے اُن کی دُعا سُن لی اور جو ان کو تکلیف تھی وہ دُور کر دی

سیدنا یونس علیہ السلام کی دُعا

حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں تھے، تو دعا کی،

فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

اندھیرے میں خدا کو پکارنے لگے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بیشک مجھ سے بےجا ہوا۔

سیدنا زکریا علیہ السلام کی دُعا

قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى

عرض کیا اے پروردگار مجھے اپنی جناب سے اولادِ صالح عطا فرما، بیشک تو ہی دُعا قبول کرنے والا ہے۔ وہ ابھی عبادت گاہ میں کھڑے نماز ہی پڑھ رہے تھے کہ فرشتوں نے آواز دی اے زکریا علیہ السلام خدا تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے۔

خداوند قدوس اپنے محبوب بندوں کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے۔ آدم و نوح کلیم و خلیل ادریس و زکریا علیہم السلام کا مستجاب الدعوات ہونا یقیناً بڑا اعزاز ہے، مگر قربان جاؤں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت پر کہ ان پر بے مانگے ہی بارگاہِ ایزدی سے لطف و کرم کی بارشیں ہو رہی ہیں، تو جب وہ آقا بارگاہِ خداوندی میں دستِ دعا پھیلاتے ہوں گے تو پھر عطائے خداوندی کا کیا عالم ہوتا ہوگا۔ سرکارِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کی عظمت اس طرح بیان فرماتے ہیں ؎

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا\
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہمارا ایمان ہے کہ خدا سب کی پکار سنتا ہے، مگر ہم سب خدا سے مانگنے کے لیے حضور رحمۃ للعالمین کے درِ اقدس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بارگاہِ محبوب میں اپنی فریادیں پیش کرتے

کرتے ہیں تاکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے ہماری مشکلیں آسان ہو جائیں۔ سرکار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بے اُن کے واسطے جو خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے
مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

میں بیان کر رہا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ مولا کریم! یہ عورتیں مجھے جس کام کی طرف بلاتی ہیں، مجھے اس سے قید خانہ پسند ہے۔ میرے لیے مصر کا زندان اس شاہی محل سے بدرجہا بہتر ہے۔ قرآن کریم میں ہے،

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ ط — تو خدا نے ان کی دعا قبول فرمائی

زندان سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام برائی سے محفوظ رہے اور زلیخا مایوس ہو گئی، تو اس نے عزیزِ مصر سے کہا اس عبرانی غلام نے مجھے لوگوں میں بدنام کر دیا ہے، تو اسے قید کر دے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے،

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ (پ ۱۲ ع ۱۴) — پھر باوجود اس کے کہ وہ نشان دیکھ چکے تھے، اُن کی رائے یہی ٹھہری کہ کچھ عرصہ کے لیے ان کو قیدی کر دیں۔

اگرچہ عزیزِ مصر بھی جانتا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا کردار بے داغ ہے، گناہ صرف عورت کا ہے، تاہم اُس نے رسوائی سے بچنے کے لیے اور عورت کی خواہش پر حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل بھیجنے کا حکم صادر کر دیا۔

تفسیر روح المعانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل ہے،

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّهٗ اُمِرَ بِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَحُمِلَ عَلٰى حِمَارٍ وَضُرِبَ مَعَهُ الطَّبْلُ وَنُوْدِيَ فِيْ اَسْوَاقِ مِصْرَ اَنَّ يُوْسُفَ الْعِبْرَانِيَّ رَاوَدَ سَيِّدَتَهٗ فَهٰذَا جَزَاءُهٗ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَمَا قَالَ اَبُوْصَالِحٍ كُلَّمَا ذَكَرَ هٰذَا بَكٰى (تفسیر روح المعانی ص۲۱۲ ج ۱۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یوسف علیہ السلام کے متعلق حکم دیا گیا تو اُن کو دراز گوش پر سوار کیا گیا اور ڈھول پیٹا گیا اور مصر کے بازاروں میں منادی کی گئی کہ یوسف عبرانی نے اپنی مالکہ کو ورغلانے کی کوشش کی اب اسے یہ سزا دی جا رہی ہے۔ تو ابو صالح کے قول کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب بھی اس واقعہ کو بیان کرتے، تو رو پڑتے۔

یوسف دے حق صادر ہویا حکموں بندی خانہ
کر اسوار مصر دیاں گلیاں اندر، کرن روانہ
نال منادی کرسے ڈھنڈورا ویکھو بندے تائیں
صاحب تھیں بے ادبی کیتی لگیاں ملن سزائیں

حضرت یوسف علیہ السلام راضی بہ رضائے مولیٰ سواری پر سوار ہو کر مصری سپاہیوں اور داروغہ جیل کی نگرانی میں جیل کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں دیکھنے والوں کا ہجوم تھا اور آپ کی معصومیت اور مظلومیت کی اس حالت کو دیکھ کر کسی سے بھی ضبط نہ ہو سکا ؎

رو دیئے چھوٹے بڑے پیر و جواں — بندھ گئیں مخلوق بھر کی ہچکیاں
ضبط کوئی بھی نہ ان میں کر سکا — سب نے رو رو کر کیا محشر بپا

جب چلتے چلتے حضرت یوسف علیہ السلام زنداں کے دروازے کے سامنے پہنچے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ بنیامین کی جدائی کا احساس اور مہربان باپ کی محبت و شفقت اور والدہ کی فرقت یاد آ گئی۔

زنداں

عزیز مصر نے خود کو رسوائی سے بچانے کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ بھیج دیا۔ ذاتی اغراض کی خاطر ایک بے خطا کو خطاوار اور معصوم کو مجرم بنادیا گیا، چنانچہ جب یوسف علیہ السلام جیل خانہ میں پہنچے، تو قیدیوں کو قید کا احساس ختم ہوگیا، وہ آپ کی مجلس میں بیٹھتے، آپ کی گفتگو سنتے اور آپ کے فیضان سے فیضیاب ہوتے۔ آپ جیل میں دن کو روزہ رکھتے اور رات شب بیداری میں گزارتے۔ اگر کوئی قیدی بیمار ہوتا تو اس کی بیمار پرسی کرتے اور اگر کوئی تنگدست ہوتا تو اُس کی امداد فرماتے۔ اگر کسی کو کوئی خواب نظر آتا، تو وہ آپ سے بیان کرتا، آپ اُس کی تعبیر بیان فرماتے اور وہ بالکل سچی ثابت ہوتی۔ جیل میں ہر قیدی آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا اور آپ کی تعظیم کرتا۔

دو قیدی

آپ کے ساتھ دو اور قیدی بھی جیل بھیجے گئے۔ ایک شاہی ساقی اور دوسرا شاہی باورچی خانہ کا داروغہ تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ ۚ — اور ان کے ساتھ دو اور نوجوان بھی داخل زنداں ہوئے

(پ ۱۲ - ع ۱۵)

ان دونوں قیدیوں نے جب یہ دیکھا کہ ہم بھی قیدی ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام بھی قیدی ہیں، ان کی تو سب لوگ عزت و تکریم کرتے ہیں اور ہمیں کوئی پوچھتا بھی نہیں، چنانچہ انہوں نے حسد کی بنا پر آپ کی عزت کو گھٹانے کے لیے منصوبہ تیار کیا کہ دوسرے لوگ خواب دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام سے تعبیر پوچھتے ہیں اور ہم بناوٹی خواب سنا کر تعبیر پوچھیں اور

جب وہ تعبیر بتادیں، تو پھر اُن سے کہیں گے کہ جناب یہی تمہارا علم ہے کہ آپ ہمیں تعبیریں بتا رہے ہیں، جبکہ ہم نے سرے سے خواب دیکھا ہی نہیں۔ اس ناپاک منصوبے کے تحت وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے اور ان کی مجلس میں جا کر کہا، جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِیْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ (پ ۱۲ ع ۱۵)

ایک نے ان میں سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شراب نچوڑتا ہوں اور دوسرے نے کہا میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں ہیں، جن میں سے پرندے کھاتے ہیں، ہمیں اس کی تعبیر بتادیجئے کہ ہم تمہیں نیکوکار سمجھتے ہیں۔

صاحبِ تفسیر خازن لکھتے ہیں کہ انہوں نے یہ خواب نہیں دیکھے تھے، بلکہ آپ کی شان کو گھٹانے کے لیے خواب سنائے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب سُنا تو فرمایا،

قَالَ لَا یَاْتِیْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِیْلِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ۭ اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ (پ ۱۲ - ع ۱۵)

یوسف نے فرمایا جو کچھ کھانا تمہیں ملا کرتا ہے وہ تمہارے پاس نہ آنے پائے گا کہ میں اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے بتادوں گا۔ یہ ان علموں میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھلایا ہے جو لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے اور روزِ آخرت کا انکار کرتے ہیں، میں ان کا مذہب چھوڑے ہوئے ہوں۔

فرمایا کہ میرا خوابوں کا تعبیر بتانا نہ تو علم ظنی ہے اور نہ ہی بناوٹی ہے، بلکہ عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ میرے رب نے مجھے سکھایا ہے، تم میرا امتحان کرنا چاہتے ہو اور میری سفید چادر کو داغدار کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ میں تمہارے خوابوں کی تعبیر تمہارا کھانا تم تک پہنچنے سے پہلے بتادوں گا۔

تبلیغ وہ دونوں چونکہ کافر تھے، اس لیے آپ نے پہلے انہیں اسلام پیش فرمایا تاکہ وہ ایمان لے آئیں اور اللہ والوں سے دل لگی نہ کریں، مقبول بارگاہ اللہ کے ساتھ ٹھٹھا نہ کریں، کسی اللہ والے کا امتحان نہ لیں۔ تبلیغ حق سے پہلے آپ نے انہیں اپنا تعارف کروایا۔ فرمایا: میں ان لوگوں کا دین چھوڑے ہوئے ہوں جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کے بھی منکر ہیں۔ میں پیغمبر زادہ ہوں اور ان پاک ہستیوں کا متبع ہوں۔ قرآن کریم میں ہے:

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝ (پ ۱۲-ع ۱۵)	اور اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے مذہب پر چلتا ہوں، ہمیں شایان نہیں ہے کہ کسی کو خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک بنائیں یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے، ہم پر بھی اور لوگوں پر بھی، لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

درس ہدایت آپ نے اپنا تعارف اور دین کی عظمت و برتری بیان کرنے کے بعد فرمایا:

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝	اے میرے جیل خانہ کے ساتھیو! کیا جُدا جُدا کئی رب اچھے ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے۔
مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۝ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ ذٰلِكَ	جن چیزوں کی تم خدا کے سوا پوجا کرتے ہو، وہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔ خدا نے اس کی کوئی سند نازل نہیں فرمائی، حکم تو اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ اُس کا فرمان یہ ہے کہ اُس کے سوا کسی کی

الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ — عبادت نہ کرو، یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

آپ نے انہیں سمجھانے کی غرض سے اپنا تعارف کرایا، اپنا رتبہ اور حسب نسب بیان کیا۔ پھر انہیں اللہ تبارک تعالیٰ کے ایک ہونے کے دلائل دیئے اور خدا تعالیٰ کی بندگی کرنے کی دعوت دی تاکہ یہ اسلام لے آئیں اور جھوٹے خواب بیان کر کے اللہ والوں سے دل لگی نہ کریں۔ آپ نے انہیں اس تبلیغ حق کے بعد فرمایا اور اپنے خوابوں کی تعبیر سُن لو۔

تعبیر

حضرت یوسف علیہ السلام نے تبلیغ کا فرض ادا کر چکنے کے بعد دونوں قیدیوں کو فرمایا:

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُکُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَیُصْلَبُ فَتَاْکُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ط — میرے جیل خانہ کے ساتھیو! تم میں سے ایک تو بادشاہ کو شراب پلائے گا اور جو دوسرا ہے وہ سُولی دیا جائے گا اور جانور اس کا سر کھا جائیں گے۔

یعنی تم میں سے ایک شاہی ساقی رہا ہو جائے گا اور بادشاہ کو شراب پلائے گا اور دوسرا پھانسی چڑھایا جائے گا اور اُس کا سر جانور نوچیں گے۔

یہ سُن کر دونوں قیدی ہنسنے لگے اور کہا کہ ہم نے تو کوئی خواب دیکھا ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے خواب دیکھا ہے یا نہیں، مگر میں نے جو کہہ دیا ہے وہ اب پورا ہو کر رہے گا۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا

قَالَا اِنَّمَا نَلْعَبُ وَلَمْ نَرَ شَیْئًا — دونوں کہنے لگے کہ ہم تو ہنسی کر رہے ہیں ہم نے کوئی خواب نہیں دیکھا

(تاریخ ابن خلدون، تفسیر مظہری تفسیر خازن)

تفسیر روح المعانی صـ ۲۲۱ ج ۱۲)

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے،

قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْہِ تَسْتَفْتِیَانِ ۔ جو امر تم مجھ سے پوچھتے تھے، وہ اب فیصل ہو چکا ہے

سبق حاصل کرو کہ اللہ والوں سے مذاق نہیں کرنا چاہیے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ غضب سے ان کے منہ سے کوئی بات نکلے اور خانہ خراب کر دے اور پھر ساری زندگی کفِ افسوس ملتے رہو۔

مُردہ زندہ ہو گیا سرکارِ غوث پاک رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک عیسائی نے یہ کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا کہ ہمارے نبی عیسیٰ علیہ السلام نے مُردوں کو زندہ فرمایا اور مسلمانوں کے نبی نے کوئی مردہ زندہ نہیں کیا اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ مسلمانوں کے نبی سے زیادہ ہے۔ سرکارِ غوث پاک نے جب اُس کی یہ بات سُنی، تو آپ اُس کے پاس پہنچے اور فرمایا اے پادری تو کیا کہتا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مُردوں کو زندہ نہیں فرمایا۔ میرے نبی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دو بچّوں کو زندہ فرمایا، فلاں مردے کو زندہ کیا بلکہ اُن چیزوں کو زندگی بخشی جن کی زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ پتھروں نے آپ کے سامنے کلام کیا، درختوں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا تذکرہ کیا مگر وہ برابر انکار کرتا گیا۔ آخر جب اُس نے کسی طرح تسلیم نہ کیا تو آپ نے فرمایا: اے نصرانی! میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کا غلام ہوں۔ میرا نسبی تعلق اپنے آقا و مولیٰ سے ہے مجھے کسی قبرستان میں لے چل، تو جس قبر سے بھی کہے گا، میں انشاء اللہ مردہ زندہ کر دوں گا تاکہ تجھے یقین آ جائے۔ اسی لیے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

عیسےٰ کے معجزوں نے مردے جلا دیئے ہیں
محمد کے معجزوں نے مسیحا بنا دیئے ہیں

چنانچہ وہ آپ کو ایک قبرستان میں لے گیا جہاں ایک پرانی سی قبر پر کھڑا ہو کر کہنے لگا، حضرت اس قبر کے مُردہ کو زندہ کر کے دکھائیں۔ سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ نے قبر پر توجہ کی اور فرمایا،

اِنَّ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ كَانَ مُغَنِّيًا فِي الدُّنْيَا اِنْ اَرَدْتَ اُحْيِيَهُ مُغَنِّيًا۔ (تفریح الخاطر صہ ۱۶)

یہ صاحبِ قبر دُنیا میں گویا تھا اگر تو چاہے تو یہ قبر سے بھی گاتا ہوا اُٹھے۔

پھر سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے قبر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا،

وَقَالَ قُمْ بِاِذْنِيْ — میرے حکم سے اُٹھ

فَانْشَقَّ الْقَبْرُ وَقَامَ الْمَيِّتُ مُغَنِّيًا۔ — پس قبر شق ہوئی اور مردہ گاتا ہوا کھڑا ہو گیا

چنانچہ عیسائی نے آپ کی یہ کرامت دیکھی تو مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

نظرِ ولایت

سامعین کرام! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو جو طاقتیں عطا فرمائی ہیں، اہلِ ایمان انہیں تسلیم کرتے ہیں، مگر کچھ لوگ ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے فیضانِ اولیاء کا نہ صرف انکار بلکہ استہزاء اور ٹھٹھا کرتے ہیں کہ توجہ کوئی چیز نہیں، نظر میں کوئی اثر نہیں، حالانکہ وہ لوگ بُری نظر کی طاقت کو مانتے ہیں کہ بچہ بیمار ہو گیا اس پر نظرِ بد پڑ گئی ہے۔ مولوی صاحب دم کر رہے ہیں کہ بُری نظر لگ گئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر بُری نظر انسان کو بیمار کر سکتی ہے تو اچھی نظر سے تندرستی بھی ہو سکتی ہے۔ بُری نظر اگر برباد کر سکتی ہے تو اچھی نظر آباد بھی کر سکتی ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

اور ایک پنجابی شاعر نے لکھا ہے ؎

بندے رب دے نظر کر کے تقدیر بدل دیندے
لکھی ہوئی لوحِ محفوظ والی تحریر بدل دیندے

سامعین کرام! اللہ والے جس پر نگاہِ ولایت ڈال دیں، تو دل کی دُنیا کو آباد کر دیتے ہیں، مگر اُن نام نہاد پیروں فقیروں سے بچنا چاہیے جو مریدوں کے دلوں کی بجائے ان کی جیبوں

پر نظر ڈالتے ہیں۔ جب کوئی مالدار مرید پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت صاحب اس مرید کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے، بڑی شفقت و محبت سے مرید کو گلے لگایا پاس بٹھایا اور پھر فرمایا "بیٹا میں تو پہلے ہی تیرا انتظار کر رہا تھا" میں تینوں راتیں خوش پاک دی کھیری وچہ ویکھیا اے" جبکہ پیر صاحب خود بھی کبھی وہاں حاضر نہ ہو سکے ہوں۔ اس انداز کی گفتگو کر کے مرید کی جیب صاف کر دی۔

اور اگر کوئی غریب مرید حاضر ہوا تو خادم کو حکم دے دیا کہ دیکھو سامنے جو شخص آ رہا ہے، اسے کہہ دے کہ حضرت صاحب کا حکم ہے باہر برآمدے میں بیٹھ جاؤ اور دو لاکھ مرتبہ پڑھو "یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ" نال مُکنے تے نال جند چھُٹے۔

اللہ کا ولی وہ ہے جس کی نگاہ میں امیر و غریب کی تمیز نہ ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر امتی کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آئے۔ اس کی نگاہ میں اُس کا ہر مرید ایسے ہو جیسے والدین کے لیے ساری اولاد ہوتی ہے۔ اور پھر جیسے اولاد کے لیے ماں باپ کا احترام کرنا ضروری ہوتا ہے، اسی طرح مرید کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے شیخ کی کامل طور پر اطاعت اور خدمت کے لیے کمربستہ رہے اور ہر لمحہ ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جن لوگوں نے مرشدِ کامل کی خدمت و اطاعت کی ہے۔ انہیں دین و دنیا کی سعادتیں عظمتیں اور سربلندیاں حاصل ہوئی ہیں۔ سوائے خدمت و اطاعت کے لقائے یار نصیب نہیں ہوتا، شاعر کہتا ہے ؎

نالے جان پیاری تینوں، نالے لبھیں قرب سجن دا
خدمت ولوں جی چُراویں، تے چا مخدوم بنن دا
نالے مِٹھی نیندر سونویں، نالے شوق دیدار کرن دا
تن وچہ چھپیا رہنا ایں اعظمؔ، اتے سودا کرنا ایں مَن دا

سرکار خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بیس سال اپنے مرشد کامل حضرت

خواجہ عثمانی ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت واطاعت کی۔ حضرت باوا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے بارہ سال اپنے پیرِ کامل کی خدمت واطاعت کی۔

خدمتِ شیخ

حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے بارہ سال اپنے پیرِ کامل خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کی اور جب بارہ سال کی آخری شب آئی، تہجد کا وقت تھا مرشدِ کامل نے اپنے مریدِ صادق سے کہا۔

اُٹھ جاگ فریدا سُتیا، توں وی میلہ ویکھن جا

مت کوئی بخشیا مل جائے توں وی بخشیا جا

اُٹھ جاگ فریدا سُتیا، توں جھاڑو دے مسیت

توں سُتا رب جاگ دا، تیری ڈاہڈے نال پریت

سرکار باوا فرید علیہ الرحمہ بیدار ہوئے تو مرشد نے حکم فرمایا، فرید تہجد کی نماز کا وقت ہے خود بھی وضو کرو اور مجھے بھی وضو کرواؤ تاکہ دونوں مل کر اپنے مالک وخالق کے حضور سربسجود ہو جائیں۔ مریدِ صادق خواجہ فریدالدین اُٹھے تاکہ مرشدِ کامل کو وضو کرانے کی سعادت حاصل کی جائے۔ سردی کا زمانہ تھا، آدھی رات کے وقت جو پانی کے برتن کو ہاتھ لگایا، تو سخت سردی کی وجہ سے بہت ٹھنڈا تھا۔ محبت نے یہ گوارا نہ کیا کہ مرشدِ کامل کو اس ٹھنڈے پانی سے وضو کرایا جائے اور پانی گرم کرنے کے لیے پاس کوئی سامان نہیں ہے۔ آخر لوٹا ہاتھ میں لیا اور پانی گرم کرنے کے لیے آدھی رات کے وقت چل پڑے۔ گرد و نواح پر نظر دوڑائی، شاید کہیں سے آگ مل جائے اور پانی گرم کر کے مرشدِ کامل کو وضو کرایا جائے۔

اس خیال سے جو چاروں طرف نگاہ کی تو ایک گھر میں روشنی سی نظر آئی۔ آپ وہاں پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ گھر کی مالکہ دروازے پر آئی تو کہنے لگی "اے درویش! تو نے دروازہ کیوں کھٹکھٹایا، کہو کیا بات ہے"۔ آپ نے فرمایا "اے بی بی! آدھی رات کا وقت ہے، خدا کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ میرے مرشدِ کامل نے وضو کرنا ہے، سخت سردی کی وجہ سے

پانی بہت ٹھنڈا ہے۔ تیرے گھر آگ جل رہی ہے، اس لیے تیرے دروازے پر آیا ہوں۔"
اُس نے جواب کی طرف دیکھا تو آپ کی بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں بڑی پسند آئیں۔ کہنے لگی،
اے فرید! اگر پانی گرم کرنا چاہتے ہو تو پہلے اپنی آنکھ نکال کر مجھے دے دو۔" آپ نے فرمایا،
"اے بی بی! جاؤ مجھے اندر سے چھری لا کر دے دو، میں ابھی آنکھ نکالے دیتا ہوں اور
تم پانی گرم کر دو۔"

گلاں تال تے ہر کوئی لائی پھردا
لا کے توڑ نبھانیاں اوکھیاں نے

چنانچہ اُس عورت نے پانی گرم کر کے آپ کو دے دیا اور آپ نے اُسے آنکھ نکال کر دے دی۔
آنکھ پر پٹی باندھ کر پانی کا لوٹا اٹھائے شیخ کامل کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ مرشد پاک کو وضو کرایا
جب آپ وضو سے فارغ ہوئے تو خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے نظر اُٹھائی اور فرمایا: فرید
آنکھ پر پٹی کیوں باندھ رکھی ہے؟ ہماری پنجابی زبان میں جس کی آنکھ کو آشوب چشم ہو وہ کہتا ہے
"اکھ آئی ہوئی اے"۔ تو خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے پوچھنے پر بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے عرض
کیا: "حضور میری اکھ آئی ہوئی اے۔"

آپ نے مرید کی یہ حالت دیکھی تو وجد میں آ گئے۔ فرمایا: فریدا پٹی لاہ دے اکھ آئی ہوئی اے
اب جو آپ نے پٹی اتاری تو کیا دیکھتے ہیں کہ واقعی "اکھ آئی ہوئی اے۔" (شلوک فریدی)

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

یہ ہے خدمت شیخ، یہ ہے محبت مرشد، یہ ہے اطاعت پیر، اور یہ ہے نگاہِ ولی کی شان جو اُٹھے تو
بیڑا پار کر دے، تو مُردہ دل پر پڑے تو زندہ کر دے، جو بے نماز پر پڑے تو نمازی بنا دے، جو چور پر
پڑے تو ولی بنا دے، ہاں اگر قبر پر پڑے، تو مُردہ کو زندہ کر دے۔ نہ جانے کچھ لوگ فیضان اولیاء کا
انکار کیوں کرتے ہیں۔ ان اللہ والوں سے بغض و حسد کیوں رکھتے ہیں، جبکہ اللہ رب العزت کا
فرمان ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ (بخاری شریف) جو میرے ولی کے ساتھ بغض رکھتے ہیں اسے جنگ کا چیلنج دیتا ہوں

منکرینِ اولیاء سرکار غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی کچھ ایسے لوگ تھے جو فیضانِ اولیاء کے منکر تھے، جو ولی اللہ کی خداداد طاقتوں کا انکار کرتے تھے جو مقبول بارگاہ کے علوم اور نگاہِ بصیرت کو نہیں مانتے تھے۔ ایک عیسائی نے جب مردے کو زندہ ہوتے دیکھا تو وہ مسلمان ہوگیا، مگر کچھ مسلمان ایسے بھی تھے جو آپ کی مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ اب جو انہوں نے سُنا کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک عیسائی کو مسلمان کرنے کے لیے مُردہ زندہ کردیا ———— اور اس کے اٹھنے سے پہلے ہی آپ نے بتادیا تھا کہ یہ قبر والا گایا کرتا تھا۔ وہ سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کی عظمتوں کی قائل ہونے کی بجائے مخالفت پر اُتر آئے۔ کہنے لگے بھلا قبر سے مُردہ کیسے اُٹھ سکتا ہے اور وہ گایا کرتا تھا، یہ پتہ کیسے چل سکتا ہے؛ بس یہ چکر ہے جو لوگوں کو دیتے جا رہے ہیں —— اُن بے ادبوں نے ایک منصوبہ تیار کیا کہ ہم لوگوں پر ظاہر کریں گے کہ غوث اعظم (رضی اللہ عنہ) کوئی علم نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ قبر کے حالات سے آگاہ ہیں۔

بناوٹی میت چنانچہ اس خیالِ بد سے انہوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ ہم میں سے ایک شخص چارپائی پر لیٹ جائے اور اوپر چادر ڈال دی جائے اور اسے اٹھا کر عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ عنہ) کے دروازے پر لے جائیں، اور ان سے کہیں کہ حضرت اس میت کی نمازِ جنازہ پڑھا دیں اور انہیں کیا معلوم کہ چارپائی پر کوئی مردہ ہے یا زندہ۔ چنانچہ جب وہ نمازِ جنازہ پڑھائیں تو تم پیچھے کھڑے ہوجانا اور جب وہ تکبیر کہیں تو چارپائی پر لیٹنے والا اُٹھ کر کھڑا ہوجائے اور پھر تم سب کہنا یہ ہے تمہارا اعلم کہ چارپائی پر لیٹنے والے کا تو پتہ نہ چل سکا اور قبر میں لیٹنے والے مردے کو تو زندہ کرتے ہو اور اس کے حالات کی خبر نہیں رکھتے۔ چنانچہ انہوں نے اس منصوبہ کے تحت ایک نوجوان کو چارپائی پر لٹایا اور دوسرے ساتھ ہو لیے اور غوث اعظم

رضی اللہ عنہ کے درِاقدس پر آ گئے اور کہنے لگے حضور یہ ہمارا جوان فوت ہو گیا ہے۔ آپ اللہ والے ہیں، اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیجیے۔ اب جو آپ نے نظر چارپائی پر کی تو نگاہِ بصیرت سے مشاہدہ فرمایا تو کیا دیکھا کہ وہ چارپائی پر لیٹنے والا زندہ ہے۔ آپ کو رحم آیا اور فرمایا۔ جاؤ لے جاؤ کسی اور سے نمازِ جنازہ پڑھوا لو۔ انہوں نے منت سماجت کی۔ آپ بھی ان کے منصوبہ سے خبردار ہو چکے تھے ۔

کوئی سمجھے تو کیا سمجھے، کوئی جانے تو کیا جانے
دو عالم کی خبر رکھتا ہے دیوانہ محمد کا

جب وہ نہ مانے تو آپ نے فرمایا اچھا چلو میں پڑھا دیتا ہوں۔ جنازہ گاہ پہنچے اور فرمایا صفیں درست کر لو، وہ اندر اندر سے خوش ہو رہے تھے، ہمارا کام بن گیا۔ انہوں نے صفیں درست کر لیں، تو فرمایا میت کا وارث کون ہے؟ بدقسمتی سے اس کا والد بھی ان میں موجود تھا، کہنے لگا میں ہوں! فرمایا "میرے بیٹے کی نمازِ جنازہ پڑھا دوں؟" یہ بات سن کر باپ کا دل ہل گیا، لیکن اسے یقین تھا کہ عبدالقادر جیلانی کے نمازِ جنازہ پڑھا دینے سے کیا ہو گا، بچہ تو میرا زندہ ہے۔ کہنے لگا جناب پڑھا دو۔ اب جو آپ نے نیت باندھی، نمازِ جنازہ شروع کی۔ پیچھے کھڑے ساتھی انتظار کرنے لگے کہ اب وہ جوان چارپائی سے اٹھے گا اور ہم شور و غوغا کریں گے اور شیخ عبدالقادر جیلانی کا مذاق اڑائیں گے مگر قدرتِ خدا کی دیکھیے کہ پہلی تکبیر ہوئی، دوسری، تیسری اور چوتھی، حتیٰ کہ سلام پھیر دیا گیا اور وہ جوان چارپائی سے نہ اٹھا۔ جنازہ کے فوراً بعد اس کا باپ جلدی سے چارپائی کے قریب گیا اور چہرے پر سے چادر کو ہٹایا تو دیکھا وہ فوت ہو چکا ہے۔ سرِ غوثِ پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب عبدالقادر نے جنازہ پڑھا دیا ہے۔ یہ قیامت تک دن سے پہلے نہیں اٹھے گا۔

سامعین کرام! اللہ والوں سے ٹھٹھا کرنے سے بچنا چاہیے۔ اگر اللہ والوں کی فرمانبرداری آباد کر دیتی ہے، تو ان کی بے ادبی برباد بھی کر سکتی ہے۔ ہاں تو میں بیان کر رہا تھا کہ سیدنا یوسف

علیہ السلام نے شاہی باورچی اور ساقی کے خوابوں کی تعبیر بتادی اور ان دونوں نے کہا جناب ہم نے تو خواب دیکھے ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے خواب دیکھا یا نہیں دیکھا، میں نے جو کہہ دیا ہے وہ ہو کر رہے گا،

قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْہِ تَسْتَفْتِیٰنِ۔ جو امر تم نے مجھ سے پوچھتے تھے وہ فیصل ہو چکا ہے

چنانچہ یوسف علیہ السلام کے فرمان کے مطابق تیسرے روز دونوں قیدیوں کا فیصلہ ہو گیا۔ شاہی باورچی کو سولی دینے کا حکم دے دیا اور ساقی کو اپنے عہدے پر بحال کر دیا گیا۔ ان دونوں قیدیوں کے چلے جانے کے بعد بھی حضرت یوسف علیہ السلام جیل خانہ میں رہے۔

احوالِ پدر

ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام جیل میں سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو آپ نے ان سے پوچھا میرے والد گرامی کا کیا حال ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا جس کی ترجمانی شاعر نے یوں کی ہے

وچہ وچھوڑے تیرے یوسف اس دیاں اکھیاں گیاں
نور نہ رہیا چشماں اندر تیریاں وچہ قضا یاں
سن یوسف احوال پدر دا رویا زارو زاری
پیغمبر وچہ میریاں درداں بہت بھجی دشواری
میں پردیسی باپ وچھناں اوہ فرزند وچھناں
میں روندا وچہ اس دے درداں اوہ میرے دکھ سناں

رہائی

جناب سیدنا یوسف علیہ السلام نے دونوں شاہی قیدیوں کے خوابوں کی تعبیر بتادی اور جس کے متعلق یقین تھا کہ یہ رہا ہو کر اپنے سابقہ عہدے پر بحال ہو جائے گا اس سے فرمایا جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ (پ ۱۲ ع ۱۵)

اور یوسف نے ان دونوں میں جسے بچتا سمجھا اس سے فرمایا کہ اپنے آقا سے میرا ذکر کرنا۔

یعنی شاہِ مصر سے میرا حال بیان کرنا کہ قید خانہ میں ایک مظلوم بے گناہ ہے جسے جیل میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے کرتے ایک مدت گزر چکی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے رہائی پانے والے قیدی کو یہ پیغام تو دیا مگر جونہی وہ رہا ہو کر شاہی دربار میں پہنچا تو وہ آپ کا ذکر بادشاہ سے کرنا بھول گیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ (پ ۱۲ ع ۱۵)

تو شیطان نے اس کو اپنے رب (بادشاہ) سے ذکر کرنا بھلا دیا اور یوسف کئی برس جیل خانہ میں رہے۔

اکثر مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بعد سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام سات برس مزید قید میں رہے اور پانچ برس اس سے پہلے رہ چکے تھے۔ چنانچہ جیل میں آپ کو بارہ سال کا عرصہ گذر گیا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے بھی بارہ حروف ہیں۔ جیل میں عبادت و ریاضت کا چلّہ پورا ہو گیا۔ اور پھر جب اللہ رب العزت جل و علا کو سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل سے رہا کرنا منظور ہوا تو اس کے اسباب پیدا فرما دیئے۔

شاہِ مصر کا خواب

مصر کے شاہِ اعظم ریان بن ولید نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا جس نے اسے بیحد پریشان کر دیا۔ تعبیر معلوم کرنے کے لیے اس نے اپنے سرداروں اور کاہنوں کو طلب کیا اور کہا جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْ اَرٰی سَبْعَ	اور بادشاہ نے کہا میں (نے خواب دیکھا ہے)
بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ	دیکھتا ہوں (کیا) کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو
عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ	سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات خوشے
وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ (پ ۱۲ ع ۱۶)	سبز ہیں اور سات خشک۔

یہ خواب معبروں کو سنا کر شاہ مصر نے کہا:

یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ	اے سردارو! اگر تم خوابوں کی تعبیر دے سکتے
اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ	ہو تو مجھے خواب کی تعبیر بتاؤ

؎

سد معبر کاہن سارے ہور امیر وزیراں
شاہ سنائے خواب تمامی طلب کرے تعبیراں
خواب سُنی سبھ پئے وچاریں سمجھ نہ آئی کائی
کہیا سو لاچار انہاں نے وہمی خواب ایہائی

سرداروں کاہنوں نے بادشاہ کے خواب پر بہت غور و فکر کیا مگر کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکے تو کہنے لگے:

تعبیر نہ دے سکے

قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَ مَا	انہوں نے کہا یہ تو پریشان خواب ہیں اور
نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ	ہمیں ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں آتی۔

کہنے لگے اے شاہِ مصر! یہ کوئی منحوس خواب نہیں کہ جس کی کوئی تعبیر بیان کی جاسکے یہ بس ایک پریشان خواب ہے جو تم نے دیکھا ہے۔ بات اصل یہ تھی کہ ان کو خواب کی تعبیر کا علم

حاصل نہ تھا اور اپنی جہالت کو چھپانے کے لیے کہنے لگے یہ تو پریشان خواب ہے ـــــ جیسے ایک شخص سہرے سے نکلا اور کسی صاحب نے اس سے کوئی مسئلہ دریافت کیا اور وہ اسے نہیں جانتا تھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ کہتا بھائی میں کوئی عالم نہیں ہوں تم یہ مسئلہ کسی عالم سے پوچھ لو۔ مگر وہ کہنے لگا یہ بھی کوئی مسئلہ ہے کوئی اور مسئلہ پوچھو ـــــ شاہِ مصر کے کاہنوں سرداروں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کرنے کی بجائے کہہ دیا یہ بھی کوئی خواب ہے۔ بادشاہ ان کے اس جواب پر پریشان ہوا اور کہنے لگا ـــ

دولت میری ورت گرائی تے تساں عقل نہ کائی
عقل تساڈی مشکل ویلے میرے کم نہ آئی

پیغام یاد آگیا جب تمام لوگ بادشاہ کی خواب کی تعبیر بتانے سے عاجز آگئے، تو مدت دراز کے بعد ساقی کو یوسف علیہ السلام کی بات یاد آگئی کہ بادشاہ سے میرا ذکر کرنا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے،

وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ	اب وہ شخص جو دونوں قیدیوں میں سے رہائی پا
بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ	گیا تھا جسے مدت کے بعد یاد آگئی، بول اٹھا
فَاَرْسِلُوْنِ ۝ (پ ۱۲ ع ۱۶)	میں آپ کو تعبیر اس کی بتاتا ہوں مجھے بھیجو۔

شاہی ساقی نے کہا مجھے جیل تک جانے کی اجازت دیں، وہاں ایک اللہ والا رہتا ہے، جو خوابوں کی صحیح تعبیر کا علم رکھتا ہے ـ دربارِ شاہی سے اجازت حاصل کر کے ساقی قیدخانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا اور کہنے لگا،

یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا	اے یوسف اے صدیق ہمیں تعبیر بتائیے
فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ	سات موٹی گایوں کو سات دُبلی گائیں کھا
یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ	رہی ہیں اور سات خوشے سبز ہیں اور سات
سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ	سوکھے تاکہ میں لوگوں کے پاس لوٹ کر جاؤں

لَعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ (پ۱۲ ع ۱۴) عجب نہیں کہ وہ تمہاری قدر و منزلت جان لیں۔

ساقی نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر سنایا اور پھر آپ سے اس کی تعبیر دریافت کی۔ قربان جاؤں پیغمبر علیہ السلام کے خلق پر کہ آپ نے نہ تو ساقی کو کوئی ملامت کی اور نہ ہی مدت دراز تک یاد نہ آنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ بلکہ ساقی سے کامل توجہ کے ساتھ خواب سنا، پھر اس کی تعبیر بھی بتائی اور تدبیر بھی بیان کی پھر خوشخبری بھی سنائی۔

تعبیر

سیدنا یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بیان فرماتے ہوئے فرمایا جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے۔

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۝ (پ۱۲ - ع ۱۶)

یوسف نے کہا تم لوگ سات سال متواتر کاشت کاری کرتے رہوگے تو جو (غلہ) کاٹو تو تھوڑے سے غلے کے سوا جو کھانے میں لگے اُسے خوشوں میں رہنے دینا۔ پھر اس کے بعد خشک سالی کے سات سال آئیں گے جو غلہ تم نے جمع کر رکھا ہوگا وہ اس سب کو کھا جائیں گے صرف وہی تھوڑا سا رہ جائے گا جو تم احتیاط سے رکھ چھوڑو گے۔ پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا کہ بارش ہوگی اور لوگ اس میں رس نچوڑیں گے

آپ نے فرمایا خواب کی تعبیر یہ ہے کہ سات سال خوب غلہ ہوگا اور سات سال قحط سالی ہوگی اور تدبیر اس کی یہ ہے کہ تم فراوانی کے سالوں میں غلہ بچا کر رکھنا اور اسے خوشوں میں رکھ کر گوداموں میں محفوظ کر لینا تاکہ کیڑا نہ لگے اور خشک سالی میں وہ تمہارے کام آئے اور خوشخبری یہ ہے اس قحط کے سات سالوں کے بعد خوب بارش ہوگی جس کی وجہ سے لوگ انگور وں

سے رس نکالیں گے۔ ہر طرف خوشحالی کا دور دورہ ہوگا۔ لوگ کہتے ہیں کہ نبی کو کل کی کسی بات کا علم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سیدنا یوسف علیہ السلام پندرہ سال بعد ہونے والے واقعات کا پہلے ہی ذکر فرما رہے ہیں۔

سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کے علم مبارک کی یہ شان ہے کہ آپ مستقبل کے حالات بیان فرما رہے ہیں اور جو سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھی نبی ہیں، نبیوں کے بھی نبی ہیں، حضور سید المرسلین خاتم النبیین امام اولین و آخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو ان کے علم شریف کا کیا عالم ہوگا؛

دربارِ شاہی میں لے آؤ

سیدنا یوسف علیہ السلام نے ساقی کو شاہِ مصر کے خواب کی تعبیر، تدبیر اور خوشخبری سنادی اور اس نے شاہِ مصر کے پاس پہنچ کر اسے من وعن بیان کر دیا۔ بادشاہ نے جب اپنے خواب کی تعبیر و تدبیر سُنی تو حضرت یوسف علیہ السلام کے علم و دانش فکر و تدبر کا دل سے قائل ہوگیا اور کہنے لگا ایسا عالی مرتبت اور صاحبِ علم و فضل جیل میں نہیں رہنا چاہیئے، بلکہ جاؤ اُس کو اکرام سے ہمارے پاس لے آؤ ـ

کہے امیر وزیراں تائیں، یوسف نوں لے آؤ
بندوں کڈھ لیاؤ جھبدے میرے پاس پہنچاؤ

قرآن حکیم میں ہے ؛

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ (پ ۱۲ ع ۱۶) اور بادشاہ نے کہا کہ اسے میرے پاس پہنچاؤ۔

چنانچہ حکم شاہی سے ایک قاصد نے جیل میں سیدنا یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت کو شاہِ مصر نے رہا کر دیا اور اپنے دربار میں آنے کی دعوت دی ہے ـ شاہی قاصد سے رہائی کی خبر سُن کر سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا، میں اس قید خانہ سے باہر اس وقت تک قدم نہیں نکالوں گا، جب تک میرے مقدمے کی تحقیق نہ کی جائے ـ

معصوم یوسف علیہ السلام نے بارہ سال بے قصور اور بلا وجہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اب جو بادشاہ نے ان کی رہائی کا حکم دیا تو انسانی فطرت کا تقاضا یہ تھا کہ آپ قید خانہ سے فوراً باہر تشریف لے آتے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ آپ کو دینی اور نسبی تعلق بھی خاندانِ نبوت سے تھا، اس لیے آپ غیرت و حمیت اور عزتِ نفس کے بدرجہ اتم مالک تھے۔ انہوں نے اسی وجہ سے سابقہ معاملات کی تحقیقات کرانے کا مطالبہ کیا کہ اگر میں بادشاہ کے حکم سے رہا ہو کر باہر چلا جاؤں، تو لوگ سمجھیں گے بادشاہ نے یوسف کی عقل و دانش کو دیکھ کر رہا کر دیا اور پھر آپ کا بے قصور اور صاحبِ عصمت ہونا ظاہر نہ ہوتا۔ اس طرح عزتِ نفس کو ٹھیس پہنچتی بلکہ دعوت تبلیغ کے اہم مقاصد کو بھی نقصان پہنچتا جو آپ کی زندگی کا نصب العین تھا اس لیے بہترین موقف یہی تھا کہ آپ اس وقت تک رہائی قبول نہ فرمائیں جب تک کہ آپ کے معاملے کی اصل حقیقتِ حال سامنے نہ آجائے اور حق ظاہر اور واضح نہ ہو جائے۔ چنانچہ قرآنِ حکیم میں ہے :

فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ	جب قاصد ان کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ
ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ	اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ
النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ	ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے ہاتھ کاٹ
إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ	لیے تھے، بیشک میرا پروردگار ان کے مکروں
(پ ۱۲ ع ۱۷)	سے خوب واقف ہے۔

اس مقام پر یہ بات قابلِ غور ہے اگرچہ سیدنا یوسف علیہ السلام کا معاملہ براہ راست عزیزِ مصر کی بیوی کے ساتھ پیش آیا تھا، مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کا ذکر نہیں کیا، بلکہ ان مصری عورتوں کا حوالہ دیا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اگرچہ عزیزِ مصر کی بیوی کی وجہ سے تکلیف پہنچی تھی مگر قید کے معاملہ میں وہ عورتیں بھی اس سازش میں شریک تھیں جو سیدنا یوسف علیہ السلام پر فریفتہ ہوئیں اور

ان کو اپنی جانب مائل کرنا چاہتی تھیں، ناکامی کی صورت میں سب نے مل کر عزیزِ مصر کی بیوی کو اکسایا اور آپ کو جیل خانہ تک پہنچانے کا سبب بنیں۔

تحقیقات چنانچہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے مطالبہ پر شاہِ مصر نے زنانِ مصر اور زلیخا کو دربارِ شاہی میں طلب کیا۔ قرآن کریم میں ہے،

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ	بادشاہ نے کہا بھلا اُس وقت کیا ہوا تھا
يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ط	جب تم نے یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا۔

عصمتِ یوسفی شاہِ مصر کے فرمان کو سن کر وہ تمام عورتیں جنہوں نے حسنِ یوسف پر فریفتہ ہو کر اپنی انگلیاں کاٹ ڈالی تھیں، جواب میں کہنے لگیں،

قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا	سب عورتوں نے کہا پناہ بخدا ہمارے علم میں
عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ط	یوسف علیہ السلام کی کوئی بُرائی نہیں۔

اعتراف جب تمام زنانِ مصر نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی عصمت اور پاک دامنی کی گواہی دے دی، تو پھر زلیخا نے بیان دیا جیسا کہ قرآن کریم کی ترتیب سے معلوم ہو رہا ہے۔ قرآنِ حکیم نے زلیخا کے بیان کا تذکرہ یوں کیا ہے:

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ	عزیزِ مصر کی بیوی نے کہا اب سچی بات تو ظاہر ہو گئی
حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ	میں نے اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا
عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ	اور وہ بے شک سچا ہے۔
ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ	یہ اس لیے کہتی ہوں کہ یوسف کو معلوم ہو جائے
بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ	کہ میں نے پس پشت اس کی خیانت نہیں کی
كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝	اور اللہ تو خیانت کرنے والوں کی چالوں کو چلنے نہیں دیتا۔

وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْۚ اِنَّ النَّفْسَ	اور میں تو اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہراتی نفس
لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ	بُرائی پر اکسایا ہی کرتا ہے مگر جس پر میرا رب رحم
رَبِّیْؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۳﴾	کرے بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے

یہ امراۃ العزیز کا مفصل بیان ہے جس کا تذکرہ قرآن حکیم نے فرمایا۔ کچھ مفسرین کرام نے بیان فرمایا ہے کہ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ سے لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ تک زلیخا کا بیان ہے اور ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ سے غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ سیدنا یوسف علیہ السلام کا قول ہے مگر ترجمہ سے ظاہر ہے کہ قالت امراۃ سے غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ تک کلام کا تسلسل بتا رہا ہے کہ سارا بیان زلیخا کا ہے اور اس کی گواہی غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ سے اگلی آیت سے ظاہر ہے کہ اس بیان کے بعد شاہ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانہ سے شاہی دربار میں لانے کا حکم دیا۔ تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ جب سیدنا یوسف علیہ السلام اس وقت شاہی دربار میں موجود ہی نہ تھے، تو اس کلام کی نسبت اُن کی طرف کرنا کیسے مناسب ہو سکتا ہے۔ علامہ ابن کثیر نے بھی حضرت مجاہد اور حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ قالت امراۃ العزیز سے غفور رحیم تک امراۃ العزیز کا ہی قول ہے۔

رہائی جب زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت کی گواہی دی اور زلیخا نے بھی سیدنا یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی اور بے گناہی کی تصدیق کی اور اپنے قصور کا اعتراف کر لیا۔ دُودھ کا دُودھ، پانی کا پانی ہوگیا' حق بات نکھر کر سامنے آ گئی تو پھر عظمتِ یوسفی شاہ مصر کے دل میں گھر کر گئی اور اُس نے اسی وقت حکم جاری کیا جس کا بیان قرآن میں اس طرح آیا ہے:

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ	بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ،
بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْۚ	میں اُسے اپنا مصاحب خاص بناؤں۔

شاہی حکم کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کو زنداں سے شاہی دربار میں تشریف لانے

کے لیے عرض کیا گیا۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر سورۃ یوسف میں نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب تک اس قید خانہ کے تمام قیدیوں کو رہائی کا حکم نہ ملے گا میں اس وقت تک قید خانہ سے باہر قدم نہیں رکھوں گا" چنانچہ آپ کی وجہ سے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا گیا اور پھر آپ کو بھی بڑی دھوم دھام سے شاہی جوڑا پہنا کر پُر وقار طریقہ سے شاہی دربار تک لایا گیا۔ جب آپ شاہی دربار میں پہنچے تو بادشاہ نے آپ کو تختِ شاہی پر اپنے پاس بٹھایا۔ آپ نے شاہِ مصر کو سلام کیا، تو اس نے کہا،

فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ مَا هٰذَا اللِّسَانُ	پس بادشاہ نے کہا یہ کون سی زبان ہے؟
فَقَالَ لِسَانُ عَمِّيْ اِسْمَاعِيْلَ	فرمایا یہ میرے عم اسماعیل علیہ السلام کی زبان ہے،
ثُمَّ دَعَالَهُ بِالْعِبْرَانِيَّةِ	پھر آپ نے اسے عبرانی میں دعا دی
فَقَالَ لَهُ وَمَا هٰذَا اللِّسَانُ اَيْضًا	بادشاہ نے پوچھا یہ کون سی زبان ہے
	فرمایا: یہ میرے محترم والد کی زبان ہے
فَقَالَ لَهُ هٰذَا لِسَانُ اٰبَائِيْ وَ كَانَ الْمَلِكُ يَعْرِفُ سَبْعِيْنَ لِسَانًا فَكَلَّمَهُ بِهَا فَاَجَابَهُ بِجَمِيْعِهَا فَتَعَجَّبَ مِنْهُ۔	بادشاہ یہ دونوں زبانیں سمجھ نہ سکا حالانکہ وہ ستر زبانوں پر عبور رکھتا تھا۔ پھر بادشاہ نے آپ سے جس زبان میں گفتگو کی آپ نے اسی زبان میں جواب دیا، اس پر بادشاہ کو اور بھی تعجب ہوا۔

(الصاوی علی الجلالین صـ ۲۰۹ ج ۲ روح المعانی صـ ۲ ج ۱۳)

ستر بولیاں شاہِ مصر ریان بن ولید کو ستر زبانوں پر عبور حاصل تھا اور خالق دوجہاں نے سیدنا یوسف صدیق علیہ السلام کو

بہتر زبانوں میں کلام کرنے کی قدرت عطا فرمائی۔

آپ یہ بھی سماعت فرما چکے ہیں کہ سیدنا حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کو چھوٹی سی عمر میں بھائیوں نے کنوئیں میں ڈال دیا تھا اور مالک ابن ذعر نے آپ کو عزیز مصر کے ہاتھ فروخت کر دیا اور آپ عزیز مصر کے گھر پہنچ گئے، تو وہاں بھی آپ کو کسی درس گاہ میں داخل نہیں کروایا گیا۔ تو اب یہ مقام غور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ علم کہاں سے حاصل ہوا۔ سنیئے اللہ رب العزت جل و علا کا ارشاد ہے:

اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا — ہم نے اس کو دانائی اور علم بخشا

انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم مبارکہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی بخشش و عطا سے تفویض ہوتے ہیں۔ وہ دُنیا میں کسی انسان کی شاگردی اختیار نہیں کرتے بلکہ دنیا ان کی علمیت کی محتاج ہوتی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب تو سکول میں پڑھتا رہا یہ نبی کیسے ہو سکتا ہے۔ سچے نبی کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ انہیں بارگاہِ خداوندی سے علم و فضل کی دولت حاصل ہوتی ہے۔

صاحب تفسیر روح البیان زیرِ آیۂ کریمہ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا روایت نقل فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو سات لاکھ بولیوں کا علم بخشا تھا۔

سامعین کرام! سیدنا حضرتِ یوسف علیہ السلام کو بہتر زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو سات لاکھ بولیوں کا علم عطا کیا گیا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جانوروں کی بولیوں کا علم عطا فرمایا گیا تھا تو غور فرمایئے ہمارے آقا و مولا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تو امام الانبیاء۔ اور محبوب کبریا ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے کتنی بولیوں کا علم عطا کیا ہوگا۔ اللہ رب العزت جل و علا کا ارشادِ گرامی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ

اللہ تعالیٰ جل و علا نے جس نبی کو جس قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا لہٰذا وہ تقدس نے اس قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ نبی کی زبان سے خدا تعالیٰ کے پیغام کو سمجھ سکیں اور نبی ان کی بات کو سمجھ سکیں۔

ہمارے آقا و مولا سید المرسلین امام اولین و آخرین صرف کسی ایک قوم یا قبیلے کے لیے نبی بن کر تشریف نہیں لائے، بلکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (پ ۲۲ ع ۹)

اور ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (پ ۱۷ ع ۷)

اور ہم نے نہیں بھیجا، مگر تمام جہان کے لیے رحمت بنا کر۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (پ ۹ ع ۱۰)

اے محبوب! تم فرما دو اے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا (یعنی اس کا رسول) ہوں۔

ان آیاتِ بینات سے معلوم ہوا کہ سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ساری کائنات کے لیے نبی بن کر تشریف لائے۔ خدا تعالیٰ کی ساری کائنات کے لیے نبی بن کر مبعوث ہوئے۔ قرآنی اصول کے مطابق جو نبی جس قوم کی طرف تشریف لائے اللہ رب العزت نے انہیں اس قوم کی بولی کا علم عطا فرمایا۔ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خدا کی خدائی کے لیے نبی بن کر جلوہ گر ہوئے، تو اب تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ کو ساری کائنات کی تمام زبانوں کا علم عطا فرمایا گیا۔

اب ان لوگوں کو سوچنا چاہیے جو کہتے ہیں کہ معاذ اللہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اردو زبان کا علم مدرسہ دیوبند سے حاصل ہوا۔

"ایک صالح فخرِ عالم کی زیارت سے مشرف ہوئے، تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگیا؟ آپ تو عربی ہیں۔ فرمایا جب سے علماءِ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا، ہم کو یہ زبان آگئی۔ سبحان اللہ اس سے رتبہ مدرسہ دیوبند کا معلوم ہوا؟" (براہین قاطعہ صت۲۶)

توجہ فرمائیے کہ اپنے مدرسۂ دیوبند کی عظمت کو کس انداز سے بیان کیا جا رہا ہے کہ معاذاللہ معلمِ کائنات تاجدارِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ علمائے دیوبند سے ہوا تو آپ کو اُردو زبان آگئی۔ یعنی اُردو زبان سیکھنے کے لیے آپ کو ہندوستانی مُلّاؤں سے واسطہ کرنا پڑا۔

آجکل کچھ ماڈرن لوگ کہہ دیتے ہیں، سب ٹھیک ہے یہ مولوی حضرات تنگ نظر ہوتے ہیں، اس لیے ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ خدا گواہ ہے کوئی سُنّی عالم دین تنگ نظر نہیں۔ ہم تو اُس نبیِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتی اور غلام ہیں جس نے سنگ باری کرنے والوں کو دعائیں دیں۔ اگر کوئی ہماری ذات پر حملہ کرے تو ہم صبر کر سکتے ہیں، مگر جو ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی اور بے ادبی کرے، وہ ہم تو کیا کوئی بھی مومن مسلمان برداشت نہیں کر سکتا۔

ہمارے اور بدعقیدہ لوگوں کے درمیان کوئی جائیداد کا جھگڑا نہیں۔ ہم کو اگر ان سے اختلاف اور نفرت ہے تو محض ان کے بُرے عقائد کی وجہ سے۔ اگر آج بھی وہ مدینہ والے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطیع و غلام بن جائیں تو ہم اُن کے قدم چومنے کے لیے تیار ہیں۔

ایک عیسائی تو اپنے نبی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ ان کا نبی با اختیار تھا۔ وہ اندھوں کو بینا، برص کے مریضوں کو شفایاب، بیماروں کو تندرست، مٹی کے پرندے بنا کر اڑا سکتا تھا و نیز باذن اللہ فرما کر مُردوں کو زندہ کر سکتا تھا — اور ایک یہ ہیں جو سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتی ہونے کا دعویٰ بھی کریں اور اپنے نبی کو نبیوں کا امام بھی تسلیم کریں اور عقیدہ یہ رکھیں کہ ہمارا نبی بے اختیار تھا — تو بتائیے ان لوگوں کے ساتھ کون اتحاد قائم کر سکتا ہے؟

سامعین کرام! جو لوگ ان بدعقیدہ گروہ سے اتحاد کی بات کرتے ہیں۔ اصل سبب یہ ہے
انہیں اس گروہ کے عقائد کا علم نہیں ہوتا اور ان کے کلمہ پڑھنے اور ظاہری چال ڈھال جبہ و دستار
شکل وصورت سے دھوکہ ہو جاتا ہے تو آیئے بطور نمونہ ان کی کتب سے ان کے عقائد باطلہ کو
بیان کیا جاتا ہے تاکہ سادہ لوح مسلمانوں پر ان کا اصلی روپ واضح ہو جائے۔

دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی

اللہ تعالیٰ کے متعلق عقیدہ لکھتا ہے:

"کذب داخل قدرتِ باری تعالیٰ ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ صـ ۱۹ ج ۱)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق عقیدہ

مولوی اسماعیل دہلوی نے "تقویۃ الایمان" میں لکھا ہے:

"جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی شے کا مختار نہیں۔" (تقویۃ الایمان)

معاذ اللہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مولوی اسماعیل دہلوی نسبت
کرکے لکھتا ہے کہ آپ نے کہا:

"میں بھی مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔" (تقویۃ الایمان صـ ۴۷)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک معاذ اللہ خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے
اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی چیز کے مختار نہیں اور مر کر مٹی میں مل گئے (استغفر اللہ)

وہابی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا بھائی سمجھتے ہیں

تقویۃ الایمان صفحہ ۴۸ پر لکھتا ہے:

"وہ سب انسان ہیں اور عاجز بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں اور وہ بڑے
بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے بھائی ہوئے۔"

چمار سے بھی زیادہ ذلیل مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان صفحہ ۵۵ پر لکھا ہے:

"جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کے سامنے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔"

نماز میں تصورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ نماز میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خیال آنا گدھے کے خیال آنے سے کئی درجے بدتر ہے۔ مولوی اسماعیل صراط مستقیم میں لکھتا ہے

"از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است و صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورتِ گاؤ خر خود است الخ" (صراطِ مستقیم صفحہ ۸۶)

(ترجمہ) "زنا کے وسوسہ سے اپنی بیوی کے ساتھ جماع کا خیال بہتر ہے اور اپنے بیل گدھے سے بزرگوں اور جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال سے کئی درجے بدتر ہے۔" (معاذ اللہ)

بناوٹی کلمہ مولوی اشرف علی تھانوی کے مرید نے اس سے کہا کہ جناب میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں، مگر محمد رسول اللہ کی جگہ اشرف علی منہ سے نکلتا ہے۔ پھر بیدار ہونے پر اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے تو میں اس خطا کے تدارک کے لیے درود شریف پڑھتا ہوں۔ مگر پھر یہ کہتا ہوں،

"اللھم صل علیٰ سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی رسول اللہ حالانکہ اب بیدار ہوں۔"

مرید نے اپنی حالت بیداری اور خواب کے حالات سنا کر مولوی اشرف علی تھانوی سے

اس واقعہ کے متعلق دریافت کیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ مولوی صاحب اپنے اس عاشق صادق سے کہتے کہ تم توبہ کرو، مگر جو جواب دیا گیا، وہ ملاحظہ فرمائیے:

جواب: "اس واقعہ سے تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو، وہ بعونہ متبع سنت ہے۔" (۲۴ر شوال ۱۳۳۵ھ)

علم غیب عطائی

ایک شخص نے مولوی اشرف علی تھانوی سے پوچھا کہ زید کہتا ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں:

(۱) بالذات، اس معنی سے عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور

(۲) بواسطہ، اس معنی سے رسول اللہ عالم الغیب تھے۔ زید کا یہ عقیدہ کیسا ہے؟

اس کا جواب مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالہ حفظ الایمان صے پر لکھا ہے:

"پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے، کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔ فقط"

اس ناپاک عبارت کا مفہوم واضح ہے تاہم تفہیم کے لیے عرض کرتا ہوں کہ مولوی اشرف علی تھانوی سے پوچھا گیا کہ ایک علم غیب ذاتی ہے جو خداوند قدوس کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں اور ایک علم غیب عطائی ہوتا ہے۔ زید کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے حضور کو علم غیب تھا — تو تھانوی صاحب نے جواب میں کہا (معاذ اللہ) اگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بعض علم غیب حاصل تھا تو ایسا علم بچوں، پاگلوں، حیوانوں اور چوپایوں کو بھی حاصل ہوتا ہے — سرکار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی اشرف علی تھانوی

کی اس عبارت پر گرفت کرتے ہوئے فرمایا اس عبارت میں تاجدار انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی گئی ہے آپ کی توہین کفر ہے اور آپ نے اس عبارت کو کفریہ قرار دیا اور علماء عرب و عجم نے آپ کی اس گرفت پر تصدیق و تائید فرمائی۔

علم میں کم

دیوبندیوں کے پیشوا مولوی خلیل احمد انبیٹھوی صدر مدرس مدرسہ دیوبند سہارنپور لکھتے ہیں:

"الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کے خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔" (براہین قاطعہ ص۵۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علم شریف (معاذ اللہ) ملک الموت اور شیطان سے بھی کم ہے۔

رحمۃ للعالمین

دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے:

"رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ کی نہیں ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ ص۹ ج۲)

اُمتی عمل میں بڑھ جاتا ہے

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے لکھا ہے:

"انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں۔" (تحذیر الناس ص۵)

عقیدہ ختم نبوت

مولوی قاسم نانوتوی نے اپنے عقیدہ ختم نبوت کو اس طرح لکھا ہے:

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔" (تحذیر الناس ص۲۸)

سامعین محترم! یہ تھی دیوبندی عقائد کی ایک مختصر سی جھلک۔ اس گروہ کے مکمل عقائد بیان کیے جائیں تو ایک مستقل ضخیم کتاب بن جائے۔ اب آپ خود فیصلہ کریں جن لوگوں کا عقیدہ یہ ہو کہ (معاذ اللہ) خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کسی قسم کا کوئی اختیار حاصل نہیں۔ (معاذ اللہ) آپ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں۔ نبی ہمارا بڑا بھائی ہے۔ نماز میں حضور محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خیال گدھے، بیل کے خیال سے بُرا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھنے والے کو بجائے توبہ کرنے کے یہ کہا جا رہا ہے کہ اس واقعہ میں تسلی ہے تم جس کی طرف رجوع کرتے ہو، وہ متبع سُنّت ہے۔" حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اگر علم بعض حاصل ہے تو (معاذ اللہ) ایسا علم پاگلوں، بچوں اور حیوانوں کو بھی حاصل ہے، اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم شریف ملک الموت اور شیطان سے کم ہے۔ اُمتی اپنے نبی سے عمل میں بڑھ سکتا ہے۔ حضور تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے تو آپ کی ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ ایسے بُرے عقائد رکھنے والے گروہ سے کون ذی شعور مسلمان ہے جو تعلق اور واسطہ رکھنا پسند کرے گا؟ یقیناً عقلِ سلیم رکھنے والا مسلمان اور دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مانگت حضور ان کے ساتھ نفرت رکھے گا اور ایسے بدعقیدہ لوگوں سے علیحدگی اختیار کرے گا۔

عارف باللہ شیخ رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تا توانی دُور شو از یارِ بد ۔۔۔ یارِ بد بدتر بود از مارِ بد

مارِ بد تنہا ہمیں برجاں زند ۔۔۔ یارِ بد بر دین و بر ایماں زند

"حتی المقدور بُرے دوست کی مجلس سے بچنا رہ، اس لیے کہ بُرا دوست سانپ سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ بُرا سانپ اگر ڈسے گا، تو صرف جان لے گا اور بُرا دوست دین اور ایمان دونوں برباد کر دے گا۔"

سامعین کرام! میں بیان کر رہا تھا سیدنا یوسف علیہ السلام نے شاہِ مصر سے بہتر زبانوں میں

کلام کیا۔ وہ آپ کے فہم و ذکا، علم و دانش سے اس قدر متاثر ہوا کہ کہنے لگا جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے،

فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ۝ (پ ۱۳ ع ۱) — پھر جب ان سے گفتگو کی تو کہا آج سے تم ہمارے نزدیک صاحبِ منزلت اور صاحبِ اعتبار ہو۔

شاہِ مصر نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو اپنا مصاحبِ خاص بنا لیا اور کہنے لگا کہ میں تمہارے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کروں گا۔ پھر اُن سے پُوچھا کہ میرے خواب میں جس دورِ خوشحالی اور قحط سالی کا ذکر ہے، اُس کے متعلق کیا کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا،

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ۝ — کہا مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے بیشک میں حفیظ و علیم ہوں۔

چنانچہ شاہِ مصر نے اپنے تمام خزانوں کی کنجیاں آپ کے حوالے کر دیں

تاج پوشی

صاحبِ تفسیر مظہری نقل فرماتے ہیں، بغوی نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ جس روز یوسف علیہ السلام نے درخواست حکومت کی تھی۔ اس کے ایک سال بعد بادشاہ نے آپ کو بلا کر تاج پہنایا اور شاہی تلوار باندھی۔ جواہر سے جڑا ہوا تخت آپ کے لیے بچھوایا اور تخت کے گرد ریشمی پردہ لٹکایا۔ تخت تیس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا تھا۔ بادشاہ اپنی پوری حکومت آپ کے سپرد کر کے اپنے گھر چلا گیا اور عزیزِ مصر کو اس کے عہدے سے بھی معزول کر دیا۔ اللہ رب العزت جل وعلا کا ارشاد پاک ہے،

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۚ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ — اور ہم نے اس طرح سے یوسف کو ملک مصر کا اقتدار دیا وہ جس طرح چاہتا تھا اس میں رہتا یہ ہماری رحمت کا حصہ ہے جسے ہم چاہتے ہیں دیتے ہیں ہم محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتے اور آخرت کا اجر تو ایمان اور تقویٰ والوں کے لیے بہت بہتر ہے

تختِ شاہی

قانونِ قدرت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نیک بندوں کو آزمائشوں اور ابتلاؤں میں مبتلا کر کے ان کا امتحان لیتا ہے۔ پھر جو لوگ ہر حال میں اپنے خالق ومالک کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔ انہیں عظمت وسربلندی عطا فرماتا ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

ہر انسان کو اس کٹھن منزل سے گزر کر ہی امن کی وادی میں سکونت نصیب ہوتی ہے

اللہ رب العزت جل وعلا کا ارشاد ہے ،

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ (پ ۳۰ ع ۱۹) ہر تکلیف کے بعد راحت ہوتی ہے اور ہر دشواری کے بعد آسانی ہوتی یقیناً ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے

سامعینِ محترم! سیدنا یوسف علیہ السلام کو مسلسل تکالیف اور مصائب وآلام سے گزرنا پڑا۔ قرآن گواہ ہے کہ انہیں بھائیوں کے ناروا سلوک کی وجہ سے کنوئیں کی اندھیریوں میں جانا پڑا۔ آپ کو کھوٹے درہموں کے عوض فروخت کیا گیا۔ مصر میں سربازار آپ کو بیچا گیا۔ محلِ شاہی سے نکل کر قید خانہ میں جانا پڑا۔ مگر صدقے جاؤں آپ کے صبر پر، آپ کی استقامت پر کہ آپ ہر حال میں راضی برضائے الٰہی رہے اور کسی حال میں بھی اپنے مالک سے شکوہ شکایت نہیں کیا۔

پھر قربان جاؤں شہنشاہِ ارض وسماوات خالقِ دوجہاں کی عطاؤں پر جس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو امتحانوں میں مبتلا کرنے کے بعد اپنے کرم کے خزانے ان پر کھول دیئے انہیں فرشِ زنداں سے اٹھایا اور تاجدارِ مصر بنا کر تختِ شاہی پر لا بٹھایا۔ آپ کو قید کرنے والا اپنے عہدے سے معزول ہو گیا اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس دارِ فانی سے رخصت ہو گیا، اور اس کی بیوی زلیخا آپ کے نکاح میں آگئی۔ آپ کو خریدنے والے آپ کے غلام بن کر رہ گئے دنیا کی کونسی سہولت تھی جو آپ کو عطا نہ کی گئی۔ کون سی تکریم و توقیر تھی جو خالقِ جہاں نے آپ کو نہ بخشی، بلکہ آپ کے ذکر کو بھی احسن القصص بنا دیا۔ جب تک خدا تعالیٰ کا قرآن رہے گا سیدنا یوسف علیہ السلام کا نام رہے گا۔ جب تک دنیا میں قرآن کا قاری رہے گا حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر جاری رہے گا۔

عقدِ زلیخا

معتبر کتب تفاسیر سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کا نکاح جنابِ زلیخا سے ہوا۔ زلیخا کا شوہر عزیزِ مصر مردانہ جوہر سے محروم تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو باکرہ یعنی کنواری پایا۔ اور آپ کے بطن سے دو فرزند تولد ہوئے، مگر نہ جانے کیوں چند نام نہاد اور خود ساختہ مفسر اللہ تعالیٰ کے پاک پیغمبر کی رفیقۂ حیات کے بارے لوگوں کے دلوں میں بدگمانی اور شکوک و شبہات پیدا کرنا چاہتے ہیں اور ڈھٹائی سے کہتے ہیں کہ جنابِ زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام سے نہیں ہوا۔ معاذ اللہ یوسف صدیق علیہ السلام کی مقدس بیوی پر بدچلنی کا الزام لگاتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے مودودی صاحب کی تفسیر تفہیم القرآن کی عبارت،

> تلمود میں اس عورت کا نام زلیخا ہے اور یہیں سے یہ نام مسلمانوں کی روایت میں مشہور ہو گیا، مگر جو ہمارے ہاں عام شہرت ہے کہ بعد میں اس عورت سے حضرت یوسف کا نکاح ہوا اس کی کوئی اصل نہ قرآن میں ہے اور نہ اسرائیلی تاریخ میں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک نبی کے مرتبے سے بہت فروتر ہے کہ وہ

کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جس کی بدچلنی کا اس کو ذاتی تجربہ ہو چکا ہو۔ قرآن مجید کا یہ قاعدہ کلیہ ہمیں بتایا گیا ہے ، اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ ۔ بُری عورتیں بُرے مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتیں کے لیے (تفہیم القرآن ص ۳۹)

تجزیہ یہ مودودی صاحب کی وہ عبارت ہے جو ان کی تفسیر تفہیم القرآن سے لفظ بلفظ نقل کی گئی ہے۔ اس عبارت کو ذرا توجہ سے دیکھیے۔

پہلی جو بات اس میں کہی گئی وہ یہ ہے کہ حضرت زلیخا کے نکاح کا ذکر قرآن کریم اور اسرائیلی تاریخ میں نہیں۔ ہم پوچھتے ہیں اگر سیدنا یوسف علیہ السلام کے نکاح کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں تو پھر کئی انبیاء کرام علیہم السلام جن کے نکاح کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے۔ پھر اُن کے نکاح کے بارے تمہارا کیا فیصلہ ہوگا؟

اب رہی یہ بات کہ جناب زلیخا کا یوسف علیہ السلام سے عقد ہونا اس کا ذکر اسرائیلی تاریخ میں نہیں تو بڑے افسوس کی بات ہے ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے تمام مسلمان مفسرین کی تحقیق کو ٹھکرا کر یہ کہنا کہ اسرائیلی تاریخ جو کہ مسخ ہو چکی ہے ، اُس میں موجود نہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے ؟

تفہیم القرآن میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کے نبی یوسف صدیق علیہ السلام کی بیوی کو بدچلن اور خبیث کہا گیا (معاذ اللہ) تو جواباً عرض ہے کہ قرآن کریم میں حضرت زلیخا کے گناہ کے ارادے کا ذکر تو ہے ، مگر ارتکاب گناہ کا تذکرہ کہیں نہیں ملتا اور شریعت مطہرہ کا یہ اصول ہے کہ گناہ کا ارادہ کر لینے سے نہ تو دنیا میں کوئی پکڑ ہوتی اور نہ ہی آخرت میں مواخذہ ہوتا ہے جبکہ بدچلنی اور خباثت گناہ کے سرزد ہونے سے ثابت ہوتے ہیں۔ اگر معاذ اللہ حضرت زلیخا بدچلن یا فاحشہ تھیں تو قرآن کریم میں بھی اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْفَاحِشِيْنَ ہونا چاہیے تھا ۔ یا

مِنَ الْاٰثِمِیْنَ ہونا چاہیے تھا، مگر قرآن کریم میں اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِیْنَ ہے بیشک تو ہی خطا کرنے والی تھی) لفظ خطا کی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ لغتِ عرب میں سہوًا یا نادانی میں ہونے والی غلطی کو خطا کہتے ہیں، جیسا کہ عربی لغت کی مشہور کتاب المنجد میں لفظ خطا کی یہ تعریف کی گئی ہے:

(والخطا) اَلذَّنْبُ قِیْلَ مَالَمْ یَتَعَمَّدْ۔ کہا گیا کہ خطا وہ گناہ ہے جو جان بوجھ کر نہ کیا جائے (یعنی سہوًا ہو جائے)

المنجد کی اس تعریف سے معلوم ہوا کہ خطا وہ گناہ ہے جو عمدًا نہ کیا جائے اور شریعتِ مطہرہ کے قانون کے مطابق دنیا و آخرت میں اُس گناہ کی پکڑ ہوگی جو با ہوش و حواس عاقل و بالغ ہوتے ہوئے جان بوجھ کر کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ رب العزت نے جناب زلیخا کو گناہ گاروں میں شامل نہیں فرمایا، بلکہ اُن کا شمار خطا کاروں میں کیا۔ اس طرح شرعی قانون کے مطابق زلیخا پر گناہ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

تفہیم القرآن میں حضرت زلیخا پر جو آخری الزام لگایا گیا کہ نبی کی ذات پاک تھی اور معاذ اللہ زلیخا خبیثہ تھی اور قرآن کے قاعدے کلیے کے مطابق وہ نبی کی رفیقۂ حیات نہیں بن سکتی۔ صاحبِ تفسیر کو اگر قرآن فہمی کا کچھ علم ہوتا تو وہ شاید وہ اس آیت کو یہاں چسپاں کرتے وقت اس پر مفسرین کے اقوال و آراء اور آیت کے سیاق و سباق پر نظر ڈالتے۔ اس لیے کہ یہ آیت مطلقہ بروزِ محشر کے لیے ہے کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں۔ اس آیت سے قبل دو آیات میں میدانِ محشر کا تذکرہ ہوا ہے۔ اگر اس آیت کو دنیاوی زندگی پر محمول کیا جائے تو کلامِ الٰہی کے مفہوم پر زد پڑتی ہے، اس لیے کہ کئی خبیث عورتیں متقی اور پرہیزگاروں کے نکاح میں ہیں اور کئی پاک عورتیں خبیث مردوں کے نکاح میں رہیں۔

بالفرض اگر اس آیت کو آخرت کے لیے نہ سمجھا جائے کہ یہ جنتی و دوزخی لوگوں کے متعلق ہیں اور اس سے مراد دنیاوی زندگی ہے، تو معتبر تفاسیر اور اقوال سلف صالحین سے اس بات

کا ثبوت ملتا ہے کہ حضرت زلیخا کا نکاح سیدنا یوسف علیہ السلام سے ہوا۔ تو یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی اور طہارت میں کس کو اختلاف ہو سکتا ہے؟ تو جب وہ پاک ہیں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کی زوجہ زلیخا بھی پاک ہے۔ مودودی صاحب کی تفسیر تفہیم القرآن کی عبارت کے تجزیہ کے بعد اب سماعت فرمائیے معتبر تفاسیر کے مستند حوالہ جات؛

تفسیر جلالین علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بادشاہ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تاجپوشی کی، اور عزیز مصر کو معزول کر دیا اور پھر عزیز مصر فوت ہو گیا تو اس کے بعد بادشاہ نے

فَزَوَّجَهُ اِمْرَاَتَهُ فَوَجَدَهَا عَذْرَاءَ وَلَدَتْ لَهُ وَلَدَيْنِ	یوسف علیہ السلام کا نکاح اس (عزیز مصر) کی بیوی سے کر دیا اور (یوسف علیہ السلام) نے زلیخا کو باکرہ پایا اور اس سے دو بچے ہوئے۔
(جلالین صہ ۲۱ ج ۲)	

تفسیر معالم التنزیل امام محمد الحسین البغوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں اور تفسیر خازن میں علامہ علی بن الخازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں،

اِنَّ قِطْفِيْرَ هَلَكَ فِيْ تِلْكَ اللَّيَالِيْ فَزَوَّجَ الْمَلِكُ يُوْسُفَ رَاعِيْلَ اِمْرَاَةَ قِطْفِيْرَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهَا قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا مِمَّا تُرِيْدِيْنَ مِنِّيْ۔	البتہ قطفیر اس دوران ہلاک ہوا اور بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کا نکاح راعیل (زلیخا) سے کر دیا جو قطفیر کی بیوی تھی جب یوسف علیہ السلام کی ملاقات اس سے ہوئی تو آپ نے فرمایا یہ اس سے بہتر نہیں جو تو مجھ سے چاہتی تھی۔

تفسیر معالم التنزیل صہ ۲۳۹ ج ۳، تفسیر خازن صہ ۲۳۹ ج ۳، تفسیر صاوی علی الجلالین صہ ۲۱ ج ۲، تفسیر روح المعانی صہ ۸ ج ۱۲

تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں نقل فرماتے ہیں؛

اِنَّ قِطْفِيْرَ هَلَكَ فِيْ تِلْكَ اللَّيَالِيْ فَزَوَّجَ الْمَلِكُ يُوْسُفَ زُلَيْخَا امْرَأَةَ قِطْفِيْرَ (مظہری ج۵) تو قطفیر اسی زمانہ میں فوت ہوگیا اور بادشاہ نے اس کی بیوی زلیخا سے یوسف علیہ السلام کا نکاح کرا دیا۔

کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں، اور خدا تعالیٰ نے زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام کا وصال بخشا۔ زلیخا کو جوان کر دیا اور اسلام کی طرف رہنمائی فرمائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا پس حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کے پاس جانے کا قصد کیا تو زلیخا اُن سے پیچھے ہٹی۔ آپ نے پوچھا: اے زلیخا! میں تو تیرا دہی مطلوب ہوں تو مجھ سے کیوں بھاگتی ہے؟ شاید میری محبت تیرے دل سے محو ہو گئی ہے۔ اُس نے جواب دیا نہیں! اللہ تعالیٰ کی قسم محبت اسی طرح قائم ہے، بلکہ زیادہ ہے۔ لیکن میں نے ہمیشہ معبود کا ادب ملحوظ رکھا ہے جس دن میں نے تیرے ساتھ خلوت کا ارادہ کیا تھا اُس دن میرا معبود ایک بُت تھا اور باوجود یکہ اُس کی آنکھیں نہیں تھیں، میں نے اس کے چہرے پر ایک چیز ڈال دی تھی تاکہ بے ادبی کا الزام مجھ سے اٹھ جائے، لیکن اب تو میرا وہ معبود ہے جو بغیر آنکھ اور آلہ کے دیکھتا ہے، لیکن میں نہیں چاہتی کہ تارکِ ادب ہوں۔

حضرت علامہ عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ اپنی منظوم کتاب یوسف زلیخا میں فرماتے ہیں ؎

زلیخا را بعقد خود در آورد
بعقدِ خویش یکتا گوہر آورد

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی **تفسیر بیان القرآن** نے نقل کیا ہے،

"درمنثور میں منقول ہے کہ عزیز اس زمانے میں مرگیا اور زلیخا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح ہو گیا ۔ (واللہ اعلم)

تفسیر عثمانی دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی نے ترجمہ محمود الحسن دیوبندی کے حاشیہ میں لکھا ہے ۔

علماء نے لکھا ہے کہ بادشاہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا نیز اس زمانے میں عزیز مصر کا انتقال ہوا تو اس کی عورت زلیخا نے آپ سے شادی کر لی (پ۱۳ آیت)

قصص المحسنین مولوی عبدالستار وہابی اپنی منظوم کتاب قصص المحسنین میں لکھتا ہے ۔

ابن عباس کہیا جد یوسف سُنیا حکم غفاروں
مومن دامن پاک زلیخا ترک نہ کرو پیاروں
سُن کے حکم ربانا یوسف نال محبت بھریا
راضی ہو کر ساتھ زلیخا عقد شتابی کریا

تفسیر محمدی حافظ محمد لکھوکے والا غیر مقلد اپنی منظوم کتاب تفسیر محمدی میں لکھتا ہے ۔

یوسف نال نکاح زلیخا بدھا شاہ زمانے
پاس زلیخا یوسف آیا سخن الایا دانے

تفسیر روح البیان ایک مرتبہ سیدنا یوسف علیہ السلام کا گزر مصر کی اس وادی سے ہوا جہاں زلیخا کی جھونپڑی تھی، تو آپ کے کانوں میں یہ آواز آئی ؛

سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ الْمُلُوْكَ عَبِيْدًا بِالْمَعْصِيَةِ وَجَعَلَ

پاک ہے وہ ذات جس نے بادشاہوں کو گناہوں کے سبب غلام بنا دیا ؛

اَلْعَبِيْدَ مُلُوْكًا بِالطَّاعَةِ۔ اور غلاموں کو نیکیوں کی وجہ سے شہنشاہ کر دیا۔
(روح البیان صفحہ ۲۸۰ ج ۴)

حضرت مولانا غلام رسول عالم پوری رحمۃ اللہ علیہ نے احسن القصص میں جناب زلیخا کی اس پکار کی ترجمانی اس طرح فرمائی ہے:

جاں یوسف مڑ سیروں آیا اُٹھ زلیخا روئی
اگے وانگ جھلی تقیں نکل رستہ مل کھلوئی
نعرہ مار پکاریا جاں ڈٹھی اُس عظمت شاہی
سبحان اللہ پاک خدادی واہ وا بے پرواہی
سلطاناں نوں تختوں سٹے پاوے سرگردانی
بردیاں دے سر تاج رکھاوے تخت بہوے سلطانی
دیس جنہاں دے ملکے اندر رُلن پئے وچہ راہاں
پردیسی وچہ دیس پرائے حکم کرن دل خواہاں
واہ وا تیری بے پرواہی واہ وا پاک الٰہی
واہ قدرت تے واہ وا حمت واہ وا شہنشاہی

جناب زلیخا کی آواز جب سیدنا یوسف علیہ السلام کے کان میں پڑی تو اس کی پُر سوز آواز نے آپ کو بہت متاثر کیا اور آپ وہاں رُک گئے اور اپنے خادم سے فرمایا اس بڑھیا کی حاجت پوری کرو، چنانچہ آپ کے خادم نے اس بڑھیا سے کہا:

مَا حَاجَتُكِ تیری کیا حاجت ہے؟

اس ضعیفہ نے جواب دیا:

اِنَّ حَاجَتِیْ لَا یَقْضِیْهَا اِلَّا یُوْسُفُ میری حاجت یوسف علیہ السلام کے سوا کوئی نہیں پوری کر سکتا۔
(روح البیان صفحہ ۲۸۱ ج ۴)

چنانچہ خادم اُس ضعیفہ کو سیدنا یوسف علیہ السلام کے محل میں لے آیا حضرت یوسف علیہ السلام بھی محل میں پہنچے اور شاہی لباس اتار کر اللہ رب العزت جل و علا کے ذکر میں مشغول ہو گئے۔ اچانک اس بڑھیا کا بھی خیال آگیا۔ جب ذکرِ الٰہی سے فارغ ہوئے تو غلام کو بلایا اور فرمایا:

مَا فَعَلَتِ الْعَجُوْزَ — تو نے اس بڑھیا کا کیا کیا؟

غلام نے عرض کیا حضور! میں نے اُس سے اُس کی حاجت دریافت کی مگر اُس نے جواب دیا میری حاجت یوسف علیہ السلام کے سوا کوئی پوری نہیں کر سکتا۔ فرمایا اچھا پھر اس بڑھیا کو ہمارے پاس بھیج دو۔ چنانچہ اُس بڑھیا کو حضرت یوسف علیہ السلام کے حضور پیش کیا گیا۔ اُس نے بڑی عاجزی سے حضرت یوسف علیہ السلام کو سلام کیا اور آپ نے اس کے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا:

يَا عَجُوْزُ اِنِّيْ سَمِعْتُ مِنْكَ — اے ضعیفہ! جو کلام میں نے تجھ سے سنا تھا
كَلَامًا فَاَعِيْدِيْهِ۔ — وہی پھر سناؤ۔

چنانچہ اُس ضعیفہ نے پھر وہی کلمات دُہرائے۔

سبحان من جعل العبيد ملوكا بالطاعة وجعل الملوك عبيدا بالمعصية۔ یہ کلمات سننے کے بعد سیدنا کریم ابن کریم یوسف صدیق علیہ السلام نے فرمایا ضعیفہ کہو تمہاری کیا حاجت ہے اور تم کون ہو؟

کون کوئی توں کھتوں آئی حاجت ٹور کیہ ائی
کیہ بدبختی کی دُکھ تیرے سر توں کیا سختی جائی
گل سُنی بے ہوشی آئی، تداں زلیخا تاہیں
ہوش بنی پھر آہ پکارے یوسف بھل نہ جائیں

اس بڑھیا نے جواب دیا۔ میں وہی ہوں جس نے تیرے عشق میں ساری زندگی گزار دی میں وہی ہوں جس نے تیرے لیے سب کچھ لٹا دیا، میں وہی ہوں جس نے تیرے فراق میں رو رو کر

اپنی جوانی کو ضعیفی کے حوالے کر دیا اور آنکھوں کی بصارت سے محروم ہو گئی۔
آپ کو گزشتہ زمانہ یاد آیا اور فرمایا تو زلیخا ہے، اُس نے کہا۔ ہاں!

تین حاجات

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا، کہو زلیخا تم کیا چاہتی ہو؟
اس نے عرض کیا اے یوسف! میری تین حاجتیں ہیں،
پہلی اور دوسری حاجت یہ ہے کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائیں کہ وہ میری بصارت اور جوانی لوٹا دے۔ چنانچہ آپ نے دُعا فرمائی تو اُسی وقت اللہ رب العزت نے قبول فرمایا۔ صاحب روح البیان نے لکھا ہے،

فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهَا بَصَرَهَا وَ شَبَابَهَا وَحُسْنَهَا۔	پس اللہ نے اس کی بصارت اور جوانی اور حسن لوٹا دیا۔

(روح البیان ص۲۸۱ ج ۴)

زلیخا کو آنکھیں اور شباب عطا ہو گیا تو عرض کرنے لگی کہ میری تیسری حاجت یہ ہے کہ آپ مجھ سے نکاح کر لیں۔ یوسف علیہ السلام نے اس کی یہ بات سُن کر خاموشی اختیار کی اور سر انور جھکا لیا۔

فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ وَقَالَ لَهُ يَا يُوْسُفُ رَبُّكَ يَقْرَأُكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ لَكَ لَا تَبْتَخِلْ عَلَيْهَا بِمَا طَلَبَتْ فَتَزَوَّجْ بِهَا فَاِنَّهَا زَوْجَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔	آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا اے یوسف (علیہ السلام) تمہارا رب تمہیں سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے آپ بخل نہ فرمائیں جو اس نے طلب کیا ہے۔ پس تو اس سے نکاح کرلے یہ تمہاری دنیا و آخرت میں زوجہ ہے۔

(روح البیان ص۲۸۱ ج ۴)

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کا عقد حضرت زلیخا سے ہو گیا۔

قحط

قحط سیدنا یوسف علیہ السلام کو اللہ تبارک تعالیٰ نے تختِ شاہی عطا فرمایا اور زلیخا آپ کے نکاح میں آگئیں۔ آپ کے دورِ حکومت کے پہلے سات سالوں میں خوب فصل ہوئی۔ خوشحالی کے اس دور میں آپ نے بہت سا غلہ جمع کر کے گوداموں میں محفوظ کر لیا۔ اس لیے کہ آپ نگاہِ نبوت سے آنے والی قحط سالی کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ چنانچہ خوشحالی کا دور ختم ہوا اور قحط سالی کا زمانہ آگیا۔

سارا مصر غلام ہوگیا روایت میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ اور اس کے مصاحبین کے لیے ہر روز ایک بار دوپہر کے وقت کھانا مقرر کیا تھا۔ قحط سالی کے دور میں سب سے پہلے بادشاہ ہی کو بھوک نے ستایا اور وہ بھوک بھوک کہہ کر چلا اٹھا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا یہ قحط کا زمانہ ہے صبر کرو۔ قحط کے پہلے سال ہی اہلِ مصر کے گھروں سے غلہ ختم ہوگیا اور انہیں دربارِ یوسفی سے غلہ خریدنا پڑا۔ پہلے سال لوگوں نے نقد روپیہ کے عوض آپ سے غلہ خریدا۔ یہاں تک مصر کے تمام لوگوں کا سرمایہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا اور ان کے پاس کوئی درہم و دینار باقی نہ بچا۔ پھر دوسرے سال انہوں نے اپنے جواہرات اور زیورات کے عوض غلہ خریدا۔ اس طرح اہلِ مصر کے تمام زیورات و جواہرات خزانۂ یوسفی میں داخل ہوگئے اور ان کے پاس باقی کچھ نہ رہا تیسرے سال

انہوں نے اپنے چوپائے اور مویشی بھی غلہ کے بدلے بیچ ڈالے۔ چوتھے سال غلام اور باندیاں دے کر غذا حاصل کی چھٹے سال بچے فروخت کر دیئے اور ساتویں سال خود اپنی جانوں کو سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس فروخت کر دیا۔ اس طرح سات سال کے اندر اہل مصر کا نقدی سرمایہ، جواہرات وزیورات یا مویشی، غلام اور باندیاں، ان کی اولاد سیدنا یوسف علیہ السلام کے قبضہ میں آگئی اور آخر کار ہر شخص سیدنا یوسف علیہ السلام کا غلام ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کی شان، یہ وہی مصر تھا جس کے بازار میں سیدنا یوسف علیہ السلام کو خریدنے کے لیے کل مصر جمع ہوا تھا۔ اللہ رب العزت نے اپنے پاک پیغمبر کے صبر کا یہ اجر بخشا کہ آپ کو خریدنے والے خود آپ کے ہاتھوں بک کر آپ کے غلام بن گئے۔

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ آپ کی یہ عظمت و شان دیکھ کر اہالیان مصر پکار اٹھے کہ ایسا عالی قدر مالک و بادشاہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ جو اپنی ساری رعایا کے جان و مال کا مالک ہو گیا ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ ریان بن ولید سے مشورہ کیا۔ اب بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہیئے، جبکہ ساری رعایا کی جان اور ان کا مال ہمارے قبضہ میں ہے بادشاہ نے کہا اے یوسف! ان کے متعلق جو تمہاری رائے ہوگی، وہی ہماری رائے ہے۔ ہم تو خود تمہارے مطیع اور فرماں بردار ہیں۔ یہ سن کر

فَقَالَ اُشْهِدُ اللّٰهَ تَعَالٰی وَ	آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو گواہ کر کے اور
اُشْهِدُكَ اِنِّیْ قَدْ اَعْتَقْتُهُمْ	آپ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے تمام
وَرَدَدْتُّ اِلَيْهِمْ اَمْلَاكَهُمْ	اہل مصر کو آزاد کیا اور ان کے اموال کو
(روح المعانی ج ۱۳ ص ۔ تفسیر مظہری ص	واپس کیا۔

الصاوی علی الجلالین ص ۲/۱۱ - روح البیان ص ۲۸۳/۴)

سیدنا یوسف علیہ السلام نے تمام اہل مصر کو آزاد کر دیا اور ان کے اموال ان کے حوالے کر دیئے اور ان سے فرمایا ؎

میں بھی بندہ خالق سندا جس دی خلقت ساری
عبدت دی خدمت سب تھیں سر تھیں اساں اتاری
جاؤ خوشیاں کرو گھر باریں آئی خلقت ساری
یوسف دے حق کرن دعائیں کر دے شکر گزاری

جُود و سخا

قحط کے ایام میں سیدنا یوسف علیہ السلام نے لوگوں سے حاصل کی ہوئی نقدی زیورات مال مویشی اور دیگر اشیاء جو غلے کے عوض حاصل کی تھیں انہیں واپس کر دیں اور ان تمام اہالیان مصر کو جو آپ کے ہاتھ فروخت ہوئے تھے، انہیں آزاد کر دیا۔ آپ کے جود و سخا کا یہ عالم تھا کہ آپ دوران قحط کبھی پیٹ بھر کر کھانا تناول نہ فرماتے تھے۔ وزراء امراء نے عرض کیا حضور والا! آپ کو یہاں کس چیز کی کمی ہے؛ سارا ملک آپ کے در سے کھا رہا ہے اور آپ خود بھوکے رہتے ہیں ؎

کہیا امیراں یوسف تائیں مال غلہ سب تیرا
رج نہیں توں کھاندا یوسف جھتیں درد گھنیرا
فرمایا جے رج کے کھاواں بھکے یاد نہ آون
کی جواب دیاں در رب دے جد او پکڑے جاون

سیدنا یوسف علیہ السلام ہر آنے والے سائل کی حاجت پوری کرتے اور اسے ایک اونٹ بھر غلہ عنایت فرماتے۔ آپ کی بخشش و عطا کی دھوم ہر طرف پھیل گئی۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر سورۂ یوسف میں نقل فرماتے ہیں کہ اہل شام جب مصر سے غلے لے کر واپس جا رہے تھے، وہ راستے میں کنعان سے گزرے اور سیدنا یعقوب

علیہ السلام کی زیارت کے لیے وہاں رُک گئے۔ گفتگو کے دوران اُن شامیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم مصر میں غلہ لینے کے لیے گئے۔ اے اللہ کے نبی! ہم نے اس جیسا بادشاہ کبھی نہیں دیکھا، وہ مخلوقِ خدا سے بڑی محبت سے پیش آتا ہے۔ اس کے دربار میں ہر وقت مسکینوں، فقیروں کا ہجوم رہتا ہے اور ہم نے دیکھا کہ وہ دوسروں کو کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا ؎

ہوراں نوں اوہ آپ کھلاوے کھاندا نظر نہ آوے
کرے عدالت دن تے راتیں نیندر اس نوں نہ آوے

اس کے ملک کے لوگ خوش حال اور راضی ہیں۔ اُس کے عدل و انصاف نے برائیوں کے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ وہاں ہر شخص کے جان و مال، عزت و آبرو کا مکمل تحفظ ہے ہر ایک یادِ خدا میں مشغول ہے۔ عزیزِ مصر خود بھی متقی اور پرہیزگار ہے اس کے چہرے کی نورانیت میں وہ نور چمکتا ہے جس کی تابانی سے مضطرب دل قرار و سکون پا جاتے ہیں اس کی آنکھوں میں حیا ہے، وہ خلقِ کریم، طبعِ سلیم کا حامل ہے۔ وہ عقل و فراست میں کامل ترین ہے، ہماری نظر نے ایسا حسین اور خلق و سخا والا کہیں نہیں دیکھا ؎

ایسا مرد و عمر وچہ سانوں ہرگز نظر نہ آیا
جیویں عزیز مصر دے والی عالی رتبہ پایا

سیدنا یعقوب علیہ السلام نے جو عزیزِ مصر کے اوصاف اور تعریف سُنی، تو فرمایا ؎

ایہہ خصائل باجھ پیغمبر مشکل نظری آون
والی مصر پیغمبر ہوسی صفتاں ایہہ فرماون

کاش! آج مجھ پر ضعیفی اور کمزوری نے ڈیرے نہ ڈالے ہوتے تو میں ضرور اس کی زیارت کے لیے جاتا۔ شاید مجھے یوسف اُس کے پاس سے مل جاتا۔

کنعان میں قحط کنعان بھی قحط کی لپیٹ میں آ گیا تو ایک روز اولادِ یعقوب علیہ السلام اپنے والدِ گرامی کے دربار میں حاضر ہوئی، اور عرض کیا ابا حضور چالیس سال گزر چکے ہیں۔ آپ نے کبھی ہمارا حال نہیں پوچھا۔ اب ابا حضور! قحط سالی کی وجہ سے شدید پریشانی کا سامنا ہے۔ آپ ہمارے لیئے دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ ہماری مشکل آسان فرمائے۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرزندوں کا سوال سُنا تو فرمایا:

یَا بُنَیَّ قَدْ بَلَغَنِیْ اِنَّہٗ وَلِیُّ	اے بیٹو! مجھے خبر پہنچی ہے کہ اہلِ مصر کا
اَھْلِ مِصْرٍ مَلِکٌ عَادِلٌ	والی عادل بادشاہ ہے۔ تم اس
فَاذْھَبُوْا اِلَیْہِ وَاَقْرِءُوْہُ مِنِّی	کے پاس جاؤ اور اسے میرا سلام کہنا۔ پس وہ
السَّلَامَ فَاِنَّہٗ یَقْضِیْ حَاجَتَکُمْ	تمہاری حاجت پوری کر دے گا۔

(روح البیان، ص ۲۸۵ ج۔ ۴)

سُن پیغمبر تاں فرمایا فرزنداں وسّے تائیں
سُنیا بہت اناج رکھیندا ملک مصر دا سائیں
ٹُر جاؤ فرزند وجیدے ناقیاں دی اسواری
میرا جا سلام پونہچایو، اُس اہناں ہماری

فرزندانِ یعقوب نے عرض کیا ابا حضور! آپ کا حکم سر آنکھوں پر ہم ملک مصر کے والی کے پاس غلہ حاصل کرنے کے لیے چلے جاتے ہیں مگر ہمارے پاس اتنی قلیل پونجی ہے جس کے عوض ہم کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے اور عزیزِ مصر کے دربار میں یہ مختصر سی پونجی پیش کر کے ندامت اٹھانا پڑے گی۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ؎

یعقوب کہے کم قدر بضاعت اوہ موڑ سیندا ناہیں
اُس جیہیں خال مرد کوئی آیا سُنیا نہیں کدائیں

فرمایا اے فرزندو! یہ مختصر سی پونجی جو تمہارے پاس ہے، وہ اسے پیش کر دینا اگر اُس نے یہ قبول نہ کی تو پھر اپنا حسب و نسب بیان کرنا کہ ہم پیغمبر یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کے بیٹے ہیں ؎

فرمایا کہ نسب سناؤ ہاں اولاد خلیلوں
تے یعقوب نبی دے بیٹے صدق صفا وسیلوں

اور اگر وہ تمہارے حسب و نسب کا خیال نہ کرے تو پھر اپنی غریبی اور فاقہ کشی کی حالت بیان کرنا ؎

کریو عرض وطن تھیں آئے پونجی فقر لیائے
دھک نصیباں ایتھے پہنچائے آئے نال قضائے

والدِ گرامی کے ارشاد کو سن کر تمام بھائی عزیزِ مصر کے دربار میں جانے کے لیے تیار ہو گئے۔

آدابِ شہنشاہی

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے کہ دس بھائی والدِ گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رخصتی کی اجازت طلب کی۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تم عزیزِ مصر کے دربار میں جا رہے ہو میری چند نصیحتیں یاد رکھنا۔ بادشاہ کے دربار میں حاضری کے چند آداب ہوتے ہیں:

اور یہ کہ بغیر اجازت کے اُس کے دربار میں داخل نہ ہونا۔ جب تمہاری نظر بادشاہ کے چہرے پر پڑے تو اِدھر اُدھر نہ دیکھنا۔ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر کسی اور کی طرف دیکھنا بے ادبی ہے۔ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر اُس کی تعریف کرنا اور جب تمہیں بیٹھنے کا حکم دے، تو تب بیٹھ جانا، ورنہ کھڑے رہنا اور جب تک وہ تم سے کوئی بات نہ پوچھے، تم خاموش رہنا۔ ضرورت سے زیادہ دیر نہ ٹھہرنا۔ جب بادشاہ تمہیں واپس آنے کی اجازت دے، تو واپسی کے وقت اس کی طرف پیٹھ نہ کرنا اور جو بات وہ تم سے کرے، تم کسی سے بیان نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ تم کسی سے بیان کر دو اور وہ خبر بادشاہ تک پہنچ جائے اور تم اُس کی نگاہ سے گر جاؤ۔ بادشاہوں کے بھید کا ظاہر کرنا بہت سی خرابیوں کا باعث بنتا ہے، ادب کا دامن نہ چھوڑنا ؎

بے ادباں مقصود نہ حاصل نہ درگاہے ڈھوئی
تے منزل مقصود نہ پہنچیا با بجہ ادب دسے کوئی

سیدنا یعقوب علیہ السلام سے آدابِ شاہی سمجھ کر تمام برادران مصر کی جانب روانہ ہوگئے۔ اور حضرت بن یامین والدِ گرامی کی خدمت کے لیے کنعان ہی میں رہے۔ برادرانِ یوسف چلتے چلتے مصر کی حدود میں داخل ہوگئے۔ شہر سے باہر سیدنا یوسف علیہ السلام نے ایک عمارت تعمیر کروائی تھی، جس میں دربان مقرر کیے گئے تھے تاکہ وہ ہر آنے والے کو یہاں ٹھہرائیں۔ اُن کا نام و پتہ اور آنے کا مقصد پوچھ کر سیدنا یوسف علیہ السلام کو اطلاع کریں اور پھر اجازت حاصل ہونے پر مصر میں داخل ہونے کی اجازت دیں۔

برادرانِ یوسف جب مصر کی آخری منزل پر پہنچے تو وہاں متعین دربانوں نے کیا دیکھا کہ دس آدمی حسن و جمال کا پیکر چلے آ رہے ہیں، جن کے چہروں سے نور ٹپک رہا تھا۔ فقیرانہ حال میں بھی یوں لگتا تھا، جیسے کوئی بزرگ و معزز ہستیاں ہیں۔ انہیں دیکھ کر دربان ایک دوسرے سے کہنے لگے ۔

لُوں لُوں ذکرِ الٰہی بولے تسبیحاں تکبیراں
پر پوشاکاں تن پُرانی جیونکر حال فقیراں
ایہہ کوئی ولی خدا دے سوسن جانا چوکیداراں
نور اینہاں پیشانی چمکے، وردیاں رحمت باراں
حاکم چوکیداراں والا ویکھ اینہاں دل آیا
شوکت شان اینہاں دی ڈٹھی نیوں نیوں سیس جھکایا

تعارف

دربان نے اس مقام پر ان رعنا نوجوانوں کو روک کر کہا، کہو تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو اور کس لیے آئے ہو اور تمہارا مذہب کیا ہے؟

برادرانِ یوسف نے کہا اے دربان! یہ سوالات تم ہم سے کیوں کر رہے ہو؟ اس نے جواب

دیا ہمیں عزیزِ مصر کا حکم ہے۔

برادرانِ یوسف نے کہا ہم کنعان سے آئے ہیں جو ملکِ شام میں ہے۔ ہم نبیوں کی اولاد میں سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند ہیں اور ہم غلہ لینے کے لیے عزیزِ مصر کے پاس آئے ہیں۔ دربان نے کہا تمہارا حسب و نسب بہت اونچا ہے۔ اچھا یہ بتاؤ تم غلہ خریدنے کے لیے کتنی رقم لائے ہو۔

ایہہ گل سُن سرنیویں کر کے سجناں نیر وہائے
اسیں بتھاں تھیں خالی آئے پونجی فقر لیائے

دربان نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا تم فکر نہ کرو عزیزِ مصر بہت رحم دل ہے، وہ تمہاری ضرورت ضرور پوری کر دے گا۔ تم یہاں تشریف رکھو، میں تمہاری آمد کی اطلاع عزیزِ مصر کو دے کر دربار میں حاضر ہونے کی اجازت حاصل کرتا ہوں۔ تمام بھائی وہیں ٹھہر گئے بعدہٗ دربان نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے دربار میں قاصد کے ہاتھ ان رعنا جوانوں کی آمد کی اطلاع بھیجی اور درخواست میں یہ لکھا:

'اے عزیزِ مصر! میرے پاس ملکِ شام کی ایک قوم آئی ہے وہ قد آور جوان ہیں اور ان کے چہرے نورانی ہیں۔ زبانیں فصیح ہیں، نسب عمدہ ہے اور نبیوں کی اولاد ہیں اور ان کے نام یہ ہیں اور وہ کنعان کے رہنے والے ہیں اور ان کا ارادہ آپ کے حضور حاضر ہونے کا ہے۔"

اس مضمون کی اطلاع جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو قاصد نے پہنچائی تو آپ نے نوشتہ کو دیکھا اور سمجھ گئے کہ بھائی آئے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ کو غش آ گیا۔ پھر آپ نے قاصد سے فرمایا ان کے لباس کا کیا حال ہے تو قاصد نے عرض کیا:

تن پوشاکاں پُرزے پُرزے تہ بر تہ پیونداں
شاید حال پسندا ایہائی نیکاں دے فرزنداں

قاصد کہندا پرسوں آئے پیغمبر دے پیارے
کیا کہاں کی حال اونہاں دا وانگ فرشتیاں سارے

سیدنا یوسف علیہ السلام کی حالت کو دیکھ کر تمام اہل دربار حیران رہ گئے اور کہنے لگے حضور والا! آج کون سے مسافر آئے ہیں جن کی آمد پر آپ اتنے پریشان ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے بھائی آئے ہیں، جنہوں نے مجھے کنوئیں میں ڈالا تھا اور پھر فروخت کر دیا تھا۔ اس پر درباریوں نے کہا پھر آپ کیوں رو رہے ہیں، اس قدر غمزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے ان کی محتاجی اور فاقہ کشی پر رونا آ رہا ہے۔ درباری آپ کی ہمدردی اور بُردباری کو دیکھ کر حیران ہو گئے اور پھر کہنے لگے اب آپ ان کے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟

آپ نے فرمایا وہی کروں گا جو تم اپنے بھائیوں سے سلوک کرتے ہو۔

چنانچہ آپ نے حکم جاری کیا کہ ان کی خوب مہمانی کی جائے اور ان کا ہر طرح سے خیال رکھا جائے۔ تین دن کے بعد انہیں عزیز مصر کے دربار میں حاضر ہونے کے لیے کہا گیا۔ چنانچہ جب وہ دربار کی طرف آ رہے تھے تو سیدنا یوسف علیہ السلام جھروکے میں سے بھائیوں کو آتا ہوا دیکھ رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے ۔

سو مرداں دی فوجاں نالوں وسدی شان سرائی
شہزادے پیغمبر زادے زمیں جنبش وچہ آئی
سوہنے قد محباں شکلاں لاٹ چھڈن رخسارے
نور مکیے پیشانیوں دسکے نین بھکھن انگیارے

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سارے بھائی دربار کے قریب پہنچے، تو خادم شاہی پیشوائی کے لیے آیا اور انہیں اندر لے گیا۔ اُن کے لیے عمدہ فرش بچھوائے اور دسترخوان پر قسم قسم کے کھانے چنوائے۔ کھانا کھلانے والوں کی نگرانی خود سیدنا یوسف علیہ السلام فرما رہے تھے۔

جب بھائیوں نے دیکھا کہ بادشاہ نے ہماری بڑی عزت کی ہے، ہمیں شاہی محل میں اعلیٰ کھانے پیش کیے، ایک بولا شاید اُسے گمان ہوا ہے کہ ہم کوئی بہت بڑی پونجی لے کر آئے ہیں۔ شمعون نے کہا شاید بادشاہ نے ہمارے باپ دادا کا ذکر سُنا ہے، اس سبب سے ہماری خاطر تواضع کر رہا ہے۔ تیسرا بھائی بولا شاید وہ ہماری شکلیں دیکھ کر اندازہ لگا چکا ہے کہ ہم شریف اور کریم النفس لوگوں میں سے ہیں اور چوتھا بھائی کہنے لگا کہ بادشاہ کو شاید ہماری عاجزی و انکساری پسند آگئی ہے اور مفلسی و محتاجی کی وجہ سے ہم پر رحم آگیا ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام بھائیوں کی ایسی باتیں سُن کر زار و قطار رو رہے تھے۔

خدمت کرو

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بیٹے منشا سے فرمایا کہ اے بیٹے! اپنی کمر پر شاہانہ پٹی باندھ کر اور عمدہ چادر، شاہی عمامہ زیب تن کر کے جاؤ اور جس پیالے میں مَیں پانی پیتا ہوں، اس میں انہیں بھی پلاؤ۔ منشا نے عرض کی اے ابا حضور! یہ کون لوگ ہیں؟

منشا عرض کرے یا حضرت ایہہ کروان کتھاؤں
نال جنہاں دے ایڈک شفقت خدمت ادب اداؤں

سیدنا یوسف علیہ السلام نے بیٹے سے فرمایا

فرزندا ایہہ میرے بھائی باپ میرے دے پیارے
وارے پاک تیرے دے تھتے آن ڈھگے دربارے
گل گلزار خلیل اللہ دے عالی قدراں والے
جنہاں مینوں گھر بدر تھیں وتے دیس نکالے
بھیت انہاں نوں دتیں ناہیں ایہو حکم الٰہی
خدمت کر جو توں کر سکیں کریں نہ کوئی کوتاہی

سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا بیٹا! یہ میرے وہ کرم فرما ہیں جنہوں نے مجھے والدگرامی کی نظروں سے دُور کیا، مجھے کنوئیں میں ڈالا اور پھر مجھے کھوٹے درہموں کے بدلے فروخت کیا فرمایا بیٹا!

لَا تَفْشِ سِتْرَكَ حَتّٰى يَأْذَنَ اللّٰهُ لَنَا (تفسیر سورۃ یوسف للغزالی)

جب تک اللہ تعالیٰ کا ہمیں حکم نہ ہو تم ان پر اپنا حال ظاہر نہ کرنا

دربار میں حاضری

چنانچہ برادرانِ یوسف سائلوں اور بے نوا فقیروں کی طرح تاجدارِ مصر کے دربارِ شاہی میں حاضر ہوئے۔

قرآنِ حکیم میں ارشادِ ربانی ہے:

وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ۝

اور یوسف کے بھائی آئے تو اس کے پاس حاضر ہوئے، تو یوسف نے انہیں پہچان لیا اور وہ یوسف کو نہ پہچان سکے۔

سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان رعنا جوانوں کو دیکھا تو پہلی نظر ہی میں انہیں پہچان گئے مگر وہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے۔ مولانا غلام رسول عالم پوری فرماتے ہیں

بولیا ماں بھراواں یوسف سخن کیتا عبرانی
کون کوئی کس ملکوں آئے کرو کلام زبانی
دل ساڈے نوں شکل تساڈی لگدی بہت پیاری

"فرمایا تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ یہاں آنے کا مقصد کیا ہے"؟ برادرانِ یوسف نے بڑی عاجزی سے کہا: اے شاہِ مصر ہم کنعان کے رہنے والے ہیں اور وہاں شدید قسم کا قحط ہے، ہمارے بچے بھوک سے سخت پریشانی میں مبتلا ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے پاک نبی سیدنا یعقوب علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ ہمارے والدِ گرامی کو آپ کے دربار سے غلہ

لے جانے والوں نے بتایا کہ آپ عظیم خزانوں کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ سخی اور مخلوقِ خدا پر بڑے مہربان ہیں۔ ہمیں ہمارے والدِ گرامی نے ہی آپ کی طرف بھیجا ہے اور انہوں نے آپ کو سلام کہا ہے۔ اے عزیزِ مصر! انہوں نے جب سے تمہارا نام سنا ہے وہ اکثر آپ ہی کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ بھی آپ کے پاس آتے مگر وہ ضعیفی اور کمزوری کی وجہ سے تشریف نہیں لا سکے ؎

تد ھد سلام پوچائس شاہا کر کر گریہ زاری
اوہ مشتاق تیرا ہر ویلے نام لوے سرواری
سُن یوسف دل آہیں دیوے پڑھ دے دے چھ ردوے
اگ بلے دل لانبو لاوے ظاہر ہوں نہ دیوے
اج سلام انہاں دے آئے داغ جنہاں دے چائے
وچہ فراق جنہاں دے روندیاں یوسف وقت گنوائے
جنہاں سلام اساں نوں گھلے تنہاں سلام ہزاراں
وچہ اشارے تیغاں وگیاں قاصد لیں نہ ساراں

سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان کے مزید حالات دریافت کرنے کی خاطر فرمایا،

لَعَلَّكُمْ جِئْتُمْ تَنْظُرُوْنَ عَوْرَةَ بِلَادِيْ (مظہری ص۲۲۴ ج۶ روح المعانی ص۳۴ ج۱۳) — شاید تم ہمارے ملک میں یہاں کے پوشیدہ راز معلوم کرنے کے لیے آئے ہو؟

انہوں نے کہا حضور والا! خدا کی قسم ہم اس لیے یہاں نہیں آئے۔ ہم سب ایک باپ کی اولاد ہیں، ہمارے والدِ گرامی نبی ہیں، اس پر سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا،

كَمْ اَنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا اِثْنَيْ عَشَرَ فَذَهَبَ اَخٌ لَّنَا هُوَ اَصْغَرُنَا اِلَى الْبَرِّيَّةِ فَهَلَكَ فِيْهَا وَ — آپ کتنے بھائی ہیں۔ انہوں نے کہا ہم بارہ بھائی تھے۔ ہمارا ایک بھائی جاتا رہا۔ وہ ہم میں سب سے چھوٹا تھا جنگل کو گیا اور وہاں

كَانَ اَحَبَّنَا اِلٰى اَبِيْنَا قَالَ فَكَمْ اَنْتُمْ هٰهُنَا قَالُوْا عَشَرَةً قَالَ فَاَيْنَ الْاٰخَرُ قَالُوْا هُوَ عِنْدَ اَبِيْنَا لِاَنَّهٗ اَخُ الَّذِيْ هَلَكَ مِنْ اُمِّهٖ فَاَبُوْنَا يَتَسَلّٰى بِهٖ۔

مرگیا۔ باپ کی نظر میں وہ سب سے زیادہ محبوب تھا۔ آپ نے پوچھا اب یہاں تم کتنے ہو؟ کہنے لگے دس ہیں۔ آپ نے کہا ایک اور کہاں ہے؟ کہنے لگے وہ والد گرامی کے پاس ہے۔ جب سے اس کا ماں جایا بھائی مرا ہے باپ کو اسی سے تسکین خاطر ہوتی ہے۔

اس مقام پر مولانا غلام رسول عالم پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اک پیو دے پُت جوانوں کتنے ہو فرماؤ
انہاں کہیا اسیں باراں بھائی جے تے سچ پچھاؤ
دس حاضر اک پاس پدر دے اک کھادا بگھیاڑاں
تسدوں تئیں لے وچھڑے دے عمر گھٹیاں وہاڑاں
غم اس دے وچ رُندے تائیں چالی سال وہائے
یوسف نام لبے وی اوہا دل تھیں داغ نہ جائے
یوسف دا غم دل پدر نوں گھاہ گیا کر کاری
چالی سال نبی نوں گزرے اندر گریہ زاری

بھائی کو ساتھ لانا

فرزندانِ یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنے گھر کے حالات بڑی تفصیل سے بیان کیے۔ فرمایا کون جانے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ سچ بھی ہے یا نہیں۔ کہنے لگے ہم تو مسافر ہیں۔ یہاں تو ہمارا جاننے والا کوئی نہیں ہے۔ آخر کار سیدنا یوسف علیہ السلام نے ہر ایک بھائی کو ان کی تعداد کے مطابق ایک ایک اونٹ غلے کا دے دیا اور سب کا سامانِ سفر درست کرا دیا۔ قرآن حکیم میں ہے،

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ۝ (پ ۱۳ - ۲ ع)

جب یوسف نے اُن کا سامان درست کرادیا تب فرمایا تم اپنے بھائی کو جو تمہارے باپ کا بیٹا ہے، میرے پاس لاؤ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورے ناپ کا غلہ دیتا ہوں اور اچھی طرح مہمانی کرتا ہوں۔

سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم اگلی دفعہ ہمارے پاس آؤ تو اپنے چھوٹے بھائی کو بھی ساتھ لانا۔ تم نے دیکھا ہے کہ ہم غلے کے ناپ میں عدل کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہر آنے والے کی مہمان نوازی بھی کرتے ہیں۔ تم جب اپنے بھائی کو ساتھ لاؤ گے تو تمہیں اس کے حصہ کا بھی غلہ دیا جائے گا۔

فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۝ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ۝

لیکن اگر تم اسے میرے پاس نہ لاؤ گے تب تمہارے لیے میرے پاس غلہ نہیں ہے اور تم میرے پاس آنا انہوں نے کہا ہم اس بارے میں اس کے والد سے تذکرہ کریں گے اور ہم یہ کام کرکے رہیں گے۔

انہوں نے وعدہ کیا کہ ہم دوسری مرتبہ بنیامین کو ساتھ لے کر آئیں گے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے والد گرامی کو ان کی جدائی کا صدمہ ناقابل برداشت ہوگا۔ تاہم پوری کوشش کریں گے کہ دوسری دفعہ اس کو ساتھ لے کر آئیں۔

سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا تم اپنے میں سے کسی کو چھوڑ جاؤ تاکہ ہمیں یقین آجائے کہ تم دوسری دفعہ بنیامین کو ساتھ لے کر آؤ گے۔ یہ سن کر بھائیوں نے قرعہ اندازی کی اور قرعہ شمعون کے نام کا نکلا اور شمعون وہی شخص تھا جس نے یوسف علیہ السلام کے متعلق سب سے اچھی رائے دی تھی اور بھائیوں کو مشورہ دیا تھا کہ یوسف کو قتل نہ کرو، بلکہ کنوئیں میں ڈال دو۔ چنانچہ شمعون کو بطور ضمانت عزیز مصر کے حضور چھوڑ کر باقی کنعان جانے کے

تیار ہو گئے۔

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَا إِذَا انْقَلَبُوْا إِلٰى أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۔

اور یوسف نے اپنے خدام سے کہا کہ ان کا سرمایہ (یعنی غلے کی قیمت) اُن کی خرجیوں میں رکھ دینا تاکہ جب یہ اپنے گھروں میں پہنچیں تو اسے پہچان لیں کہ پھر یہاں آئیں۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو غلہ بھی دیا اور ان کی پونجی بھی لوٹا دی جو انہوں نے غلے کی قیمت کے عوض پیش کی تھی۔ خدام کو حکم دیا کہ ان کی پونجی خرجیوں میں پوشیدہ رکھ دی جائے اور یہ کام آپ نے تکمیل احسان اور اتمام نوازش کے جذبے کے زیر اثر کیا تھا تاکہ بھائی جب گھر پہنچ کر اپنا سامان کھولیں اور انہیں غلہ کے ساتھ اپنی پونجی بھی ملے تو وہ سمجھیں گے بادشاہ نے ہم پر بڑی عنایت کی ہے اس نے ہمیں غلہ بھی دے دیا اور قیمت بھی وصول نہیں کی اور شاہ مصر کے اس سلوک سے متاثر ہو کر بھائی کو لے کر جلد مصر واپس پہنچ جائیں۔

بعض نے یہ لکھا ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے قیمت اس لیے وصول نہ فرمائی کہ انہوں نے اپنی ناداری کا تذکرہ کیا تھا۔ ایسی حالت میں اُن سے کچھ وصول کرنا کوئی قابل تحسین عمل نہیں تھا۔ بعض نے کہا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام یہ جانتے تھے کہ یہ امانت دار نبی کی اولاد ہیں جب وطن واپس جائیں گے اور اپنے سامان میں یہ پونجی دیکھیں گے، تو ضرور واپس کرنے آئیں گے۔

بہرحال ان تمام اقوال کو اگر ملا لیا جائے تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بھی چاہتے تھے کہ ان کنعانیوں کے دل میں ہماری محبت گھر کر جائے اور یہ جلدی واپس آجائیں۔

کنعان میں واپسی

چنانچہ جب برادرانِ یوسف شمعون کو مصر میں چھوڑ کر کنعان واپس پہنچے تو اپنے والدِ گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اباجان! ہم ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جس نے ہماری مہمانی کا حق ادا کر دیا اور ہماری ایسی

عزت افزائی کی کہ اگر کوئی ہماری نسل کا بھی آدمی ہوتا تو اتنی خدمت نہ کرتا۔

منزل کٹ مراحل آخر آں وڑے کنعانے
چھُٹّن قدم سلام کریندے پیش پدر وچہ خانے
کیتوسیں عزیز ڈٹھا پیو پچھے کیہہ ورتے ورتارا
اوہ کہندے اساں ڈٹھا حضرت فضل کرم تس بھارا
صفت کراں تے ہو نہ سکے عمراں شکر گزاری
شاہ عزیز مصر دا والی اس وچہ خوبی ساری

ابا حضور! ہم نے آپ کا سلام پیش کیا اور اس نے ہماری بات پر بڑی توجہ دی اور ہمارے حالات کو بڑی ہمدردی کے ساتھ سُنا۔ جب ہم نے انہیں آپ کے بیٹے یوسف کی جُدائی کا بتایا۔

تیرا دکھ پسر دے ہجروں اس نوں اساں سنایا
سُن سُن کے اوہ بُرقعے اندر روندا نظری آیا

جُودوسخا

برادرانِ یوسف دس اونٹ غلہ لے کر واپس کنعان والدِ گرامی کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ سلام عرض کرنے کے بعد انہوں نے شاہِ مصر کے حالات بڑے مفصل طور پر والدِ گرامی کے گوش گزار کیے۔ عرض کیا ابا حضور! شاہِ مصر بہت ہی رحم دل، غریب پرور، مہمان نواز اور کریم النفس حاکم ہے۔ اس نے ہم پر عنایتِ خسروانہ فرمائیں اور ہمارے ساتھ بڑی فیاضی اور محبت سے گفتگو فرمائی۔ شاہِ مصر کے حالات سننے کے بعد سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا شاہِ مصر کا دین کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا اُس کا دین اسلام ہے اور

اِنَّهٗ مَحْزُوْنٌ بِحُزْنِكَ وَبَكٰى عَلَيْكَ وَعَلٰى وَلَدِكَ الْمَاضِىْ — وہ آپ کے غم کی وجہ سے غمزدہ ہے اور وہ آپ پر اور آپ کے گزرے ہوئے لڑکے پر بہت رویا۔

(تفسیر یوسف الغزالی)

شمعون کہاں ہے؟

فرزندوں سے شاہِ مصر کے حالات سننے کے بعد سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا مجھے تم میں تمہارا بھائی شمعون نظر نہیں آرہا ہے وہ کہاں ہے؟ اس پر فرزندوں نے عرض کیا کہ اے ابا حضور! ہمیں جب شاہِ مصر نے اپنے دربار میں طلب کیا تو اُس نے ہم سے پوچھا تم کتنے بھائی ہو؟ ہم نے کہا بارہ ہیں۔ ایک کو بھیڑیا کھا گیا اور دس آپ کے حضور میں حاضر ہیں۔ اُس نے پوچھا تمہارا ایک بھائی کہاں ہے؟ ہم نے عرض کیا حضور والا! ہمارا چھوٹا بھائی والدِ گرامی کے پاس ہے اور

جب سے اس کا ماں جایا بھائی فوت ہوا ہے۔ والدِ گرامی کو اب اُس سے ہی تسلّی ہوتی ہے۔ اس پر شاہِ مصر نے کہا کہ جب تم آئندہ ہمارے پاس آؤ تو اُس چھوٹے بھائی کو بھی ساتھ لے کر آنا تاکہ وہ تمہارے بیان کی تصدیق کرے اور ہم تمہیں اُس کے حصّہ کا ایک اونٹ غلّہ بھی دیں گے ہم نے شاہِ مصر سے وعدہ کر لیا کہ ہم ضرور اپنے بھائی کو ساتھ لے کر آئیں گے اور شمعون کو بطورِ ضمانت شاہِ مصر کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔ ابا جان اب ایسا کریں کہ بنیامین کو ہمارے ساتھ روانہ کر دیں اور ہم اس کی حفاظت بھی کریں گے اور اس کے حصّہ کا غلّہ بھی لائیں گے اور ہمارا بھائی شمعون بھی واپس آ جائے گا اور ہم شاہِ مصر کی نظر میں بھی باوقار ہو جائیں گے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اپنے بھائی بنیامین کی پوری پوری حفاظت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام میں ہے :

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○

(پ ۱۳ - ع ۲)

جب وہ اپنے باپ کے پاس واپس پہنچے، تو عرض کرنے لگے کہ اے ابا حضور (جب تک ہم بنیامین کو ساتھ نہ لے جائیں) ہمارے لیے غلّے کی بندش کر دی گئی ہے، تو ہمارے بھائی کو روانہ کر دیجئے تاکہ پھر غلّہ لائیں ہم اس کی پوری پوری حفاظت کریں گے

آپ نے فرمایا مجھے تمہارے وعدوں کی حقیقت خوب معلوم ہے۔ میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتا میں تم پر بھروسہ کرنے کے بجائے اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی نگہبانی ہی میرے لیے کافی ہے ؎

باپ کہے اعتبار تساں تے اوہ اس دلبند دا
جیویں تسیں اعتبار کرایا، میں یوسف فرزند دا
سید تھیں پنھگار رحمت والا حضرت پاک النبی
حافظ ناصر ہر دم اوہو ہوراں طلب نہ کائی

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

فرمایا مجھے تو اس کی بابت تمہارا بس ایسا ہی اعتبار ہے جیسا کہ اس کے پہلے بھائی کے بارے میں تھا پس خدا ہی بہتر نگہبان ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

سامان کھولا

چنانچہ ابتدائی گفت و شنید کے بعد غلے کی خرجیوں کو کھولنا شروع کیا گیا تاکہ غلہ نکال کر حفاظت سے رکھا جائے' اب جو انہوں نے بوریوں کو کھولا تو کیا دیکھا کہ جو پونجی اور درہم غلہ کے عوض انہوں نے شاہ مصر کو پیش کی تھی' وہ اُس نے دوبارہ بوریوں میں رکھوا کر واپس کر دی ہے۔ شاہِ مصر کی اس فیاضی کو دیکھ کر اُن کے دل میں اور بھی زیادہ شوق اُبھرا کہ دوبارہ جلد بھائی کو ساتھ لے کر شاہ مصر کے حضور حاضر ہو کر اُس کی کرم نوازی کا شکریہ ادا کریں' چنانچہ قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے :

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝

(پ ۱۳ — ع ۲)

اور انہوں نے جب اپنا اسباب کھولا تو دیکھا اُن کا سرمایہ ان کو واپس کر دیا گیا ہے۔ کہنے لگے اے ابا جان! ہمیں (اور) کیا چاہیئے (دیکھئے) یہ ہماری پونجی بھی واپس کر دی گئی ہے۔ اب ہم اپنے اہل و عیال کے لیے پھر غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی نگہبانی بھی کریں گے اور ایک اونٹ غلے کا زیادہ لائیں گے یہ غلہ (جو ہم لائے ہیں) تھوڑا ہے۔

بنیامین اساں تھیں گھتو پتاں عرض سنائی
نبی کہے میں گھلاں ناہیں قول بخشوں یکتائی
جے تسیں قول خدادا دیہو مڑ ہیں پاس لیاؤ
پر کجھ زور نئیں جے سارے تقدیروں مرجاؤ

قول و قرار سیدنا یعقوب علیہ السلام نے انکار فرمایا کہ میں ایک اونٹ کے بدلے اپنے بنیامین کو تمہارے ساتھ بھیجنے کو تیار نہیں ہوں۔ ہاں اگر تم میرے ساتھ پختہ عہد و پیمان کرو اور قسم اٹھا کر اللہ تبارک و تعالیٰ کا نام لے کر اس بات کا یقین دلاؤ کہ تم بحفاظت بنیامین کو وطن واپس لاؤ گے۔ تو پھر میں بنیامین کو تمہاری خواہش پر تمہارے ساتھ روانہ کر دیتا ہوں۔ قرآن حکیم میں ہے،

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى	(یعقوب علیہ السلام نے فرمایا جب تک تم خدا کا
تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ	عہد نہ دو کہ اس کو میرے پاس لے آؤ گے میں
لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ	اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا مگر
بِكُمْ ۚ (پ ۱۳، ع ۲)	یہ کہ تم گھر جاؤ۔

والد گرامی کا یہ ارشاد سن کر فرزندان یعقوب نے متفقہ طور پر عرض کی کہ آپ کے ساتھ یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہم بنیامین کی پوری حفاظت کریں گے۔ جب فرزندوں نے والد گرامی کو ہر طرح سے یقین دلا دیا تو آپ بنیامین کو ساتھ بھیجنے کے لیے تیار ہو گئے۔ قرآن کریم میں ہے،

فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ	جب انہوں نے اس سے عہد کر لیا تو (یعقوب
اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ	علیہ السلام نے) کہا جو قول و قرار ہم کر رہے ہیں،
(پ ۱۳ - ع ۲)	اس کا ضامن خدا ہے۔

سونپ خدا نوں کہے پیغمبر اے میرے فرزند

وچہ مصر دے اک دروازیوں نہ وڑیو ولبندو

دوسری دفعہ روانگی پھر سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندوں سے فرمایا کہ تم سب ایک دروازے سے شہر مصر میں داخل نہ ہونا، بلکہ جدا جدا دروازوں سے داخل ہوں۔ قرآن کریم میں ہے،

وَقَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ	اور فرمایا کہ بیٹو ایک ہی دروازہ سے داخل نہ ہونا

بِّبَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۔

بلکہ جُدا جُدا دروازوں سے داخل ہونا اور میں خدا کی تقدیر کو تم سے نہیں روک سکتا بیشک حکم اسی کا ہے، میں اس پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اہلِ توکل کو بھی (اللہ تبارک و تعالیٰ) پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

مفسرین کرام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس نصیحت کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندوں سے یہ اس لیے فرمایا کہ ان حسین وجمیل جوانوں کو کہیں نظر بد نہ لگ جائے، یا ان کی شان وشوکت کو دیکھ کر لوگ ان سے حسد نہ کریں اور ان پر کوئی مصیبت نہ آجائے۔ یہ تو ایک تدبیر تھی مگر جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، وہی ہوتا ہے، وہی قضاء وقدر کا مالک ہے۔ آپ نے فرمایا میں تو اس پر ہی بھروسہ رکھتا ہوں اور توکل کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

مصر میں داخلہ

فرزندانِ یعقوب علیہ السلام اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو لیکر چلتے چلتے مصر کی حدود میں پہنچ گئے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے شہر مصر کے پانچ دروازے تھے۔ ایک دروازے کا نام باب شام تھا دوسرے کا نام باب مغرب، تیسرے کا باب یمن، چوتھے کا باب رُوم، پانچویں کا نام طلیون تھا۔ والدِ گرامی کے حکم کے مطابق علیحدہ علیحدہ دروازہ میں سے داخل ہوئے۔ قرآن حکیم میں ہے،

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰهَا وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔

اور جب وہ اُن مقامات سے داخل ہوئے، جہاں جہاں سے باپ نے ان سے کہا تھا تو وہ تدبیر خدا کے حکم کو ذرا بھی نہیں ٹال سکتی تھی۔ ہاں وہ یعقوب کے دل کی خواہش تھی اور وہ بے شک صاحب علم تھے ہم نے اُن کو سکھایا تھا، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

یہ دس بھائی والدگرامی کے حکم کے مطابق دو دو مل کر پانچ دروازوں سے گزر گئے اور جناب بنیامین باب شام پر تنہا کھڑے رہ گئے۔ اس مقام پر مولانا غلام رسول عالم پوری فرماتے ہیں ؎

اوس زمانے شہر مصر دے پنج سینے دروازے
حکم پدر تھیں سارے بھائی لنگھ گئے نال اندازے
دو دو رل اک در تھیں لنگھ گئے دس سارے
بنیامین اکلا باہر غم دیاں آہیں مارے
جاندی واری کہہ گئے اس نوں ایتھے اٹک پیارے
تیں ول اک اساں تھیں آئے نال کھڑے دربارے

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بنیامین باب شام پر کھڑے بھائیوں کا انتظار کر رہے تھے۔ جب کچھ زیادہ دیر گزر گئی، تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ دل میں خیال آیا کہ آج اگر میرا بھائی یوسف زندہ ہوتا، تو میں یہاں تنہا کھڑا نہ رہتا۔ ادھر جناب بنیامین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے، ادھر وارث دو جہان خالق جن و انسان جل شانہٗ کا دریائے رحمت جوش میں آیا اور سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کرو کہ آپ شاہانہ لباس اتار کر عام کپڑے لیں اور باب شام پر جائیں اور وہاں آپ کا حقیقی بھائی کھڑا رو رہا ہے۔ اس کے پاس سے جو بھی گزرتا ہے، وہ اس سے راستہ پوچھتا ہے، مگر کوئی بھی اس کی بات نہیں سمجھتا اور نہ کوئی اسے راستہ بتاتا ہے، جاؤ جا کر اسے تسلی دو۔

مولانا غلام رسول عالم پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

یوسف پاس پیغام لیایا جبرائیل الٰہوں
ویر تیرے اج آئے یوسف چل دوڑ لٹے راہوں
دس وچ شہر وڑے ہو دو دو تیرا ویر اکلا
باہر کھڑاں درون بن روندا دل نوں نہیں تسلا

سن یوسف دی اکھیں اندر نیر وگے ہر طرفوں
ہوا سوار لیا منہ بُرقعہ آہیا باہر شہروں

بابُ الشّام

سیدنا یوسف علیہ السلام نے شاہی لباس اُتار کر عام لباس پہنا اور چہرے پر نقاب ڈالا اور باب الشام پر پہنچے، تو وہاں جناب بنیامین کو تنہا روتے دیکھ کر آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ سلام کہنے کے بعد عبرانی زبان میں پوچھا تم کون ہو؟ جناب بنیامین نے عرض کیا ؎

میں شامی پردیسی عاجز، توں ہیں کون پیارے
شامیاں باجھ اساڈی بولی ہور نہ سمجھن سارے
یوسف کہے رہیا میں شامے سال کئی لے بارا
تاں بولی عبرانی والی میں جاناں ول سارا

پھر آپ نے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو؟ اور کہاں جانا ہے؟ جناب بنیامین نے کہا میں کنعان سے آیا ہوں اور شاہِ مصر کے دربار میں جانا ہے۔ میرے بھائی باپ کے حکم کے مطابق جُدا جُدا دروازوں سے مصر میں داخل ہو چکے ہیں اور وہ مجھ سے وعدہ کر گئے ہیں کہ ان میں سے ایک واپس آئے گا اور مجھے واپس لے جائے گا، مگر ابھی تک کوئی واپس نہیں پہنچا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے جناب بنیامین کو ساتھ لیا اور شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب بھائیوں کے قریب پہنچے تو فرمایا اے کنعانی نوجوان وہ دیکھو سامنے تمہارے بھائی ہیں، جاؤ، ان کے ساتھ جا کر مل جاؤ ؎

یارا مینوں چھوڑ نہ جائیں تیرا ہجر نہ بھاوے
کیا کہاں کجھ تیں تھیں مینوں بوالفت دی آوے
کی تاثیر کہاں وچ تیرے وچھڑیاں جی جل دا
من سوال وچھوڑ نہ مینوں میں رہساں ہتھ مل دا

سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا جاؤ بھائیوں کے پاس چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو پھر کبھی ملاقات ہو جائے گی، چنانچہ بنیامین بھائیوں کے ساتھ شامل ہو گئے اور حضرت یوسف علیہ السلام اپنے شاہی محل کی طرف چلے گئے۔ چلتے چلتے جب شاہی دربار میں سارے بھائی پہنچ گئے، تو شاہِ مصر کو اپنی آمد کی اطلاع دی۔

منقش مکان حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک خوبصورت مکان بنوایا تھا، جس کی دیواروں پر بھائیوں کی تصویریں بنائیں اور بھائیوں نے جناب یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا تھا، اس کے تمام مناظر کی تصویریں دیواروں پر نقش کروائی گئی تھیں۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی آمد پر اطلاع پاتے ہی خدام کو حکم دیا کہ ان کنعانی جوانوں کو اسی تصویروں والے مکان میں ٹھہرائیں۔ جوں ہی تمام بھائی اس مکان میں داخل ہوئے اور اوپر نظر اٹھائی اور اپنا سارا کیا دھرا نظر آیا تو دم بخود ہو گئے۔

چنانچہ جب انہیں وہاں کھانا پیش کیا تو انہوں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم کو بھوک تھی، مگر اس مکان میں داخل ہوتے ہی ہماری بھوک جاتی رہی ہے۔ اس پر سیدنا یوسف علیہ السلام نے انہیں دوسرے مکان میں منتقل کر دیا اور وہاں پھر انہیں کھانا پیش کیا گیا چنانچہ دو دو بھائی ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر کھانا کھانے میں مشغول ہو گئے اور جناب بنیامین تنہا رہ گئے۔ اس پر سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا، تم کھانا کیوں نہیں کھاتے؟

فَبَکٰی وَقَالَ لَوْ کَانَ اَخِیْ یُوْسُفُ حَیًّا لَاَجْلَسَنِیْ مَعَہٗ — تو بنیامین رو پڑے اور کہنے لگے اگر میرا بھائی یوسف (علیہ السلام) زندہ ہوتا تو مجھے اپنے ساتھ بٹھاتا۔

(تفسیر مظہری، ص ۱۹۴، ج ۶)

میں جس دے وچہ ڈٹھیں رنگاں میرا او پیارا
اوہ ہوندا ال میں تھیں بہندا اوروں کچہیندا اسارا

جاں اوہ مینوں نظر نہ آوے یوسف شاناں والا
تاں طعام ویکھائی دیندا تے پُر زہر نوالا
کیہہ کھاواں میں کھا نہ سکدا باجھوں یوسف بھائی
کس دے نال رلاں رل کھاواں ویر نہیں اج کائی
یوسف کہندا آجا متھیں نوں میں رل مل کھائیے
کاش اکو تے توں میں بھائی کھاون توں بہہ جائیے
میں تیرا توں میرا بھائی یوسف جان اسائیں
مائی جایا بھائی اپنا سمجھ اساڈے تائیں
جے تیں یوسف ویر وچھناں میں وی ویر وچھناں
پر قصے دے وچ حضرت یوسف آہیں کرکر رُناں
جے توں بڑیاں درداں والا میں نہ دردوں خالی
وگدے زخم وچھوڑیاں والے سال گئے ہو جالی

سیدنا یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے ساتھ بٹھایا اور خود کھانے میں اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔

میں تیرا بھائی ہوں

اس کے بعد جناب بنیامین نے عزیز مصر سے کہا اگر آپ مجھے اس تصویروں والے کمرے میں بھیج دیں تو آپ کی بڑی کرم نوازی ہوگی۔ عزیز مصر نے پوچھا اس کمرہ میں کیا ہے ؟ بنیامین نے کہا اس کمرے کی تصویر پر میرے بھائی یوسف کی تصویر ہے اُسے دیکھ کر مجھے تسلی ہوگی۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے اجازت دے دی اور بنیامین اس کمرے میں پہنچ گئے اور جونہی سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی بنیامین کی نظر تصویر پر نظر پڑی تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے سیدنا یوسف علیہ السلام نے جب بنیامین کی اس حالت کو دیکھا تو اپنے بیٹے افرائیم سے فرمایا کہ

جاؤ تم اپنے چچا کے مقابل جا کر کھڑے ہو جاؤ۔ اگر وہ تم سے کوئی بات پوچھیں تو عبرانی زبان میں جواب دینا اور اگر وہ تم سے دریافت کریں کہ تو کس کا بیٹا ہے تو کہہ دینا کہ میں یوسف کا بیٹا ہوں۔ اس لیے کہ رب العزت نے مجھے اس بات کی اجازت مرحمت فرما دی ہے کہ میں ان پر خود کو ظاہر کر دوں اور انہیں میرے متعلق علم ہو جائے کہ میں اس کا بھائی ہوں، چنانچہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے حکم سے آپ کے بیٹے افرائیم اپنے چچا کے پاس گئے۔ جناب بنیامین نے ایک نظر دیوار پر ڈالی اور پھر اس شہزادے کی طرف دیکھا تو ان دونوں صورتوں کے درمیان کوئی فرق نظر نہ آیا۔

بنیامین نے کہا شہزادے تو کس کا بیٹا ہے؟ اس پر جناب افرائیم نے جواب دیا میں سیدنا یوسف صدیق کا بیٹا ہوں۔ بنیامین نے جو شہزادے کا جواب سنا تو سسکیاں لے کر رونے لگے۔ افرائیم نے رونے کی وجہ دریافت کی تو اس پر بنیامین نے جواب دیا میں اس لیے رو رہا ہوں کہ تمہاری صورت جیسا میرا بھی ایک بھائی تھا جس کا نام یوسف ہے۔ افرائیم نے کہا میں تمہارے اسی بھائی کا بیٹا ہوں . . . . . بنیامین نے کہا صاحبزادے جلد بتاؤ وہ کہاں ہیں۔؟ صاحبزادے نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں جن کے ساتھ آپ نے کھانا کھایا تھا وہ آپ کے بھائی یوسف صدیق ہی ہیں ؎

نال تیرے رل کھانا کھادا اس تینوں پاس بٹھایا
برقعے دے وچہ حسن حلے الکھیں نیر وہایا

ادھر افرائیم اور بنیامین کے درمیان گفتگو جاری تھی، اُدھر حضرت یوسف علیہ السلام اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ جب افرائیم نے بنیامین کو سیدنا یوسف علیہ السلام کی خبر دی تو ادھر سیدنا یوسف علیہ السلام نے چہرے سے نقاب اٹھا دیا اور پھر بھائی بنیامین کو گلے سے لگایا اور فرمایا بنیامین میں تیرا بھائی ہوں۔ قرآن حکیم میں ہے:

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ	اور جب وہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے
اٰوٰٓی اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْٓ	اپنے حقیقی بھائی کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ

أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (پ ۱۳، ع ۲) میں تمہارا بھائی ہوں اور یہ جو کچھ کرتے ہیں اس سے غمزدہ نہ ہو۔

جاں یوسف صورت ڈٹھی بنیامین پیارے
پینگھہ خوشی دی لٹک فلک تیں لگی بین ہلارے
نین وہاں دے بدل وانگوں چھم چھم جھڑیاں لایاں
سینے وچوں بلدیاں لاٹاں پانی گھت بجھائیاں

راز کی باتیں

پھر سیدنا یوسف علیہ السلام نے بنیامین سے گھر کے حالات دریافت کرتے ہوئے فرمایا کہو کہ والدگرامی کا کیا حال ہے؟ اس پر بنیامین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور کہا کہ والدگرامی کی آپ کی جدائی میں روتے روتے آنکھیں سفید ہو چکی ہیں۔ پھر آپ نے اپنی ہمشیرہ حضرت زینب کے متعلق پوچھا تو بنیامین نے عرض کیا بھائی جان! وہ بھی تمہارے ہی غم میں شب و روز گریہ کناں ہے۔

پھر سیدنا یوسف علیہ السلام نے بنیامین سے فرمایا تم بھائیوں کے پاس چلے جاؤ۔ جناب بنیامین نے عرض کیا اے برادر مکرم اب میں تمہاری فرقت مزید برداشت نہیں کرسکتا۔ پہلے ہی چالیس سال تمہارے فراق میں بہت رو رہا ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا، اے بنیامین! میں تم کو بھلا کس طرح رکھ سکتا ہوں، ہمارے ملک کا قانون اس کام کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی مسافر کو اپنے وطن جانے سے روک دیا جائے اور اگر صاف صاف بات کی جائے تو قبل از وقت پردہ فاش ہوتا ہے۔

آخر یہ طے پایا کہ فرزندانِ یعقوب (علیہ السلام) کی روانگی کے وقت بنیامین کے سامان میں شاہی پیالہ رکھ دیا جائے اور روانگی کے بعد جب اہل کار وہ پیالہ مفقود پائیں تو تمہیں روک کر تمہارے سامان کی تلاشی لیں اور جب پیالہ تمہارے سامان میں سے برآمد کر لیا جائے تو پھر تمہیں روکنے کی صورت نکل آئے گی لیکن اس طرح تم پر چوری کا الزام لگے گا کیا تم اس کے لیے آمادہ ہو؟ بنیامین نے بخوشی اس بات کو قبول کر لیا۔ (تفسیر مظہری ص ۱۷۹ ج ۶)

تعاقب چنانچہ جب فرزندانِ یعقوب علیہ السلام نے واپس کنعان جانے کے لیے عزیز مصر کے حضور عرض کی تو آپ نے ان کے لیے غلے کے اونٹ تیار کیے۔ اور حضرت بنیامین کے سامان میں شاہی پیالہ رکھوا دیا۔ جب یہ قافلہ واپس جانب کنعان روانہ ہوا تو غلے کے گودام کے اہل کاروں نے وہ پیالہ نہ پایا تو انہیں سخت فکر لاحق ہوئی۔ سوچنے لگے ابھی تو شاہی پیالہ یہیں تھا اور سوائے کنعانی جوانوں کے کوئی اور بھی یہاں نہیں آیا معلوم ہوتا ہے وہ کنعانی ہی یہ پیالہ اڑا لے گئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کنعانیوں کا تعاقب کیا۔ جب قافلہ کے نزدیک پہنچے تو بلند آواز سے کہا۔ قافلے والو ٹھہر جاؤ تم ہمارے چور ہو! قرآن کریم میں ہے:

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ	جب ان کا اسباب تیار کر دیا، تو اپنے بھائی
جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ	کی خرجی میں پیالہ رکھ دیا۔ جب وہ آدمی باہر
ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ	نکلے، ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ
إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ۝	قافلے والو تم چور ہو۔
قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا	وہ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے تمہاری کیا
تَفْقِدُونَ ۝	چیز کھو گئی ہے۔
قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَ	وہ بولے کہ بادشاہ کا پیالہ کھو گیا ہے اور جو شخص
لِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ	اُس کو لے آئے، اس کے لیے ایک اونٹ غلے
وَّأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ۝	کا ہے اور میں اس کا ضامن ہوں۔

کنعانی جوانوں نے جو یہ بات سنی، تو بےحد پریشان ہو گئے، ٹھہر کر پوچھنے لگے کیا چیز گم ہو گئی ہے۔ گودام کے اہل کاروں نے کہا کہ ہمارے گوداموں میں سے شاہی پیالہ گم ہو گیا اور تم میں سے جو کوئی دے دے گا۔ تو اس کو ایک اونٹ غلے کا انعام میں دیا جائے گا۔ اس پر کنعانیوں نے اہل کاروں سے کہا:

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ۝ (پ ۱۳ ع ۳)

کہنے لگے کہ خدا کی قسم تم جانتے ہو ہم یہاں اس لیے نہیں آئے کہ اس ملک میں فساد کریں۔ اور نہ ہم چوری کرتے ہیں۔

چوری کی سزا

کنعانیوں نے اپنی پوری پوری صفائی پیش کی کہ نہ ہم اس ملک میں کوئی فساد برپا کرنے کے لیے آئے ہیں اور نہ ہم چوری کرنے کے لیے آئے۔ اس پر گودام کے اہل کاروں نے کہا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے،

قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ۝

کیا پھر اس کی سزا یہ ہے اگر تم جھوٹے ہو۔

قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝

کنعانیوں نے کہا کہ اس کی سزا یہ ہے جس کی خرجی سے وہ دستیاب ہو، وہی اس کا بدل قرار دیا جائے گا، ہم ظالموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں

کنعانیوں نے کہا ہماری شریعت میں ہے جو شخص چوری کرے، تو چور کو صاحب مال کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور وہ چور کو اپنا غلام بنا لیتا ہے۔ تو اگر آپ ہم میں سے کسی کو چور ثابت کر دیں تو اسے ہم عمر بھر کے لیے آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے ؎

کہن سوار تسیں جے جھوٹھے پھر تساں کیا سزائیں
انہاں کہیا جس کولوں لبھے پکڑ کھڑ واس تائیں

اسباب کھولا

چنانچہ ان کنعانیوں کی خرجیوں کی تلاشی لینا شروع کی گئی، سب سے پہلے شمعون کی خرجی کو کھولا گیا، اس میں سے کچھ برآمد نہ ہوا۔ اسی طرح باری باری سب کا سامان کھولا گیا، مگر کسی کے سامان سے پیالہ نہ ملا۔ ایک خرجی جناب بنیامین کی ابھی باقی تھی۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا دس خرجیوں کی تلاشی ہو چکی ہے اور کچھ نہیں نکلا اب ایک کو رہنے دو ؎

دس بھائیاں دے بھار جو بھولے کجھ ظاہر آیا
جان دیہو اک باقی رہندا یوسف نے فرمایا
بھول رہے دس چھٹاں تائیں حال ہویا اشکارا
چھوڑ دیہو اسے گھر نوں ظن گیا اُٹھ سارا
اک باقی ایہہ چھوڑ نہ ہوسی انت اینانوں اجائی
اینہاں پنڈا کرونہ کھوٹا شک نہیں من کائی

اس پر کنعانیوں نے کہا:

اوہ کہندے دس چھٹاں وچوں ڈٹھا پھول تمامی
اک کارن کیوں اپنے سرتے لے جائیے بدنامی

سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا: کنعانی جوانو جاؤ تمہیں اجازت ہے ہم نے تم دس کے اسباب کو کھول کر دیکھا اور ہمیں کچھ نہیں ملا تو اب اس ایک کے اسباب میں سے ہمیں کیا ملے گا۔ تم نیک ہو، ہمیں تمہاری امانت و دیانت پر شک نہیں رہا۔ انہوں نے کہا اگر آپ نے ہمارے اس چھوٹے بھائی کے اسباب کی تلاشی نہ لی تو یہ ہم پر فخر کرے گا ؎

ساتوں کسے بھار تساں ہوں پھولے نال خواری
بے اعتبار تساں نوں جاتا میں رہیا اعتباری

لَيْسَ هُوَ اَشْرَفُ مِنَّا فَتَحُوْا وِعَاءَهُ لَمَّا فَتَحُوْا اَوْعِيَتَنَا - یہ ہم سے افضل اور بہتر نہیں، جس طرح ہمارے اسباب کو کھولا گیا ہے، اس کا بھی کھولا جائے۔

(تفسیر یوسف للغزالی)

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَاءِ — پس تلاشی لینا شروع کی ان کے سامانوں کی یوسف کے بھائی کے سامان کی تلاشی سے پہلے

اَخِیۡہِ کَذٰلِکَ کِدۡنَا لِیُوۡسُفَ مَا کَانَ لِیَاۡخُذَ اَخَاہُ فِیۡ دِیۡنِ الۡمَلِکِ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ وَ فَوۡقَ کُلِّ ذِیۡ عِلۡمٍ عَلِیۡمٌ (پ ۱۳-ع ۳)

آخرکار نکال لیا وہ پیالہ اس کے بھائی کی خورجی سے یوں تدبیر کی ہم نے یوسف کے لیے نہیں رکھ سکتے تھے۔ اپنے بھائی کو بادشاہ مصر قانون میں وہ مشیت خدا کے سوا اپنے بھائی کو نہیں لے سکتے تھے، ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں ہر علم والے سے دوسرا علم والا بڑھ کر ہے۔

بھولی چھٹ پیالہ لبھا چور بنے کنعانی
شرمندہ ہو بھائی سارے ڈُبتے وچ حیرانی
کیوں اسیں آپ خیالیں پے پے اُس دی چھٹ کھلائی
رکھی رب رکھائی عزت عقلوں ڈوب گوائی

تمام بھائی جناب بنیامین کی طرف غصے سے دیکھنے لگے اور کہنے لگے تم نے اچھا نہیں کیا۔ ہم بادشاہ کی نظر میں بڑے معزز تھے اور آج تو نے ہماری عزت خاک میں ملا دی ہے۔ اے بنیامین بادشاہ نے تجھے غلہ بھی دیا اور اپنے پاس بھی بٹھایا اور تو نے اس کے احسان کا اچھا بدلہ دیا ہے۔ جناب بنیامین نے برادران کی اس گفتگو کا کوئی اثر نہ لیا۔ اس پر بھائی اور بھی زیادہ برہم ہوتے ہے

چور بنے تے پاہر رو رو ون جاں پکڑے کارے
اُلٹا سماں خلاف زمانہ جھوٹھ جتے سچ ہارے
صاحب دلاں پسند ملامت لکھ بدگو یوں ڈرے
وچہ ناموس نہیں ڈب مرے وصل ندی وچہ تردے

عالی ظرفی

سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا اے کنعانی جوانو! اب تو تمہارے اسباب سے ہمارا پیالہ برآمد ہو گیا اور تمہارے چور ہونے میں کوئی شک

باقی نہیں رہا۔ تمام بھائی اپنی صفائی میں عرض کرنے لگے حضور والا! ہم دس بھائی بے قصور ہیں۔ آپ ہمارے متعلق بدگمانی نہ فرمائیں۔ یہ ہمارا بھائی جس نے یہ حرکت کی ہے ہمارا سگا بھائی نہیں، بلکہ ہماری دوسری والدہ سے ہے۔ اس کا ایک اور بھائی تھا وہ بھی چور تھا۔ قرآن حکیم میں ہے۔

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ج

بولے اگر اس نے چوری کی ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں، بیشک اس کے بھائی نے بھی پہلے چوری کی تھی

جے ایہہ چور تعجب نامیں بھایاں نے فرمایا
اس دا ویر ہوا سگے مویا اس کجھ کم پھڑایا
جس بھائی نوں بن ایہہ روندا یوسف نام سدایا
اوہ پھوپھی دے گھر تھیں چوری پٹکا کڈھ لیایا
اُس بھائی دی عادت ساری اس وچ آن سمائی
راحیلے پُت چوریاں کردے دوہاں شرم نہ آئی

فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ج وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ۝

یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں مخفی رکھا اور ان پر ظاہر نہ ہونے دیا اور دل میں کہا، اس (چوری کے) درجہ میں تو تم اور بھی بُرے ہو اور جو تم کہتے ہو اُسے اللہ خوب جانتا ہے

برادران یوسف نے کہا یہ سارا قصور بنیامین کا ہے اور ہمارا دامن چوری کے دھبے سے بے داغ ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے بردباری اور تحمل مزاجی سے ان کی یہ دل آزار گفتگو سُنی اور کسی قسم کی تنگ دلی اور ناگواری کا مظاہرہ نہ فرمایا اور بنیامین کو ان کے وعدہ کے مطابق اپنے پاس رکھ لیا اور ان کو سارے سازو سامان کے ساتھ بڑی عزت و عظمت کے ساتھ وطن واپس جانے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ یہی وہ عالی ظرفی ہے جس نے آپ کو مراتب عالیہ اور مناصب رفیعہ پر فائز کیا۔ اس واقعہ نے ہمیں بھی اخلاق کی ان بلندیوں کی طرف راغب ہونے کی ترغیب فرمائی۔

بوئے یوسف

معزز سامعین حضرات شاہی پیالہ بنیامین کے کجاوے سے برآمد ہوا اور کنعانیوں کی تجویز کردہ سزا کے مطابق بنیامین کو مصر میں روک لیا گیا۔ اس پر بھائیوں نے عرض کی جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے،

قَالُوا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ (پ ۱۳ - ع ۳)

وہ کہنے لگے اے عزیز اس کے والد بہت بوڑھے ہیں۔ آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ احسان کرنے والے ہیں۔

تمام بھائیوں نے مل کر بڑی عاجزی سے عرض کیا اے شاہِ مصر ہمارے والد گرامی ضعیف العمر ہیں اور بنیامین کا بھائی تو مر چکا ہے اور باپ کو اب اس سے ہی تسلی ہوتی ہے۔ آپ کرم فرمائیں، ہم میں سے جسے چاہو اس کے بدلے میں اپنے پاس رکھ لو اور بنیامین کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دے دو۔

رہا کر دو

اگے تخت بڑھے سبھ بھائیاں رو رو عرض سنائی
وڈی شان عزیزا تیری دائم رہے سوائی
باپ بڈھے دا ایہہ سہارا ہر دم خدمت کردا
پکڑ اساں تھیں کہ کسے نوں تھاں اس دی جیہڑا بردا

جناب یوسف علیہ السلام نے فرمایا قرآن کریم میں ہے،

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا

یوسف نے کہا خدا پناہ میں رکھے کہ جس شخص

مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۔ (پ ۱۳ ع ۳)

کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا کسی اور کو پکڑ لیں ایسا کریں گے تو ہم (بڑے) بے انصاف ہوں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے عدل و انصاف کا یہ تقاضا ہے کہ جس کے اسباب سے ہمارا پیالہ برآمد ہوا ہو، ہم اُسے ہی اپنے پاس رکھیں اُس کے سوا دوسرے کو نہیں رکھ سکتے۔ یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ ہم گناہ گار کو چھوڑ دیں اور بے گناہ کو پکڑ لیں۔

باہم مشورہ۔ جب شاہِ مصر نے بنیامین کو رہا کرنے سے انکار کر دیا تو تمام بھائیوں نے آپس میں مشاورت کی۔ قرآن حکیم میں ہے:

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ (پ ۱۳ - ع ۴)

جب وہ اس سے ناامید ہو گئے تو الگ ہو کر مشورہ کرنے لگے۔

بھائیوں نے باہم مشورہ کرتے ہوئے کہا کہ اب کیا کیا جائے۔ ہم اپنے والد گرامی کو جا کر کیا منہ دکھائیں گے پھر:

قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۞ (پ)

سب سے بڑے نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے والد نے تم سے خدا کا عہد لیا تھا اور اس سے پہلے تم یوسف کے بارے قصور کر چکے ہو تو جب تک مجھے والد حکم نہ دیں تو میں اس جگہ سے ہلنے کا نہیں ہوں یا خدا میرے لیے کوئی اور تدبیر کرے، وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے

کہے یہودا بھائیاں تائیں تسیں سبھے مر جاؤ
بنیامینے چوری کیتی پیو نوں خبر سُناؤ
تے میں آپ نہ جاواں ہرگز مصروں ہول کدائیں
منہ اکھیں کی جا دکھاواں باپ پیارے تائیں

فیصلہ بڑے بھائی نے کہا میں یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک کہ والدِ گرامی میرے متعلق کوئی فیصلہ صادر نہ فرمائیں یا اللہ تبارک و تعالیٰ میرے لیے کوئی بہتر تدبیر نہ فرما دے۔ اے برادران!

اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ	تم والدِ گرامی کے پاس جاؤ اور کہو ابا جان! آپ
اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ	کے صاحبزادے نے چوری کی ہے اور ہم تو
اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ	اتنی ہی بات کے گواہ ہوئے تھے جتنی ہمارے
حٰفِظِيْنَ ۝ وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ	علم میں تھی اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے اور
كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ	اُس بستی سے پوچھ دیکھیے جس میں ہم تھے اور اس قافلے
اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝	سے جس میں ہم بے شک سچے ہیں۔

(پ ۱۳ ع ۴)

بڑے بھائی نے کہا اے برادرانِ من! تم سب چلے جاؤ اور ابا حضور سے عرض کرو کہ بنیامین نے شاہی پیالہ چوری کر لیا جس کی وجہ سے شاہِ مصر نے اس کو قید کر لیا ہے۔ ابا جان! ہم نے وہی بیان کیا ہے جو مشاہدہ سے ہمیں معلوم ہوا ہے یعنی ہم جو کہہ رہے ہیں کہ اُس نے چوری کی ہے، ہم نے اس کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا کہ اس کے اسباب میں سے شاہی پیالہ برآمد ہوا ہے۔ ابا جان! ہم نے بنیامین کی حفاظت جو اپنے ذمہ لی تھی، اُس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی لیکن جو حفاظت و صیانت ہمارے بس میں تھی وہ تو ہم نے کر دی، مگر غیب کی باتوں کے تو ہم محافظ نہیں تھے۔ ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ ہم بنیامین کو واپس لے کر آئیں گے، تو ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ مصر پہنچ کر چوری کرے گا اور ہم اسے واپس نہ لا سکیں گے۔ ابا جان! ہم نے جو بیان کیا اس کی صداقت کی گواہی آپ اس بستی والے لوگوں سے لے سکتے ہیں جو ہمارے ساتھ قافلہ آیا ہے اس سے بھی آپ دریافت فرما سکتے ہیں۔ ہمارے اس بیان کی تصدیق ہر کوئی کرے گا۔ ابا حضور! ہم بلاشبہ اپنے اس بیان میں سچے ہیں۔

بنیامین کی جُدائی

چنانچہ بڑا بھائی مصر میں رہ گیا، باقی نو بھائی واپس کنعان پہنچے اور ابا حضور کو سلام کرنے کے بعد سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں سیدنا یعقوب علیہ السلام پہلے ہی شب و روز آنسو بہا رہے تھے۔ اب جو بنیامین کی جدائی کی خبر سُنی تو غم اور حزن میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرزندوں کا بیان سننے کے بعد فرمایا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ	کہا بلکہ یہ بات تو تم نے اپنے دل سے بنالی ہے
اَمْرًاؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌؕ عَسَى اللّٰهُ	تو صبر ہی بہتر ہے عجب نہیں کہ خدا ان سب کو
اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًاؕ اِنَّهٗ	میرے پاس لے آئے، بیشک وہ دانا حکمت
هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ (پ ۱۳ ع ۴)	والا ہے۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تم جو کچھ کہہ رہے ہو، یہ سب کچھ خود ساختہ ہے، میں تو صبر ہی کروں گا اور میرے مالک کے لیے کچھ مشکل نہیں کہ وہ میرے یوسف، بنیامین اور وہ بھائی جو مصر میں رہ گیا ہے، سب کو میری طرف لوٹا دے۔

نبی کہے میں صبر کریساں باجھوں صبر نہ چارا
فرزنداں تھیں اب ملا دے فضل اوسے ابھارا

امتحان کی منزل

برادرانِ یوسف نے بنیامین کی قید کی خبر دی اور آپ نے فرمایا میں صبر کروں گا اور کوئی عجب نہیں کہ اللہ مجھے میرے پیارے یوسف، بنیامین اور تمہارے بڑے بھائی سے ملا دے۔ واقعات اور قرآنی بیان سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو خبر تھی کہ میرے والدِ گرامی کنعان میں ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے علم میں تھا کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں۔ نہ تو یوسف علیہ السلام نے بتا آپ ظاہر کیا، نہ ہی یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے کہا کہ شاہِ مصر میرا بیٹا ہے۔ وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور منشا کے لیے دونوں حضرات راضی برضا تھے۔ وہ مالکِ حقیقی کے حکم کے بغیر

ایک دوسرے سے نہیں مل سکتے تھے۔ اب جو لوگ کہتے ہیں اگر یعقوب علیہ السلام کو علم ہوتا تو اپنے یوسف کو کنوئیں سے نکال کر لے آتے۔ عزیزِ مصر کے گھر سے لے آتے۔ دیکھو یہاں یوسف علیہ السلام کو اپنے والدِ گرامی کے متعلق علم ہے مگر پردہ نہیں اٹھایا۔ نہ ہی خود کنعان گئے اور نہ ہی خود کوئی تدبیر کی اور نہ ہی کوئی پیغام بھیجا۔

سامعینِ محترم! یہ جو سب کچھ ہوا یہ لاعلمی نہیں تھی۔ انہیں معلوم تھا کہ یہ امتحان کی منزل ہے اس کو طے کرکے ہی رضائے مولا حاصل ہو سکتی ہے، اس لیے انہوں نے جُدائی اور غمِ فرقت کے الم کو برداشت کیا۔

غمِ فرقت

حضرت یعقوب علیہ السلام تو پہلے ہی فراقِ یوسف میں غم زدہ تھے۔ اب جو دوسرے بیٹوں کی جدائی ہوئی، تو غم میں اور زیادہ اضافہ ہوگیا۔ آپ نے اپنے فرزندوں سے رُخ پھیرا اور فرمایا جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى	پھر ان کے پاس سے چلے گئے اور کہنے لگے
عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ	ہائے افسوس یوسف اور رنج والم میں اس
مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ	قدر روئے کہ ان کی آنکھیں سفید ہوگئیں اور
(پ ۱۳ - ع ۴)	اُن کا دل غم سے بھرا رہا۔

مولانا غلام رسول عالم پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ایہہ گل کہہ منہ موڑ پتاں تھیں پیغمبر فرماوے
اے افسوس پیارا یوسف مینوں نظر نہ آوے
نین سفید گئے ہو اس دے کھا گیا غم بھارا
دچہ اندوہ وچھوڑے یوسف زور گیا چک سارا

فرزندانِ یعقوب علیہ السلام نے جب والدِ گرامی کے درد والم کی یہ کیفیت دیکھی تو عرض کیا قرآن کریم میں ہے،

قَالُوا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتّٰى تَكُونَ حَرَضًا اَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ ٥	بیٹے کہنے لگے واللہ اگر آپ یوسف کو اسی طرح یاد کرتے رہیں گے یا تو بیمار ہو جائیں گے یا جان ہی دے دیں گے۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

قَالَ اِنَّمَا اَشْكُوا بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ (پ ۱۳ ع ۴)	فرمایا میں تو اپنے درد و الم کا اظہار خدا سے کرتا ہوں اور خدا کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

فرمایا میں اللہ اگے اپنا درد سناواں
ہوراں اگے دکھ نہ پھولاں بت بے صبر اواں
مینوں معلم اللہ ولوں تسیں نہ جانو کائی
مینوں سب فرزند آملسن دل امید ایہائی

تلاش کرو

سیدنا یعقوب علیہ السلام فراقِ یوسف، بنیامین کی جدائی میں آنکھوں سے آنسو بہاتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے اپنے بیٹوں کو طلب کیا اور فرمایا قرآن کریم میں ہے:

يٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ٥ (پ ۱۳ - ع ۴)	بیٹو جاؤ، یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کہ خدا کی رحمت سے بے ایمان لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف کو تلاش کرنے کا حکم دینا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ کو پختہ یقین تھا کہ یوسف زندہ ہے۔ پھر یوسف کے تذکرہ کے ساتھ اس

کے بھائی کا ذکر کرنا بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جہاں بھائی کو چھوڑ کر آئے ہو وہاں یوسف کو بھی تلاش کرو۔

سب بھائی اپنے والدِ گرامی کے حکم کے مطابق تلاشِ یوسف کے لیے مصر جانے کے رضامند ہو گئے۔ والدِ گرامی کی خدمت میں اجازت لینے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا، "تم عزیزِ مصر کے دربار میں جا رہے ہو، لو میرا ایک خط لے جاؤ اور عزیزِ مصر کو دے دینا؟"

خط

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے خط میں لکھا اے عزیزِ مصر! اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عزت بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ اے شاہِ مصر! میں وہ غم زدہ ہوں جس کو شب و روز درد و الم نے گھیر رکھا ہے۔ میں نبیوں کی اولاد سے ہوں اور میری اولاد چور نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے میرے بیٹے کو قیدی بنایا ہے، آپ یقین کریں کہ

ایہہ فرزند عزیزا ساڈا کرے نہیں بُرائی
بنیامین نہ چوریاں کردا اوہ یوسف دا بھائی
کر احسان اساڈے اُتے چھوڑیں بنیامینے
خوف تیرے دل اللہ دا لا زخم نہ لا وچہ سینے
پُت میرے نوں قید نہ کریو اوہ یوسف دا بھائی
ویرو چھتاں رل مل رُتاں نال میرے دن کائی

بے سروسامانی

برادرانِ یوسف یہ خط لے کر عزیزِ مصر کے دربار میں پہنچ گئے اور والدِ گرامی کا نوازش نامہ پیش کیا اور بعد میں اپنی ان مشکلات کا ذکر کیا جن سے سارا خاندان دوچار تھا — قرآن حکیم میں ہے،

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ

اے عزیزِ مصر! ہم اور ہمارے اہل و عیال بڑی تکلیف میں مبتلا ہیں اور ہم

مُزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ ۝ (پ ۱۳ - ع ۴)

تھوڑا سا سرمایہ لائے ہیں۔ آپ ہمیں (اس کے عوض) پورا غلہ دیجئے اور خیرات کیجئے کہ خدا خیرات کرنے والوں کو ثواب عنایت فرماتا ہے۔

بھائیوں نے عرض کی اے عزیز مصر اہم پہلے بھی آپ کے حضور غلہ لینے کے لیے حاضر ہوئے تھے اور اب بھی حاضر خدمت ہیں لیکن اس دفعہ تنگ دستی کا یہ عالم ہے کہ ہم آپ کی پوری قیمت ادا نہیں کر سکتے۔ ہم پہ کرم نوازی کرتے ہوئے غلہ عنایت فرما دیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے بدلے اجر و ثواب عطا فرمائے گا ؎

دے صدقہ کر رحم اساں تے اجڑیاں نوں پاویں
فضل کرم تھیں ٹگ ٹگ جیویں وچہ بہشتیں جاویں

نقاب اُٹھا دیا

سیدنا یوسف علیہ السلام نے والد محترم کا گرامی نامہ پڑھا اور بھائیوں کی بے بسی اور بے کسی دیکھی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ؎

بھائیاں دا دکھ سنیاں یوسف مہر دلے وچہ آئی
ہن جایا ہو ظاہر دیوے بھایاں نوں دکھلائی

سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اے کنعانی جوانو! قرآن کریم میں ہے:

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ۝ (پ ۱۳-ع ۴)

آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے جو سلوک تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا، جب تم نادان تھے۔

پھر آپ نے وہ بیع نامہ پیش کیا جو انہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو فروخت کرنے کے بعد مالک ابن ذعر کو لکھ کر دیا تھا ؎

اوّل اوہا کاغذ یوسف شٹ کے وچہ بجایاں
ویکھو ایہہ کس قلم وگائی کس نے مہراں لایاں

برادرانِ یوسف، عزیزِ مصر کی گفتگو سن کر ندامت سے پانی پانی ہوگئے اور دل میں خیال کرنے لگے، نامعلوم شاہِ مصر کو یوسف کے متعلق کس نے خبر پہنچا دی ہے، ادھر عزیزِ مصر نے

چہرے تھیں لاہ بُرقعہ یوسف وچہ تبسم آیا
چمک پئی لشکار دنداں تھیں نور الٰہی وچہ آیا
یوسف ویکھ پچھاتا بھائیاں حیرانی وچہ آئے
ٹھیک ہوسیں تو بھائی یوسف اساں ایہہ ظلم کمائے

قرآنِ حکیم میں ارشادِ ربانی ہے ،

قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ — کہنے لگے کیا تم یوسف ہی ہو

سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا،

قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ — فرمایا، میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے
قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ — خدا نے ہم پر احسان کیا ہے۔ جو شخص اللہ سے
مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ — ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ نیکوکاروں کا
لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (پ ۱۳ ع ۴) — اجر ضائع نہیں کرتا۔

فضلِ خداوندی آپ نے انہیں بتا دیا کہ میں یوسف ہوں اور یہ میرے ساتھ میرا بھائی بنیامین ہے اور یہ میری عزت و عظمت جو تم دیکھ رہے ہو اس میں میرا کوئی کمال نہیں۔ یہ سب مالکِ حقیقی اور اللہ رب العالمین کا ہی ہم پر احسان ہے جو اس نے اپنے مسکین بندوں پر فرمایا ہے، اور پھر آپ نے فضلِ ربانی، رحمتِ خداوندی، اور احسانِ ایزدی کی وجہ بھی ایسے پیرائے میں بیان کر دی جس میں خودستائی کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ مزید فرمایا جو شخص تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرتا ہے۔ مشکلات و مصائب میں صبر

کے دامن کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے تو اللہ ان صابروں اور متقی پرہیزگاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

سیدنا یوسف علیہ السلام نے جب بھائیوں سے یہ پوچھا کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا تو ظاہر بات ہے کہ انہیں اپنے کیے ہوئے ناروا سلوک کا ایک ایک پہلو سامنے آگیا ہوگا اور وہ چاہتے ہوں گے کہ ہم اپنے سابقہ زیادتیوں کی معذرت کریں۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان کی معذرت پیش کرنے سے پہلے ہی یہ فرمادیا کہ اے برادران اتم نے جو کچھ کیا وہ نادانی میں تم سے سرزد ہوگیا۔

اس بات میں کمال درجہ کی بردباری اور تحمل وحوصلہ کا ثبوت ملتا ہے کہ اہل کرم اپنے مجرم کو بھی پریشان دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ آپ نے اس کرم کے ساتھ بھائیوں کی دلجوئی کے لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ متقی اور صابر لوگوں کو اجر دیتا ہے، یعنی تم بھی تقویٰ، پرہیزگاری اختیار کرو تو اللہ تمہیں بھی منازل رفیعہ پر فائز فرمادے گا۔

برادران یوسف کو جب علم ہوگیا کہ جس بھائی کو ہم کنوئیں کے اندھیروں میں چھوڑ آئے تھے، اور جس کو ہم نے چند کھوٹے درہموں کے عوض فروخت کیا تھا، آج وہی مصر کا تاجدار ہے اور ہم اس کے دربار میں بھکاری بن کر کھڑے ہیں اور وہ ہم پر لطف وکرم کر رہا ہے۔ آخر میں سب بھائی سر جھکا کر کہنے لگے،

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ	کہنے لگے کہ خدا کی قسم اللہ نے تم کو ہم پر فضیلت بخشی
عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ۝	اور بے شک ہم خطا کار تھے۔

اساں گناہوں نے بُریایوں دفتر کیتے کالے
اج اساڈیاں جاناں یوسف تیرے ہتھ حوالے
چاہیں مار اسیں اس لائق جاں بن بخش خطائیں
روز قیامت نیک گناہوں لگا داغ اسائیں

یوسف اُٹھ سہراواں تائیں سینے نال لگاوے
ویر میرے تسیں جاں اساڈی رحم میرے دل آوے

قرآن حکیم نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے کمالِ احسان اور بلند اخلاق کا تذکرہ اس طرح کیا کہ آپ نے بھائیوں سے فرمایا:

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝	فرمایا آج کے دن تم پر کچھ ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

بعدہٗ بھائیوں سے گفتگو کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ آپ نے اُن سے اپنے گھر کے مزید حالات دریافت فرمائے اور بالخصوص والدِ محترم کے متعلق پوچھا جس پر انہوں نے عرض کیا اے پیارے بھائی یوسف ہم نے جب سے آپ کا کرتہ والد گرامی کو پیش کیا ہے۔ اس وقت سے آج تک وہ اتنا روئے کہ ان کی آنکھیں سفید ہوگئی ہیں۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝	میرا کرتہ لے جاؤ اور اسے والد گرامی کے چہرے پر ڈال دو، ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ۔

لے جاؤ ایہہ کرتہ میرا مُنہ پدر تے پاؤ
بینائی ویہہ اکھیاں آوے ویکھ لوو، آزماؤ

سیدنا یوسف علیہ السلام نے برادران سے فرمایا، یہ میرا کرتہ لے جاؤ اور اس کو ابا حضور کے چہرے پر ڈالنا تمہارا کام ہے اور بینائی بحال کردینا میرے مالک کا کام ہے۔

اُدھر سیدنا یوسف علیہ السلام کے دربار سے برادرانِ یوسف

بوئے یوسف

کرتہ لے کر کنعان روانہ ہوتے۔ ادھر سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ۝ (پ ۱۳ – ع ۵)

اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو ان کے والد کہنے لگے مجھے تو یوسف کی بو آرہی ہے۔ اگر مجھ کو یہ نہ کہو کہ میں بہکی بہکی باتیں کر رہا ہوں۔

اے اولاد آکھے پیغمبر اج بُو یوسف دی آئے
جے نہ آکھو ہوش ٹکانے بڈھا وہم الا دے

اولادِ یعقوب نے کہا ؎

مدتیں گزریں زمانہ ہو گیا
قصہ یوسف پرانا ہو گیا

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ۝

بولے خدا کی قسم آپ اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں۔

آپ کے سارے اہلِ خانہ پوتے پوتیاں کہنے لگے باباجی رہنے دو آپ کو تو ہر وقت یوسف ہی کے خواب آتے رہتے ہیں۔

صاحب تفسیرِ مظہری نے لکھا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک قول کے مطابق قمیص ابھی رات کی مسافت پر تھی، جہاں سے آپ نے اس کی خوشبو محسوس فرمالی تاہم برادران یوسف کرتہ ساتھ لے کر مصر سے چلے اور کنعان پہنچ گئے۔

یہودا کی تمنا

صاحبِ تفسیر مظہری نے نقل کیا ہے کہ یہودا نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کا خون آلودہ کرتہ لے کر باپ کے پاس میں ہی لے گیا تھا اور ان کو یہ اطلاع بھی میں نے ہی دی تھی کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا تو اب میں ہی یوسف علیہ السلام کے اس کرتے کو آبا حضور کے پاس لے کر جاؤں گا اور یوسف کے مل جانے کی خبر کر دوں گا تاکہ میری سابقہ غلطی کا تدارک ہو جائے — چنانچہ یہودا اتنی فرسخ

کی مسافت طے کرتا ہوا سب سے آگے ابا حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کرنے کے بعد کہنے لگا ابا حضور آپ کا بیٹا یوسف زندہ ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّىْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

جب خوشخبری دینے والا آپہنچا اُس کرتہ یعقوب کے منہ پر ڈال دیا اور وہ بینا ہو گئے اور کہنے لگے میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں خدا کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

آن بشیر نبی دے منہ تے اوہ پیسیراہن پایا
ساعت پلک نہ لگی کائی نور اکھیں وچ آیا

بینائی درست ہوگئی

یہودا نے جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے رخِ انور پر پیراہن یوسف ڈالا تو فوراً بینائی بحال ہوگئی اور سیدنا یوسف علیہ السلام کی خوشخبری سن کر اللہ تعالیٰ رب العزت جل وعلا کا شکریہ ادا کیا اور یہودا کو گلے لگا لیا اور فرمایا اے یہودا! خون آلودہ کرتہ بھی تو ہی لے کر آیا تھا اور یہ خبر بھی تو ہی لایا تھا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا اور آج میرے یوسف کا کرتہ بھی تو ہی لے کر آیا ہے، جس سے تیرے سابقہ عمل کا تدارک ہو گیا ہے۔ میں نے تجھے معاف کر دیا ہے۔ پھر اپنے دوسرے اہل خانہ پوتے پوتیوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ جو میں اپنے مالک کی طرف سے جانتا ہوں، وہ تم نہیں جانتے۔

سامعین محترم! سیدنا یوسف علیہ السلام کے کرتہ مبارک سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی درست ہوگئی۔ یہاں سے یہ مسئلہ واضح ہوگیا کہ مقبولان بارگاہِ الٰہ کے جسموں سے لگنے والی اشیاء متبرک ہو جاتی ہیں۔

(تبرکات کی عظمت معلوم کرنے کے لیے کتاب "الخطیب" حصہ اول ملاحظہ فرمائیں)

سامعین کرام: سیدنا یعقوب علیہ السلام کی بینائی بحال ہوگئی اور حضرت یوسف علیہ السلام کی بازیابی سے آپ کا غم جاتا رہا۔ فرزندوں نے عرض کیا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے،

قَالُوْا یٰاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا اِنَّا كُنَّا خٰطِئِیْنَ ۝ (پ ۱۳ ع ۵)

بیٹوں نے کہا اے ابا حضور: ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی مغفرت مانگیے بیشک ہم خطاکار تھے

سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرزندوں کی عرض سنی تو

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (پ ۱۳ - ع ۵)

فرمایا میں اپنے پروردگار سے تمہارے لیے گناہوں کی بخشش مانگوں گا، بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آپ نے وعدہ فرمالیا کہ میں تمہارے لیے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں تمہاری مغفرت کی التجا کروں گا۔ صاحب تفسیر مظہری نے نقل فرمایا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ ناروا سلوک کرنے پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے بوقت سحری بارگاہ ایزدی میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی "اے اللہ! میرے بیٹوں نے جو یوسف کے ساتھ ناپسندیدہ سلوک کیا تھا تو انہیں بخش دے"

فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَیْهِ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَهُمْ اَجْمَعِیْنَ (تفسیر مظہری صفحہ ۴)

پس اللہ نے وحی بھیجی کہ ہم نے تمہیں اور تمہارے فرزندوں کو معاف فرما دیا۔

وصال

اقامت مصر ۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے نقل فرمایا ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو والدِ گرامی کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ ایک لشکرِ عظیم، وزراء و امراء اور مصاحبین کو ساتھ لے کر استقبال کے لیے آگے بڑھے ۔

مصر قریب ہو آئے آخر یوسف خیراں پایاں
نال امیر وزیر سپاہاں کر چلیا زیبایاں

سیدنا یعقوب علیہ السلام نے جب استقبال کرنے والوں کی یہ شان و شوکت جاہ و حشمت دیکھی تو فرمایا کیا یہ مصر کے شہنشاہ کی سواری آ رہی ہے؟ عرض کیا گیا حضور والا یہ آپ کے نورِ نظر سیدنا یوسف علیہ السلام ہیں جو آپ کے استقبال کے لیے آ رہے ہیں۔

چنانچہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کا قافلہ شاہی فوج کے قریب پہنچا، جہاں سیدنا یوسف علیہ السلام ایک عماری پر سوار تھے ۔ جونہی آپ کی نظر اپنے والد گرامی پر پڑی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے چالیس سال بعد اپنے بچھڑے ہوئے نورِ نظر کو دیکھا تو آنسو رواں ہو گئے ۔

پئی نظر یعقوب نبی دی جاں یوسف تے دُوروں
اکھیں وچہ شعلہ روشن ہویا جھلک پئی آ نوروں

لے گھوڑے تھیں نیویں اکھیں طرف پدر دی آیا
ڈھاں وَلاں تھیں پیدل ہو کے نوجوان پدن پایا
آن ملے پر چل نہ سکے خوشی پدر نوں آئی
بدن مبارک تھیں اس دھرتی نور فضیلت پائی

چنانچہ باپ بیٹے کی ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات کی کیفیت کو وہی شخص معلوم کر سکتا ہے۔ جسے کبھی طویل جدائی کے بعد محبوب کا وصال حاصل ہوا ہو۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے،

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰی یُوسُفَ اٰوٰی اِلَیۡهِ اَبَوَیۡهِ وَقَالَ ادۡخُلُوا مِصۡرَ اِنۡ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِیۡنَ ○ (پ ۱۳ - ع ۵)	پھر جب وہ سب یوسف کے پاس پہنچے اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا مصر میں داخل ہو جاؤ اور اگر اللہ نے چاہا تو تم خیر و عافیت سے رہو گے۔

تعبیر پوری ہو گئی

پھر جناب سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے والد گرامی اور دوسرے افراد خانہ کو ساتھ لے کر مصر میں داخل ہوئے اور جب شاہی محلات میں پہنچے — قرآن کریم میں ہے،

وَرَفَعَ اَبَوَیۡهِ عَلَی الۡعَرۡشِ وَ خَرُّوۡا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاۡوِیۡلُ رُءۡیَایَ مِنۡ قَبۡلُ ۫ قَدۡ جَعَلَهَا رَبِّیۡ حَقًّا ؕ وَقَدۡ اَحۡسَنَ بِیۡۤ اِذۡ اَخۡرَجَنِیۡ مِنَ السِّجۡنِ وَجَآءَ بِکُمۡ مِّنَ الۡبَدۡوِ مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ نَّزَغَ الشَّیۡطٰنُ بَیۡنِیۡ	اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور سب یوسف کے آگے سجدے میں گر پڑے اور یوسف نے کہا ابا جان یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے بے شک اسے میرے رب نے سچ کر دکھایا اور بے شک اُس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھ کو قید سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا بعد اس کے کہ شیطان میرے اور میرے

وَبَيْنَ إِخْوَتِي ۚ إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ (پ ۱۳ - ع ۵)

بھائیوں کے درمیان نااتفاقی پیدا کر چکا تھا، بیشک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کر دے بیشک وہی علم و حکمت والا ہے۔

سجدہ ریز ہو گئے

سیدنا یعقوب علیہ السلام اور آپ کے اہل و عیال کو بڑے پُروقار طریقے سے دربارِ شاہی میں لایا گیا۔ تمام درباری اپنی اپنی مقررہ نشستوں پر بیٹھ گئے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے حکم کے مطابق آپ کے والدین کو تختِ شاہی پر بٹھایا گیا اور دوسرے افراد کو حسبِ مراتب نشستوں پر بٹھایا گیا اور پھر سیدنا یوسف علیہ السلام تختِ شاہی پر جلوہ گر ہوئے، تو اس وقت تمام درباری حسبِ دستور تخت کے سامنے تعظیم کے لیے سجدہ ریز ہو گئے۔ اس صورتِ حال کو دیکھ کر تمام خاندانِ یوسف نے بھی یہی عمل کیا۔

یہ منظر دیکھ کر سیدنا یوسف علیہ السلام کو فوراً اپنے بچپن کا خواب یاد آ گیا اور عرض کیا کہ ابا حضور! یہ اُسی خواب کی تعبیر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلا نے اسے سچا کر دکھایا ہے۔

سامعین محترم! سیدنا یوسف علیہ السلام نے خداوند قدوس کے انعام کو دیکھ کر غرور و تکبر نہیں کیا، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے والدِ گرامی سے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے قید سے رہائی عطا فرمائی اور مجھے تختِ شاہی بخشا اور میرے خاندان کو گاؤں سے مصر پہنچا دیا اور ہمارے درمیان الفت و محبت پیدا کر دی، جبکہ شیطان لعین نے ہمارے درمیان نااتفاقی پیدا کر دی تھی۔

حضرات محترم! سیدنا یوسف علیہ السلام نے والدِ گرامی اور برادران کے سامنے اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا تو ذکر کیا کہ اُس نے مجھے قید سے رہائی بخشی، مگر یہ نہیں فرمایا کہ اس نے مجھے کنوئیں سے نکالا اور بھائیوں نے میرے ساتھ جو نارواسلوک کیا اس سے عافیت بخشی۔ بلکہ اپنے اخلاقِ کریمانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھائیوں کو طعن کا نشانہ بنانے کے بجائے یہ

فرمایا کہ جو کچھ ہمارے درمیان ہوا، وہ شیطان لعین کی دشمنی کے سبب سے ہوا اور انہیں کھلے دل سے معاف فرما دیا۔

سامعین کرام! سیدنا یوسف علیہ السلام کو والدین اور برادران نے سجدۂ تعظیمی کیا۔ آجکل کے کئی خود ساختہ جہلاء پیر قرآن کریم کے اس واقعہ کو سند بنا کر خود کو سجدہ کرواتے ہیں۔ تو یاد رکھو سجدۂ تعظیمی اُس وقت کی شریعت میں جائز تھا اور اب شریعت محمدی میں سوائے خداوند قدوس کے کسی اور کو سجدہ کرنا حرام ہے۔

سامعین کرام: جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو آپ کے والدین کریمین اور بھائیوں نے سجدہ کیا، تو آپ نے خداوند قدوس کے حضور سر نیاز جھکا کر عرض کیا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَ	اے میرے رب! تو نے یہ سلطنت مجھے عطا
عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ	فرمائی اور مجھے باتوں کے انجام کا علم سکھایا۔
فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ	اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے
وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ	تو ہی دُنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے اور
مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝	مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب
(پ ۱۳ - ع ۵)	خاص کے لائق ہیں۔

وفات

تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کی وفات ایک سو چالیس برس کی عمر میں مصر ہی میں ہوئی اور آپ کو سرزمین شام میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسحاق علیہ السلام کے مزارات کے پاس دفن کیا گیا۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام کے وصال باکمال کے بعد آپ کے فرزندانِ گرامی مصر ہی میں مقیم رہے، چنانچہ سیدنا یوسف علیہ السلام ایک سو بیس برس کی عمر میں اس دار فانی سے دار البقاء کی طرف رخصت ہوئے۔ آپ کے جسم مقدس کو ایک تابوت میں بند کر کے دریائے نیل کے قریب دفن کر دیا گیا۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ جب بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ

ہوں، تو وہ آپ کے تابوت کو یہاں سے ساتھ لے کر جائیں۔ چنانچہ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو جب ساتھ لے کر مصر سے روانہ ہوئے تو وہ آپ کے تابوت کو یہاں سے لے گئے اور آپ کے خاندان کے مزارات کے قریب ملک شام میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔

وحیِ الٰہی

مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نقل فرمایا کہ یہود و قریش نے حضور نبی کریم محبوب رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سیدنا یوسف علیہ السلام کا قصہ دریافت کیا تھا۔ اور جب آپ نے تمام صحیح صحیح قصہ بیان کر دیا جو کہ پہلے تورات میں مذکور تھا۔ اللہ رب العزت جلّ و علا کا ارشاد ہے،

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝

یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے، جب وہ متفق ہو گئے تھے اس بات پر دراں حالیکہ وہ مکر کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب برادرانِ یوسف انہیں کنوئیں میں ڈال رہے تھے، آپ تو اس وقت ان کے پاس جلوہ فرما نہیں تھے۔ یہ ایک غیبی خبر ہے جو ہم نے تمہیں وحی کے ذریعے دی ہے۔ یہ آپ کا معجزہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب کی خبروں سے مطلع فرمایا۔

سامعین کرام! یہود و قریش کا خیال تھا کہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں تو کسی سے کچھ پڑھا نہیں اگر آپ سے ہزاروں برس پہلے کا واقعہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی سرگذشت کے متعلق پوچھا جائے تو آپ بتا نہ سکیں گے۔ مگر قربان جاؤں عظمت و شان اور آپ کے علوم مبارکہ پر کہ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کہنے والے مالک نے آپ جو نہ جانتے تھے وہ سب کچھ آپ کو بتا دیا۔

دل جوئی چنانچہ جب آپ نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ کلام ربانی کی صورت میں قصۂ یوسف علیہ السلام ان کے سامنے پیش کر دیا تو اصولی طور پر فطری تقاضا تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنا آقا و مولیٰ تسلیم کر کے آپ کا کلمہ پڑھ لیا جاتا، مگر انہوں نے قصۂ یوسفی کو اپنے مطالبے پر سننے کے باوجود دعوتِ اسلام کو قبول نہ کیا۔ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کا یہ فعل گراں گزرا۔ تو پھر آپ کی تسلی و تشفی اور تسکینِ قلبی کی خاطر خالقِ دوجہاں اللہ رب العالمین جل وعلا نے فرمایا:

وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (پ ۱۳ - ع ۵)	اور اکثر آدمی تم کتنا ہی چاہو، ایمان نہ لائیں گے اور تم اس پر اُن سے کچھ اُجرت نہیں مانگتے یہ قرآن پاک تو تمام عالم کے لیے نصیحت ہے۔
وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝	اور آسمانوں اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں، جن پر یہ گزرتے ہیں اور اُن سے اعراض کرتے ہیں۔
وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝	اور یہ اکثر خدا پر ایمان نہیں رکھتے اور مگر شرک کرتے ہیں۔

راہِ حق سے اعراض اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمہاری تبلیغ سعید میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہے تم تو چاہتے ہو کہ سب لوگ اہلِ ایمان ہو جائیں اور تم انہیں جو درسِ رشد و ہدایت ارشاد فرماتے ہو اس پر ان سے کوئی معاوضہ بھی طلب نہیں کرتے۔ قرآن کریم کا عالمگیر پیغام انہیں سناتے ہو۔ مگر ان کفار و مشرکین میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو ازلی بدبخت ہیں اور رشد و ہدایت کو قبول نہیں کرتے۔

اے محبوبِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کفار و مشرکین جو اپنی ضد پر اڑے ہوتے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم نے انہیں توحید و رسالت کی واضح دلیل پیش نہیں کی بلکہ تم نے اپنے خالق و مالک کی یکتائی و کبریائی میں لاتعداد دلیلیں پیش کیں اور ان کے سامنے زمین و آسمان اللہ تعالیٰ کی قدرت کی اور اس کے ہونے کی کھلی نشانیاں ہیں۔ یہ لوگ دیکھتے ہیں، مگر ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اعراض کیے ہوئے ہیں۔

اے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ ان سے پوچھیں کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا تو یہ جواب دیں گے اللہ تعالیٰ نے۔ اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمان سے بارانِ رحمت کون برساتا ہے تو یہ کہیں گے کہ اللہ۔۔۔ اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ غلہ کون اُگاتا ہے؟ تو کہیں گے اللہ تعالیٰ۔ اگر آپ ان سے دریافت فرمائیں کہ تمہارا خالق و مالک کون ہے؟ تو یہ کہیں گے اللہ تعالیٰ۔۔۔ یہ سب سمجھنے جاننے کے باوجود پھر یہ لوگ بتوں کی پرستش میں مشغول ہیں۔۔۔ یہ جان بوجھ کر ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے حق سے اعراض کیے ہوئے ہیں اور دُنیا و آخرت میں خدا کی پکڑ سے بے خبر ہیں۔

اَفَاَمِنُوْۤا اَنْ تَاْتِیَهُمْ غَاشِیَةٌ مِّنْ	کیا یہ اس (بات) سے بے خوف ہیں کہ
عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ	ان کو ڈھانپ لینے والا عذاب آجائے یا
بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝	ان پر ناگہاں قیامت آجائے اور انہیں خبر
(پ ۱۳ - ع ۶)	بھی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اعلان کر دو کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا درس اس کی یکتائی و کبریائی کا پیغام قبر، حشر و نشر کے حق ہونے کا بیان تم لوگوں تک پہنچانا میرا فرض اور منشورِ حیات ہے۔ مجھے اپنے مالک کی حقانیت کے متعلق یقینِ کامل کی دولت حاصل ہے اور جو میرے نام لیوا ہیں، ان کا بھی یہی حال اور یہی ایمان ہے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ۔۔۔ اے محبوب! میرا رستہ تو یہ ہے کہ میں خدا کی طرف

عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَ سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ (پ ۱۳ - ع ۶)

بلاتا ہوں، واضح دلیل پر ہوں اور (وہ بھی) جو میری پیروی کرتے ہیں اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

تردید کفار و مشرکین آپ کی رسالت و نبوت کا انکار کرتے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ اگر کوئی نبی یا رسول بھیجنا چاہتا تو کسی فرشتے کو بھیج دیتا۔ اللہ رب العزت نے ان کے اس خیالِ بد کی تردید کرتے ہوئے فرمایا، اے میرے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْ اِلَیْہِمْ مِّنْ اَھْلِ الْقُرٰی ؕ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَۃِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (پ ۱۳ - ع ۶)

اور ہم نے تم سے پہلے بستیوں کے رہنے والوں میں مرد ہی بھیجے تھے۔ کیا ان لوگوں نے ملک میں سیر و سیاحت نہیں کی کہ دیکھ لیتے جو ان سے پہلے تھے، ان کا انجام کیا ہوا اور پرہیزگاروں کے لیے آخرت کا گھر بہت اچھا ہے۔ کیا تم نہیں سمجھتے۔

اللہ رب العزت جل وعلا نے اس آیت پاک میں کفار و مشرکین کے اس قول کی تردید فرمادی کہ نبی اور رسول فرشتوں میں سے ہونا چاہیے۔

فرمایا ہم نے جو بھی رسول بھیجا، جب بھی نبوت کا تاج بخشا، یہ انسانوں ہی میں سے مرد ہی کو ملا ہے۔

اے محبوب! آپ ان سے فرما دیجئے کیا انہوں نے سابقہ قوموں کے حالات نہیں دیکھے۔ آج بھی اُن تباہ شدہ بستیوں کے کھنڈرات اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ خداوند قدوس کے نبیوں کی مخالفت کرنے کا کیا انجام ہوا!

اللہ و رسول اور اس کے مقبول بندوں کی مخالفت دُنیا و آخرت میں سب سے بڑا خسارے والا سودا ہے ــــ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری میں دنیا و عقبیٰ کی بھلائی ہے۔

عذابِ خداوندی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ کفار و مشرکین کی ایذا رسانیوں اور خدا و رسول کی نافرمانیوں کا کچھ غم نہ کریں — یہ کوئی نئی قوم نہیں بلکہ اس طرح کی کئی قومیں پہلے بھی گزر چکی ہیں۔"
ہمارے نبیوں رسولوں نے انہیں عرصہ دراز تک تبلیغ فرمائی، راہِ ہدایت کا درس دیا۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور نبیوں کی اطاعت کا حکم فرمایا، مگر ان قوموں میں بدبخت ٹولے نے راہِ ہدایت کو قبول نہ کیا، صراطِ مستقیم پر گامزن نہ ہوئے، یہاں تک کہ ہمارے نبی ان سے مایوس ہو گئے کہ یہ لوگ اب کبھی اسلام قبول نہیں کریں گے اور اُن بدبخت لوگوں نے بھی یہ گمان کر لیا کہ اللہ کے نبی ہمیں جو یہ کہتے ہیں کہ اگر تم نے ہماری اطاعت نہ کی تو تم پر عذاب آجائے گا — آج تک تو ہم پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوا؟ تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کر دیا۔
قرآن حکیم میں ہے،

حَتّٰٓی اِذَا اسْتَایْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ۔
(پ ۱۳ - ع ۶)

جب رسول تبلیغ کرتے کرتے ناامید ہو گئے اور منکرین گمان کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ بولا گیا ہے اُس وقت ان کے پاس ہماری مدد آگئی پھر جس کو چاہا ہم نے بچا لیا اور جسے چاہا نہ بچایا اور ہمارا عذاب مجرموں سے ٹالا نہیں جا سکتا۔

درسِ عبرت

اے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! سابقہ قوموں کے حالات و واقعات ان لوگوں کے لیے سامانِ عبرت ہیں، جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے،

لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ

بلاشبہ ان کے قصہ میں عقلمندوں کے لیے عبرت ہے۔ یہ قرآن ایسی بات نہیں جو بنائی گئی ہو بلکہ جو اس سے پہلے نازل ہوا ہے، ان کی تصدیق

بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَتَفۡصِيۡلَ كُلِّ شَيۡءٍ وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ۝ (پ ۱۳ - ع ۶)

کرنے والا ہے اور ہر چیز کی تفصیل کرنے والا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

سامعین محترم! ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دُنیا میں کسی درس گاہ سے علم حاصل نہیں کیا اور نہ ہی کسی تاریخ دان سے سابقہ قوموں کے حالات و واقعات معلوم کیے آپ کا لوگوں کے سامنے سیدنا یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو پیش کرنا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ جب آپ نے دنیا میں کسی سے دنیاوی علم حاصل نہیں فرمایا، تو سابقہ قوموں کے حالات و واقعات آپ کو کس نے بتائے؟

تو تسلیم کرنا پڑے گا — وہ خداوند قدوس ہی کی ذات اقدس ہے جس نے آپ کو سابقہ قوموں کے حالات سے مطلع فرمایا اور یہ قرآن کے منزل من اللہ ہونے کی لازوال اور روشن دلیل ہے — اور قرآن کریم میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے اور یہ سراپا ہدایت و رحمت ہے مگر اس سے فیض یاب صرف مومن ہی ہو سکتا ہے۔

سامعین کرام۔ سورۃ یوسف کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا سابقہ قوموں کے حالات و واقعات عقلمندوں کے لیے باعثِ عبرت ہیں۔ ان کی زندگیوں کو دیکھ کر اپنی زندگی کے سنوارنے کا بہترین سبق حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے ہمیں اپنے محبوبِ مکرم، نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا۔ ہم سب سے آخری امت ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم سابقہ حالات و واقعات سے درسِ عبرت حاصل کریں۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں ایک واقعہ لکھا ہے،

فیصلہ ایک روز جنگل میں شیر، بھیڑیا اور لومڑی نے مل کر ایک گائے، ایک بکری اور ایک خرگوش شکار کیا۔ جب فارغ ہو گئے تو شیر نے بھیڑیے سے کہا میاں شکار کو تقسیم کرو!

بھیڑیے نے عرض کی حضور والا! آپ بہت بڑے ہیں، جنگل کے بادشاہ ہیں، لہٰذا میرے خیال کے مطابق گائے آپ کو لینی چاہیے اور لومڑی بہت چھوٹا جانور ہے، اس لیے اس کو خرگوش ملنا چاہیے اور بکری کا میں حق دار ہوں۔

بھیڑیے کی تقسیم بظاہر عدل پر مبنی تھی، لیکن شیر چونکہ جنگل کا بادشاہ تھا، اُسے بھیڑیے کا شیر کے سامنے میں کہنا پسند نہ آیا، اُس نے غصہ میں آکر بھیڑیے کو ایک پنجہ مارا اور جان سے ختم کر دیا۔

اب لومڑی باقی رہ گئی۔ شیر نے کہا: "اے لومڑی! بھیڑیا تو مر گیا، اب تو فیصلہ کر کہ تینوں جانور ہمارے درمیان کیسے تقسیم ہوں؟"

لومڑی نے عرض کیا، حضور والا! آپ شہنشاہ ہیں اور تمہارے سامنے میری کیا حیثیت ہے۔ میرے خیال میں اس شکار کو اس طرح تقسیم کیا جائے،

خرگوش جو چھوٹا جانور ہے، اس کو آپ صبح کے وقت کھالیں اور گائے دوپہر کے وقت اور پھر بکری شام کو کھالیں اور اپنا حصہ طلب نہ کیا۔

شیر نے کہا: "اے لومڑی! یہ تقسیم کا طریقہ تو نے کہاں سے سیکھا ہے؟"

از کجا آموختی ایں اے بزرگ
گفت اے شاہِ جہاں از حالِ گرگ

لومڑی نے کہا کہ اگر آپ مجھ سے پہلے پوچھ لیتے تو میرا بھی تقسیم کا روہی ہوتا جو بھیڑیے نے اختیار کیا تھا، اس کی ہلاکت میرے بچنے کا سبب بن گئی اور مجھے معلوم ہو گیا کہ میں اور تُو کا مسئلہ وہاں ہوتا ہے، جہاں برابری کا معاملہ ہو، بادشاہ کے حضور میں ایسا نہیں کہا جاتا۔ وہی شہنشاہ کا قرب حاصل کر سکتا ہے جو خود کو مٹا دیتا ہے۔

موتوا قبل ان تموتوا عارف ربانی حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں،

ایک تاجر کے پاس ایک خوبصورت خوش آواز طوطی تھی جسے اُس نے ایک پنجرے میں قید کر رکھا تھا۔ ایک روز تاجر نے ہندوستان کی طرف جانے کا ارادہ کیا، تو اپنے خادموں سے کہا کہ بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کیا تحفے لاؤں؟ ہر ایک نے اپنی اپنی پسند اور خواہش کا اظہار کیا جسے تاجر نے قبول کر کے وعدہ پورا کرنے کا اقرار کیا۔ آخر میں چلتے وقت اُس نے اپنی خوشنوا طوطی سے کہا کہ میں ہندوستان جا رہا ہوں، بتاؤ وہاں سے تمہارے لیے کیا لاؤں؟ طوطی نے کہا اے میرے صاحب مجھے کسی قسم کے تحفے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میری زندگی کا کچھ حصہ اس علاقے میں گزرا ہے، وہاں میری ہم جنس طوطیاں رہتی ہیں، تم اُن کے پاس جانا اور میرا سلام ان تک پہنچا دینا اور کہنا تمہاری ایک ہم جنس خداوند عالم کی قضا سے ہماری قید میں ہے، اُس نے تمہیں سلام کہا ہے اور یہ عرض کیا ہے کہ تم تو باغوں کے سبزہ زاروں میں آزادی کی زندگی بسر کر رہی ہو میں قیدِ تنہائی میں ہوں اور تم نے کبھی ہم سے ملاقات نہیں کی اور نہ ہماری خبر لی، نہ ہی ہمارا حال پوچھنا گوارا کیا۔ کیا ہماری رفاقتوں کا یہی صلہ ہے؟ ہماری چاہتوں اور محبتوں کی یہی قدردانی ہے، جو تم نے کی ہے۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، چنانچہ وہ تاجر ہندوستان پہنچا۔ کاروبار سے فارغ ہو کر اُس نے جملہ خدام کے لیے تحائف خریدے اور پھر ایک باغ میں پہنچا، جہاں بہت سی طوطیاں درختوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ تاجر نے جب اپنی طوطی کا سلام اور احوال اُن سے بیان کیا تو دیکھا کہ اُن میں سے ایک طوطی اُس کی بات سُن کر کانپتی لرزتی ہوئی درخت سے زمین پر گری اور دم توڑ گئی۔

اُس طوطی کا یہ حال دیکھ کر تاجر کو بڑا شدید صدمہ ہوا اور خیال کیا شاید یہ طوطی میری طوطی کی کوئی رشتہ دار ہے، اس کی حالت نے یہ بتا دیا کہ یہ دو جسم ایک جان تھی۔ کاش کتنا اچھا ہوتا کہ میں اس طوطی کو یہ بات نہ کہتا جو اس کی ہلاکت کا سبب بن گئی۔ اس پیغام کو اس تک نہ پہنچاتا، جس نے اس کو جلا ڈالا۔

مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، زبان پتھر اور منہ لوہے کی طرح ہے جیسے پتھر لوہے پر چوٹ کھائے تو آگ نکلتی ہے اسی طرح زبان منہ میں لگے تو آگ نکلتی ہے، اس لیے اس کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ یہ ایک جنبش سے سارے جسم کو زیرِ عتاب کر دیتی ہے اور اس کے زخم ناقابلِ علاج ہوتے ہیں۔

یہ زبان انسان کے لیے باعثِ نقصان بھی ہے اور موجب امان بھی۔ زبان پر کلمہ جاری ہو تو جنتی کر دیتی ہے اور انکاری ہو تو دوزخی بنا دیتی ہے۔

بہرحال تاجر نے زبان سے جو کہنا تھا وہ کہہ چکا — اسی پریشانی کے عالم میں واپس وطن پہنچا، جملہ خداموں کے تحائف اُن کے حوالے کیے اور پھر طوطی کے پاس پہنچا — طوطی نے کہا میرا تحفہ کہاں ہے؟ اس پر تاجر نے کہا جو تو نے پیغام دیا تھا، وہ میں نے ہندوستان کی طوطیوں تک پہنچا دیا ہے، مگر مجھے اس بات کا شدید صدمہ ہوا کہ کاش میں تمہارا پیغام اُن تک نہ پہنچاتا۔ تاجر نے کہا ؎

گفت اُو نے من پشیمانم ازاں
دستِ خود خایاں وانگشتاں گزاں

(وہ بولا نہیں، میں اُس سے شرمندہ ہوں، اپنے ہاتھ کو چبا رہا ہوں اور انگلیوں کو کاٹ رہا ہوں)

طوطی نے کہا، اے صاحب! میرے پیغام کو اُن تک پہنچانے میں کون سے صدمے اور شرمندگی اُٹھانے کی بات تھی؟

تاجر نے کہا، جونہی میں نے تیرے احوال کو اُن پر بیان کیا تو اُن میں سے ایک طوطی لرزتی ہوئی درخت سے گری اور مر گئی۔ میں پریشان ہوا، مگر جو بات منہ سے نکل چکی تھی اور تیر کمان سے نکل چکا تھا، وہ واپس نہیں کیا جا سکتا تھا۔

تاجر نے جب اُس طوطی کا حال اپنی طوطی سے بیان کیا تو وہ بھی اسی طرح پنجرے

میں تڑپنے پھڑکنے لگی اور گر کر مر گئی — تاجر نے اپنی طوطی کی جو یہ حالت دیکھی تو تڑپ کر رہ گیا اور اپنا گریبان چاک کیا — اور کہنے لگا ہائے افسوس اسے میرے خوش الحان پرندے! تو تو میرے لیے سامانِ راحت تھا، تیری آواز کی دلکشی میرے قلب کا سکون تھی۔ زبان سے میں نے دوسرا وار کر کے تجھے بھی ہلاک کر ڈالا۔ میری زبان کے خرمن نے اپنا ہی گھر جلا ڈالا — تاجر درد اور رونے کی حالت میں اسی طرح سینکڑوں بہکی بہکی باتیں کرنے لگا۔ کبھی متضاد باتیں، کبھی ناز کی اور کبھی نیاز کی۔

بالآخر اس تاجر نے روتے ہوئے پنجرے کا دروازہ کھولا اور طوطی کو باہر نکالا اور اُس کو ذرا جنبش دی، تو وہ فوراً اُڑی اور دیوار پر بیٹھ گئی۔ اُس کے اس فعل سے تاجر حیران و ششدر ہو کر رہ گیا ے

رُوئے بالا کرد و گفت اے عندلیب

از بیانِ حالِ خود ما دِہ نصیب

(تاجر نے اپنا رُخ اُوپر کی جانب کیا اور کہنے لگا اے بُلبُل! اپنے حال کے بیان سے ہمیں حصّہ دے)

اُو چہ کرد آں جا کہ تو آموختی

چشمِ ما ازمکرِ خود بر دوختی

(اُس نے وہاں کیا کیا جو تو نے سیکھ لیا۔ اپنی تدبیر سے تو نے ہماری آنکھیں بند کر دیں)

اس پر طوطی نے جواب دیا:

گفت طوطی کُو بفعلم پند داد

کہ رہا کُن نطق و آواز و کشاد

(طوطی نے کہا اُس نے عمل سے مجھے نصیحت کی کہ بول چال اور خوشی کو ترک کر دے)

زانکہ آوازت ترا در بند کرد
خویش اُو مردہ پے ایں پند کرد

(کیونکہ تیری آواز نے تجھے قید کرایا۔ اس نے اس نصیحت کے لیے خود کو مردہ بنالیا)

اے صاحب! مجھے میری ہم جنس نے اپنے حال سے تعلیم دی کہ میں مرنے سے پہلے مر جاؤں تاکہ تیری قید سے رہائی حاصل کرلوں۔ تو اے صاحب!

یعنی اے مُطرب شدہ باعام و خاص
مُردہ شو چوں من کہ تا یابی خلاص

(یعنی اے خاص و عام کو مست کرنے والے! میری طرح مرجا تاکہ نجات پائے)

خودنمائی وخودستائی کے مرض کا مریض نہ بن، اس لیے جب دانہ خود کو ظاہر کرتا ہے تو پرندے چگ جاتے ہیں اور جب کلی کھِل کر حُسن دکھاتی ہے تو بچّے توڑ ڈالتے ہیں غرضیکہ جس نے بھی حُسن خود کو ظاہر کیا، سینکڑوں مصیبتوں نے اس پر تسلط ڈال دیا۔ بُری نظریں، غصّہ کی چنگاریاں اور رشک اس پر ایسے برسنے لگا، جیسے مشکیزے سے پانی گرتا ہے۔ دشمن کا حسد اُس حسین کو پھاڑ ڈالتا ہے اور دوست بھی اُس کا وقت ضائع کرنے کے درپے ہوجاتا ہے۔ طوطی نے ایک دو نصیحتیں کی اور اڑگئی۔

سامعینِ محترم! مولانا روم علیہ الرحمۃ نے اس حکایت کو بیان کرکے ہمیں یہ سبق دیا جو خود کو مٹا ڈالتے ہیں وہ مالک کا قرب اور حضوری حاصل کرتے ہیں ؎

ہمیں اے دوست پیش از مرگ اگر می زندگی خواہی
کہ ادریس چنیں مُردن بہشتی گشت پیش از ما

(اے دوست موت سے اگر تو زندگی چاہتا ہے، کیونکہ حضرت ادریس علیہ السلام ایسی ہی موت سے ہم سے پہلے جنت میں پہنچ گئے)

حضراتِ محترم! میں بیان کررہا تھا کہ لومڑی نے خود کو شیر کے سامنے فنا کرکے

اس کے حضور قربت حاصل کرلی اور بھیڑیئے کی موت لومڑی کے لیے سامانِ نجات بن گئی۔ اسی طرح قوموں کے حالات و واقعات سے ہمیں بھی سبق حاصل کرنا چاہیئے انہوں نے خالقِ دوجہاں کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ کر دیا اور فرمانبرداروں کو بچا لیا۔

اسی طرح اگر ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کی تابعداری کریں گے تو ہمیں دُنیا و عقبیٰ میں کامیابی و کامرانی حاصل ہوگی۔ اگر ہم نے مالک کی تابعداری نہ کی، تو یہ ہماری ہلاکت و بربادی کا باعث ہوگی۔

سامعین کرام! حضرت یوسف علیہ السلام کی مقدس سیرت کا ہر ہر پہلو ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ یہ واقعہ ہمیں مصیبتوں، آزمائشوں اور ابتلاؤں کے دور میں صابر و شاکر رہنے کی تلقین کرتا ہے اور ناروا سلوک کرنے والے بھائیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا درس دیتا ہے۔ اس واقعہ نے ہمیں یہ بتایا کہ ہر رات کے بعد دن آتا ہے اور ہر دکھ کے بعد سکھ، ہر مشکل کے بعد آسانی اور ہر مصیبت کے بعد راحت ملتی ہے۔ انسان اگر ثابت قدم رہے تو صابر کو اجر ملتا ہے۔

یہ واقعہ اصلاحِ احوال کے لیے زریں باب ہے، اس کا ہر گوشہ جواہراتِ بصیرت سے لبریز ہے۔ اس میں قوتِ ایمانی، استقامت، ضبطِ نفس، صبر و شکر، عفو و درگزر، عفت و دیانت، حق گوئی، حق کی حمایت اور عشقِ الٰہی کی لازوال رہنمائی موجود ہے۔ اللہ رب العزت کے حضور دُعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن کریم پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بحرمت سید المرسلین و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

۱۰ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

کتبہ، محمد عاشق حسین ہاشمی چنیوٹ

خطیب اہل سنت حضرت مولانا قاری محمد الدین نعیمی کی
تصانیف
دلآویز تقریروں کا مجموعہ
الخطیب (حصہ اول)
صفحات ۳۰۴
پرکشش تقاریر کا حسین گلدستہ
الخطیب (حصہ دوم)
صفحات ۳۰۴
تجوید و قرأت کی آسان کتاب
التجوید
الخطیب حصہ سوم المعروف
تاجدارِ مصر
صفحات ۲۰۰
الخطیب حصہ چہارم المعروف
خطباتِ نعیمیہ
صفحات ۳۰۴
تجوید و قرأت کی عالمی شہرت یافتہ کتاب
فوائدِ مکیہ
الخطیب حصہ پنجم المعروف
انوارِ خطابت
صفحات ۲۸۸
الخطیب حصہ ششم المعروف
مخزنِ خطابت
صفحات ۳۰۴
گلستانِ نعت
خزینۂ قرأت
انمول تحفہ
جواہر الترتیل
کتابت
چنیوٹ
ناشر مکتبہ نعیمیہ رضویہ رضوی جامع مسجد رضا آباد فیصل آباد فون نمبر ۶۱۱۸۵۳

بارہ ماہ کی تقریروں کا بے نظیر مجموعہ

الخطیب

(حصہ اوّل و دوم، سوم)

تصنیف: مولانا قاری محمد الدین نعیمی

- قرآن و حدیث اور معتبر کتب تواریخ سیر سے اخذ شدہ مضامین
- دلکش کتابت، عمدہ کاغذ، آفسٹ طباعت، رنگین ٹائیٹل
- صفحات حصہ اوّل ۴۰۰ حصہ دوم ۳۰۴، سائز $\frac{18 \times 22}{8}$